

GOVERNMENT OF INDIA
ARCHAEOLOGICAL SURVEY OF INDIA

CENTRAL
ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

ACCESSION NO. 14843

CALL No. 928. 91431/Gha.

D.G.A. 79

تصنيفاً جليلاً لعلها ملوئی حفظاً نذیراً صاحب ایل ایل دمی طیفه خاں سرکار علی نظام

[illegible]

عن
رحمت مرزا نوشه اسد اللہ خان صاحب غالب
وہلوی الموسوم بہ اردوئے معلیٰ حسب اجازت افسرہ الطیار
اشرف الحکماء افلاطون زماں جناب مولوی حکیم غلام رضا
صاحب رحمہ العظمیٰ صاحبزادہ مولانا قاسم علی صاحب

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے طریقے سے
 التماس کی کہ بلا اجازت حکیم صاحب موصوفہ لکھ دو کوئی صاحب
 قصہ طبع کا فکر نہ لے لے بہتہ مستند جلدیں مطلوب ہو ان سے تم طلب نہیں
 راقم تہ عبد السلام ابن مولوی سید محمد معظم صاحب
 مالک مطبع فاروقی۔ دہلی بازار پیمارک

[illegible]

پہنچاؤ کی کمی کی وجہ سے اس کتاب کو شائع کرنے میں تاخیر ہوئی ہے۔

14.10.19

3478

بعض صنائع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

3475

80

اردو

(112)

کارنامہ فہرست اسرارِ بلاغت رقت اردو نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ

اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ تخلص غالب

جمہور نماظر زبان دانی تسلیم اطفال کے لیے لیکن مقور مل ہے

924

احقر الانام سید عیوب الموم کے اہتمام سے



مطبع رقی واقعہ ملی میں طبع مطوع طبیب المع

قیمت فی جلد

122 of 60

جلد متون محفوظین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ من تصنیف شاعر شیرین مقال ناشر عظیم المآثر جناب میر ہمدی
صاحب التخلّص بن مجروح شاگرد رشید منزا اللہ خان غالب مدظلہ

تائیش داور چہاں آفرین آسان نہیں کیونکہ بیان ہو اور لغت حضرت سید المرسلین شکل ہے زبان کیا مگر
میدان ہو وہ دریا سے ذخار ہے یہ محیط پائیدار گنگا و بان بن نارسا اور فہم نے سرو پایا تھا عقل متعرف
بجز و قصور و خرد ناچار و مجبور پھر اس صورت میں قلم مقطور اللسان کیا نکارش کرے سوائے اس کے
اصل مطلب گنارش کرے اور وہ یہ ہے کہ مخموران خرد پیشہ اور خرد مندان درست اندیشہ خوب جاننے ہیں کہ
ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے اور ہر عقل و فہم اس بات
متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور اس کی
اسلوبی میں انہی زبانوں کے ہم پار ہے۔ اگر فضلاء عرب عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں
تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی تحسین فرمائیں ہر چہ ابتداء رواج سے ہر عہد میں کلامان عطر اس
مستوقہ خرد فریب کی آہنگی و پیرنگی میں سعی فراوان و کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بفضل
زمانہ میں اس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدر اور بدو کمال ہے

OF

By

Call No

14843

19.8.61

92 F. 81421/62

بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی نجلت سے دُر شاہوار پانی پانی جس کی گینبی قہر سے جگر خون لعل مانی
 نہیں نہیں یہ ستائش کچھ سرمایہ نازش نہیں کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب تابانہ کی بخت
 میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکیاں۔ تہستانِ سرایہ سخن کو فیض سانِ عبارتِ مین کی کیفیت
 جامی تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراکِ غومض میں اپنی عقل و فہم
 کھتے ہیں جہاں ایسے سرخوشانِ خستہ ان معنیِ خُبرِ غوار بادہ گنگنا و لطفِ حُسن بیان سے سرشار
 ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس بخت کی مطابک کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متینہ لائیں ہوا اس کے
 کہ یہ راہِ باریک کچھ کدھ لڑکھڑائیں اولیٰ بنی نافہمی پر عرقِ انصال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ
 اس جنسِ گراں ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسفِ مصرِ بخندانی کا کوئی طالبِ دیدار نہ ہوا۔
 حضرت کاظم و حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہِ عباس دارا سے ایران کے عصر میں ہوتا نظیر کا
 اپنا نظیر دیکھ لیتا۔ ٹھوڑی کو فنِ شعری میں اپنا حریف غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یوں دل خوش کرتے ہیں
 کہ اگر حضرت اُس وقت میں زینتِ بخشِ حیاں ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی
 یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخبِ روزگار کے جالِ بالکمال سے مقبضِ انوار فیض ہوئے اور شرف
 قدوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب بخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا جب حضرت
 کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ بیتن میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل المتنع کیا بلکہ
 متنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو بہتر از ہے جو کہ بد کیسی
 کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزہ گوشِ فصاحت و پیرایہِ گلوسے بلاغت ہے اور ہندوستان
 سے ایران تک ہر ایک نکتہ سخن کے وردِ زبان ہے مدت سے حضرت اس طرزِ نو ایجاد اُردو سے
 لگاؤ ہے اور خط کتابت میں ہی کا برتاؤ ہے۔ جب یقین ہندوستان نے اس نمکِ ہندی کا
 مزہ چکھا ہر ایک سرمایہ لذتِ مائدہ سخن سمجھ کر طلبکارِ خواہش بکار ہوا اس سٹے منشی جو ہر سنگِ صبا جو

اگے بیچ زوال ہے خصوصاً زبانِ ہل دہلی کہ اردوئے معلیٰ بولنا ان حصہ ہے ہر چند بعض حضرات کو اس کا غصہ ہے مگر صاحبِ فہم سلیم و ذہین مستقیم و طبع رسا و فراج انصاف شناس رکھتے ہیں وہ اس امر کو جاننے میں تھوچ الذہن و کج رائے یوں ہی باتیں بتاتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر مرتبہ ہو اس عظیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن باوا ہو جس کی طبع و تقاد نے عقد بائے معانی کو دوا کیا ہے جسکے ذہن تقاد نے پشتِ بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعلِ ناب ہے تو وہ اس کی آبِ تاب ہے اور بلاغت گوہر ہے یہاں ہے تو وہ اس کی آبرو ہے جو ہر فرا ہے۔ معنی اگر گل ہے تو وہ اس کی شیمِ روح فرا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اس کی صیقلِ جلوہ نما ہے۔ اس کل سینہ نے کینہ نکاتِ حلیہ کا بخینہ اس کا قلبِ صفا اسرارِ علمیتہ کا دھینہ شعر و شاعری کی اس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اردو نے اس کا زبان پر گزر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کہہ کر فریاد کیا ہے یہ جناب

نجم الدولہ دبیر الملک نواب سدا اللہ خاں صاحبِ غالبِ خلص

کی ذاتِ بابرکات کی خوبیوں کا ایک نئی شمشیر ہے میرا استاد کہ ہے جس کا سخن عالمگیر ہے تھوڑی کا تھوڑی اور نظیری کا نظیر حضرت کا سخن ہے وہ درِ عدل جو بات ہو از رہ معنی کرنا ہے۔ یہ نثر کی رنگینی۔ یہ نظم کی شیرینی۔ یہ غزل کی فصاحت۔ یہ قصیدہ کی متانت یہ لفظوں کی محبوبی۔ یہ ترکیب کی خوش سلوبی۔ یہ جدتِ معانی۔ یہ طلاقتِ لسانی۔ یہ سلاستِ عبارت۔ یہ روانی مطالب کی کھنٹی سنی سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈیاں ہیں شہرہ شاعر پر نظمِ نجم قربان۔ حیرتِ تقریر پر بحرِ شعاع سے نثار کر کے کو آفتابِ ندرِ داناں۔ گفتارِ شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا سودا یوں کی باتیں کرتا ہوں کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان میں جادو ہے نہ نجر ہے ہاں بابل کے کسی کو نے میں چھپا ہوا تو کیا خبر ہے بھلا اس عبارتِ فصاحت نشان کا کیا و

اور وہ کہتے گئے جس اتفاق ہے کھل آ پنا خط آیا۔ رنج ہی ایک دست میرا گیا کہ یہ سطرین لکھو ادب اس
یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے تھے قطع محبت ہو گیا ہے۔ منشی صاحب کی محبت اور ان کے سطر
سے آپ کی محبت دل جان میں اس قدر تنگ گئی ہے۔ جیسا اہل سلام میں ملکہ ایمان کا پس ایسی محبت کا
موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں اسراضن حمدانی کا بیان اور اخلاص ہمدگر کی شرح کے بعد مجھ کو غم بھرا ہوا
ذکر کیا کروں جیسا ابریاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس شہر ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی
میاں داد خاں کو سلام کہئے گا اور یہ خط پڑھا دیجئے گا۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب
روز چار شنبہ ۶۔ اپریل ۱۳۶۷ء - *

ایضاً بخدمت نواب صاحب جلیل القاب عبید الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب جیاد
عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک نونہ بنجے
سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو
نظارہ بزم جمشیدی سے محروم رہو لگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع رہے۔ یوں حضرت
صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آ گیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور مختصر بھی اور خان بھی سید مہابت علیا
عجب اگر پسند نہ آئے اور بہت مجبے کہ اس امر کی ذرا آپ کے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں
خیر نہیں کہتا کہ خواہی خواہی یہی نام رکھیے پسند آنے کی توقع کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب
ایضاً ستودہ ہر زماں و نامو بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر معضوی دینار نواب میر غلام بابا خاں
کو سترت بدسترت جشن مبارک ہایوں ہو۔ رقمہ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ بسواری یل روانہ ہو
لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے پاویج۔ کانوں سے بہار۔ ضعف بصارت۔ ضعف داغ ضعف دل
ضعف مدہ۔ ان سب صفوں پر ضعف طالع کیونکہ قصہ خمر کروں۔ تین چار شبانہ روز نفس میں سطرین
کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناکا

کہ یہ دیر آشپہنم ہے مجموع اہل ہند ماتم دار و سُوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ میں کیا اور میری عاکیا
مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دُعا کروں اور کیا کروں تھو سالِ رحلتِ نوابِ غفران تا جب لے لے خار
غم شے خون چاہے یوں موزوں ہوا ہے

گرید ہنہاں مہر جہانتاب در تلخ	شد تیرہ چہاں بختیم اجابہ در تلخ
این واقعہ از زوے زاری غائب	تایخ تہ تم کہ دو آب در تلخ

از زوے زاری زانو ہوز کے عدد بڑھائے جائیں تو شنبہ ۱۴ پید ہوتے ہیں فہذا المطلوب آشپہنم
غشی میاں اودھاں صاحبِ سلام یکشنبہ نسبت دیکم ربیع الاول شملہ بحری مطابق ششم ستمبر ۱۳۶۷
ایضاً نواب صاحبِ جلیل الناقب عیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصانِ اوجہ۔ شکر یاد آوری و
رُواں پروری بجالاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپ کا مودت نامہ پہنچا ہے۔ وہ میرے خط کے جواب میں
اچس ک جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوان دعوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا گانا بھی سُنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس
نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو صاحبِ یاست و امارت میں ایسے جھگڑے
بہت رہتے ہیں میں بسببِ طمحتِ اخبار میں تمھاری افزائش عز و جاہ دیکھ کر بہت خوش ہوا و
تمکو تہنیت دی۔ ظفر نامہ ابد بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاء اللہ العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہو گے

کارت بچان جملہ چناں باد کہ خواہی سجات کا طالعِ غالب شنبہ ۲ اپریل ۱۳۶۷
ایضاً۔ خاب تید صاحب قبلہ بعد لگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا آچے فرماتے
ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ بیٹے کی کچھ لکھتا تھا
اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی۔ ہاتھ میں عرشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی ضعیف ہو گئی۔ متصدی نوکر نے
کا مقدر نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحبِ قوت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا

ایضا جناب صاحب میں آپ کے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یادآوری کا ممنون اور آپ کے دوام دولت کا دعا گو ہوں اگر بڑھا اور اپنا بیچ نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپ کے دیدار مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپ کو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و قہامت ہے، اگر میری اوقاتِ شباروزی اور میرے حالات آپ تکھیں تو تعجب کیں گے کہ یہ شخص جتنا کینو کر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھتا۔ ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ ۱۲۸۲ھ شروع ہوئے ۱۲۸۳ھ کی ولادت ہے۔ آپ کے رجب کے مہینے سے شروع سال شروع ہوگا۔ ستر اہتر ابتر ہوا پانچ آدمی ہوں جو غایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۳۱ مئی ۱۲۸۲ھ ع۔

ایضا جناب نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام سنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کہ ہمیشہ درو زبان ہے گھڑی کے عیلتہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر عبت بجاتا ہوں۔ پہلے تو آپ دست اور پھر امیر اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارغماں کو میں بہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا خداے عالم آراے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا مدد و مددگار رہے ظاہر الوقت و دانگی کبھی کارکھنا سہو ہو گیا خیر بیاں بنجائے گی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی اجاب کا طالب۔ شنبہ سوم و سمبر ۱۲۸۲ھ ع۔

ایضا۔ نواب صاحب جمیل الناقب عیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضا لکم۔ آپ کا بندہ منت پذیر غالب غین صغیر یوں نواسج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز و دلایا۔ اور مژدہ قبول میرا تہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے لکراں کو قدر دانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھوں۔ البتہ آپ اپنے آزارہ حق پسندی سخن کی قصد ادنیٰ اور میری قدر و

تاریخ کے دُورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقتِ جسم میں۔ حالتِ جان میں نہیں آتا میرا سورت تک کسی صورتِ انجمن میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سید صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا جا ہیے۔ ماہِ خجستہ بہار۔ ذہن میں آیا۔ ساٹھ عدد کم پائے و خجستہ بہار کے اعداد بڑھائے۔ شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ جو اس کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرفِ شمسِ مجرب سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ مگر قبولِ فتنہ ہے شرفِ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۱۲ نومبر ۱۲۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کے سلام۔ ایک پیر دوستِ مصوّر خاکسار کا خاکہ اُتار کر دربارِ کافقشہ اُتارنے کو اکبر آباد گئے ہیں وہ آجائے تو شغلِ تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خطا زراہِ قیاطِ بیرنگت ہیجا ہے قطعہ

بفیضِ بہتِ نوابِ مین اقبالش
اگر خجستہ بہار ادب بود سائش

خجستہ بہار نشینی بیگم
جواز پئے ادبِ موزنیت خوش شد

ایضاً۔ نواب صاحبِ سبیل المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودماں زادِ مجدکم۔ سلامِ سنون سلام دُعا کے دوامِ دولت اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان آیامِ مہمنت فرجام میں جواز دئے جہنمی آپ کی انوارِ شمسِ عروجہ کے حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکرِ الہی بجالایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دُعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا۔ خصوصاً عدالتِ العالمیہ میں فتح پانا۔ اور حقِ تحقیق کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مستر و شادمانی کا موجب کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے حق تعالیٰ بخیرِ مسرت مبارک ہایوں کرے۔ قطعہ

خود نشانِ دوامِ اقبال است
کہ ظفرِ نامہٗ ابد سال است

فتح سیدِ عظام بابا خاں
ہم ازین رُہ بود کہ غالب گفت

بہارِ باغِ جاہ و جلال جاوداں باد۔ اسد اللہ خاں غالب۔ قطعہ +

ان کے ساتھ اسکو بھی کچھ لوں گا بلکہ احتیاط متقاضی اسکا ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی
کچھ بھیجا۔ ناتوانی زور پر ہے۔ بڑھاپے نے بھی کر دیا ہے۔ ضعف سستی۔ کاہلی۔ گرجانی گرجانی
رکاب میں پاؤں ہے۔ باگ پر ہاتھ ہے۔ بڑھاپہ دور دراز درپیش ہے۔ نادراہ موجود نہیں۔
خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سبقت مقرر ہے اور
ماویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں۔ ہمارے کسی کا کیا اچھا شعر ہے۔
اب تو گھر کے یہ کہتے ہیں کہ مجاہد گے مگر کبھی چین نہ پایا تو کہہ صر جائیں گے
اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دو شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۲۷ ع

ایضاً۔ صاحب سریشی کی جگہ ہے کہ تمہارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوا اور میرا کوئی خط ٹکوا
نہیں پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب خط آیا۔ اُس میں قطعہ کا شکر اور اجزاء کے کتاب کے بھیجنے کی تاکید
میں۔ اُس نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہاں ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ
بعد از طباع ایک مجلد آپ کو واسطے اور ایک مجلد منشی میان داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک
پارسل بھیجوں گا۔ اب تم نوا صاحب سے میرا سلام کہو۔ اور یہ اپنے نام کا خط لکھو بڑھادو اور ایک تہ
تم کو دیتا ہوں۔ نواب صاحب خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا اُس میں مندرج تھا کہ اب میں
سُورۃ کو جاتا ہوں تم اجزاء کے کتاب کا پارسل اس تہ سے سُورۃ کو بھیجا۔ بھائی میں نے اُسی تہ
سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ پیڑ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر
یہ خط تم کو برنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی ہے۔ فقط صبح دو شنبہ
۳۱ دسمبر ۱۳۲۷ ع مطابق ۱۱ ستمبر سال حال۔ غالب۔ *

ایضاً۔ منشی صاحب سعادت اقبال نشان سیف الحق میان داد خان سلمہ اللہ تعالیٰ۔
فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں۔ چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان

کی ہے جو اخلاط خاوری و انان ہند کے ذہن میں راسخ ہو گئے تھے۔ اُن کو دفع کیا ہو تو کیا بُرائی کی ہے بات یہ ہے کہ اچھی ٹوپنجی ولے گننام لوگ اپنی شہرت کیلئے مجھ سے روتے ہیں واہ واہ اپنے نامور بنانے کو ناحی الحق بگڑتے ہیں۔ عظیمہ حضرت توبسط جناب حیف الحق پہنچا اور میں نے اُس کوئے تکلف عظیمہ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثناء آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسانِ مندی ہو اتواپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کی واسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اُن کا کچھ جانے میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۶ء *

بنام مثنوی میاں داد خاں المخاطب سیف الحق شتختن سیاح

سعادۃ اقبال نشان مثنوی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے خطوط کا جواب نہیں لکھا غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا اب یہ سطرین لکھتا ہوں اُس خط کے جواب میں میں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہے ایک مثنوی میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے اور چرخِ دیر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زانہ سے بہت پہلو اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح آئندہ بھی لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ اگر بدلِ خلد میرا نظر گزرد کہ وہ روای عمر سے کہ در سفر گزرد * خیر اگر سیر و سیاحت میر نہیں نہ ہی ذکر العیش نصف العیش پر فاعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی ہے۔ غزل تھادی سنہ دیتا ہوں۔ اس کے پکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب غزلیں بھیجے

نواب یوسف علی خان الی راہ پو اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور تنویر و چہینا ماہ باہ سبیل ہندوی بھجاتے تھے اُس مغفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی۔ اپنے خط میں ہندوی بھیجا کرتے۔ میں خط کا جواب لکھ بھیجتا۔ اس ماہ کے علاوہ کبھی دوسو کبھی ڈھائی سو بھیجتے رہا۔ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی نیشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرر کی ماہ باہ اور فوج گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زلیت ہوئی۔ رئیس حال کو خدا بد و واقعات ابتداً موبداً سلامت رکھے وجہ مقرر کی ہندوی ہر مہینے بحسب تنویر قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا تھا۔ فوج کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں۔ میرے پاس وہ روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ بھجواؤ پہلے بھی نواب مغفور نے دو تنویر و چہینا بھیج دیے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر بھجوا یا گیا تھا۔ اب بھی عہد کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرر کی کے ساتھ دو سو پچیس گے وہ آخر اپریل ۱۸۵۷ء میں مر گئے۔ اپریل کا روپیہ ٹیس سال سے میں نے پایا مصروف کتاب کا روپیہ آیا۔ یاد دلاؤں گا۔ مگر اُس مرحوم کا وعدہ سرشتہ دفتر سے تھا جازو سے ذکر اُس کی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر میں ہوں۔ اگر اس بات کی ساعت کی فہرہ الراد ورنہ ۵۰۰ پانچ سو روپے اکثر سے درکار نیست و منشی صاحب اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب۔ ۳۰۔ جولائی ۱۸۵۷ء۔

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل تہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیہ غالب علیہ السلام کی دعا پڑھئے۔ پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمہارا خط آیا۔ صاحب ٹوپوں کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے لٹا لٹنی کی ۱۵ جلدیں سات روپے اٹھ آنے دام بھیج کر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیج کر ٹوپیاں منگوائیں۔ میں نے تمہارے بھیجے ہوئے روپیوں کی ٹوپیاں خرید کر تم کو بھیج دیں۔ چاہا تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کر دینا جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپاہی لا رہا تھا کیا ہے۔ تم تیرے ہاتھ ہو تم تیرے بازو ہو تیرے لٹن کی تلوار تمہارے ہاتھ سے چلنی ہے گی

سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع دی ہو حال تصویر کا کہ میں نے اسے سر پر رکھا انھوں سے لکایا گویا چوٹے صاحب کے دیکھا۔ لیکن اسکا پہنچ معلوم ہوا کہ اب صاحب نے ہم سے بات دکی۔ خیر ویدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا متفقہ نہیں اب گیکو حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک تھ کی تصویر ہے آگے پہنچا اور نیچے کا پتہ نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت لگتی۔ اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ تو صاحب سے میرا بہت سلام اور شتیاق کہنا بلکہ یہ خط ان کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کیا زمند اور علی کا غلام ہوں۔ بندہ شیاہ شمایم و شتاخوان شجاد نجات کا طالب غالب، از قیعدہ ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً بر خود دار کارگار سادات نشان منشی میاں داو خاں سیاح طال عمر دہ درویش گوشہ نشین غالب حزن مگی دغا سے درویشانہ سے کا میاٹ بہرہ مند ہوں۔ کہنو کی ویرانی پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک ن ہو گا یعنی راہ میں سبع ہو جائیں گی بازار جسے کل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دیکھا اور دلی کو فساد کے بعد کون نہیں ہے یہاں فساد و فساد چلا جا شہر کی صورت سولے میں بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوریدر وازہ کے سر اسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص آشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان سنگا بھیجا آدمی نہیں ہے بھوت ہے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نامتھو

مجھ کو اس کے طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب میں اس سے دیوان مانگتا ہوں اور وہ نہیں دیتا خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دغا مانگو۔ زیا وہ کیسا کہوں۔ دو شبنہ الرجون ششاع۔ غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ گویا الفاظ اس کے سر اسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی تھے، نہنجا۔ جواب لکھتا ہوں۔ اور پُرسش کا شکر بجالاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس

اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خاں صاحب آج کلکتہ پہنچے ہو اور صباحوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رہائی کیوں نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے گذار کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۱۰ اکتوبر ۱۲۸۶ء۔

ایضاً آئیے بیٹھے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتیا کئی مہینے ٹھہرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدر آباد اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنگلو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا حسین یونٹ میں نواب شاہ بیگ خان کے اور حضرت شہید خاں ابن عم تھے نواب محمد بخش خاں کے اور معین الدین حسین کی بہن منسوب ہے بھائی حیدر الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب میں کچھ پریشانی لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور رہا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲ ذیقعد ۱۲۸۶ء۔ غالب۔

ایضاً نور چشم۔ اقبال نشان سیف الحق میان داو خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے تھی مختار سے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا سب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ عرشہ۔ آنکھوں میں ضعیف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا ہاں ہوں اور اخبار والے میرا حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مختل چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذرا باطل کے جوابے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا۔ اب تک ہر طرف سے خلوں کے

تھائف غیبی نے اعدا کی وجہیاں اڑا دیں۔ ایک نئی بات سنو۔ محمد مرزا خاں میرے سبھی بھائی کا لڑکھن
 اُس نے ایک اخبار نکالا ہے سنی بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لفاظہ لکھو بھجتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کرو
 کہ تمہارا ایک عزیز قریب قریب کے کلام پر بھجا گیا ہے۔ اس رسالہ اعلیٰ سے صرف اطلاع منظور ہے
 ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے۔ اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید
 کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خرید اوی ابتدا جنوری ۱۲۸۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو۔
 اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو انکی اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے
 خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو مسلمان
 کے بزرگ ہوتے ہیں میں تو مسلمانوں میں بھی ایک فیصل۔ علیل۔ فقیر حقیر آدمی ہوں۔ یہ انکی
 بزرگی۔ اُن کی خوبی۔ اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں
 من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر
 بجاں برابر میرزا معین الدین حسین خاں بیاد کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت
 جانتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پل
 کرتے چلے آؤ دیدار کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۲ شوال ۱۲۸۶ء مطابق ۱۲ فروری ۱۲۸۶ء
 ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
 کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا
 امکان تھا کہ جواب لکھتا۔ جناب نشی میرا میر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے
 محامد و محکم سُننا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی
 ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز پایا۔ اغینا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہاں
 مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں

کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو فہم نہ ہو تو وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو حفظ نہ لکھتے۔ یہ تمہارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب حکم تھا۔ جی میں آیا تھا کہ انھیں کوہں کا جواب لکھوں۔ اور ان کے نام کا خط۔ لیجوں مگر پھر سوچا کہ تم اندر ہو جاؤ گے انھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں گا۔ گاہ خط لکھا کرو۔ دیکھا کہ نجات کا طالب غالب سے شبہ نہ کیا مگر بارہج سلسلہ اع۔

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ہے کس زبان پر انہی فہم نہ ہو عزیزاں چاہتا ہوں کہ تم۔ یاد کرو اصل مقصد یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھوڑنا چاہتا ہوں نواب صاحب دو میں اپنی سو دو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی غایت فراموشی سے کس کام کی۔ چار دن سوچا کیا کہ پھر دوں پھر سوچا کہ بڑا مانیں گے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی۔ اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطبوع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیج دوں گا۔ یہی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی رسید کا پہنچتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ گھڑی کی کتنی نہیں آئی۔ ظاہر اسہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔ ہاں صاحب میں جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے ہے جو کہ پہنچنے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ سرد سہمبر ۱۲۸۷ھ۔

ایضاً۔ سعادت اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا ہے۔ خط میں آپ نے بہت سے مطالبے تھے مگر میں کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں ہی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہو کہ تم ان میں رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کر لو اگر چھوٹے صاحب رکھ لیا ہے تو ان سے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کر لو اور وہ نسخہ ان کی مذکور دو۔ صاحب میں نے اپنے صرف زر سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں بلکہ مطبع نے اپنی پوری کوششیں میں کیں

جوا بک تقاضا اور اشارہ واسطے اصلاح کے چلے آتے ہیں۔ او میں شرمندہ ہوتا ہوں۔ بڑھا
 اپنا بیج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔
 شست چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو شست چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے
 اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا
 جو ہندوستانی ایک دست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ
 کوٹھے پر سے اُتروں یا پلکی میں بیٹھوں اور اُس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں
 اور تصویر کھینچ کر جیتا جاتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہ مہربانی میرا براہیم علی خاں بہادر اور حکیم
 احمد حسن صاحب کو اور حبیب بھئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خاں کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے
 ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اُس کا مر جانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی۔ اس واقعہ کی حقیقت
 مجھ سے پوچھو۔ کہ ۴۲ برس کی عمر میں سانس بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور
 عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے
 والسلام۔ ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء۔ غالب۔

ایضاً۔ خالص صاحب و اقبال نشان میاں داد خاں سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام
 پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اس خط کے جس میں جواب لکھتا ہوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے
 مجھ کو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ محترمہ را خط بھجوا
 ساج اُس کا جواب لکھتا ہوں۔ مہرمن تو کھودنے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھودا دینے
 میں کیا تکلیف اور کیا زحمت میں اجا بک خادم ہوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے
 اور وہ نگین منہ نقشہ بے تکلف بھیج دیجئے آپ کے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائے گی
 خاطرِ عاطف جمع ہے۔ زیادہ کیا لکھوں اجی سیاح صاحب ہمارا دیباہ تم میں لگا رہتا ہے۔

دو دن پہلے میر فتح الدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ حضرت بہتان لگانے کی نحو
کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تھاری نہیں ہو نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا
کہ ٹوپو کو میرا ارمان سمجھنا۔ سیف الحق کی نذر تصویب کرنا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۲۵۔ جنوری ۱۸۶۷ء
ایضاً۔ اقبال نشان سیف الحق کو دے چاہتے۔ پانچ اشعار اخبار کی خریداری کے اور تین اشعار کتاب
کی خریداری کے آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کر دئیے اور اطراف و جوانب و ریزہ
بھیجئے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونوں کے خریدار ہوں وہ دونوں کی اطلاع کا غلط فہم فرما کر
جہنم کمال المطلاع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیج دیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اس کے
خریدنے کی اطلاع کا خط۔ جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اس کی اطلاع کا خط لکھیں۔

غالب۔ ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۷ء۔ ع۔ *

ایضاً۔ مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو
فرمائے کہ یہ ڈھائی روپے کنایت کے اور کن جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر میں بے فراہم
تھایہ ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں اس قدر کا جواب بلکہ
لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳۔ اپریل ۱۸۶۷ء۔ ع۔
ایضاً منشی صاحب دت اقبال نشان سیف الحق میان داو خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل
۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں
ارسال کئے کل ہی شام کے وقت آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب اور بھیجوں گا۔ صاحب تم نے
پانچ روپے کی ٹکٹ کیوں بھیجے۔ میں کتابت شدہ دلال۔ یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بہت برائی
حضرت اجلیں لطائف عینی کی بھیج کر اسکے پانچ سات دن کے بعد میں نامہ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے
لطائف کی رسید تم نے بھیج دی یقین ہے کہ نامہ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ مگر انہیں نواب صاحب کی بیعتوں

تیس تھک دلوادیں۔ بیس بھائی ضیاء الدین نے لیس دس مصطفیٰ خاں صاحب نے لیس باقی کا حال مجھے معلوم نہیں
دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے

اگر دنیا بنانشد در ہندم	وگر باشد ہمرش پائے بندم
بلاے زیر چہاں آشوب نیست	کہ پنج خاطر است ارہت و نیست

وں

جہاں ملت نہیں وہاں مصیبت ہے۔ جہاں ولت ہے وہاں ضرورت ہے میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست
اُن کی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہو کریں وہ مجھ کو لکھا کریں غریبہ کی
ہندی نخرہ جو فارسی میں غریبہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۰۸۷ ہجری ۶
ایضاً۔ بجائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پران کے
عقاب کی پاتا تو اُن سے عذر کراؤ اور اپنا گناہ معاف کروانا۔ جب سبب لال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں تم بڑا نہ
کسوٹے کہ اگر میں بڑا ہوں تو اسنے سچ کہا اور اگر میں چھاپوں اور اسنے بڑا کہا تو اس کو خدا کے حوالے کر دے

غالب بڑا نہ مان جو دشمن بڑا کہیں	ایسا بھی کوئی ہو کہ سب چھا کہیں جے
----------------------------------	------------------------------------

صاحب بڑھاپے میں تصویر کے پڑے میں کچا کچا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اُتار نیو لے
کہاں ٹھونڈوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہو اگر اتھ آجا دیگی تو وہ درتق مجھ کا
اجی وہ تو میں نے نواب صاحب کے ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بھی میں پُرا ہوں گا نا
کیا سنوں گا۔ بڑھا ہوں نا چ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بیٹی۔ سوت۔ میں اگر نر
شراب میں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۷۶ ع۔
ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک آئیں لیکن
ضائع نہ گئیں میرے شفیق اور تمہارے مرنے کے حرف میں آئیں۔ تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔ مصوے سخت
عاجز ہوں وعدہ ہی وعدہ ہو دغا کا نام نہیں۔ ٹیکٹا میر تقی کا انتخاب تمہارے خط کے پہنچنے سے

کاپی آج شروع ہو گئی۔ جس دن ٹپپنچا اسکے دو مہر دن دھیر مل گیا۔ تیسرے دن میں ملکو تھوڑی بڑی خط کا جواب لکھ بھیجا۔ یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہو گا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہو گا۔ کل حضرت کا بھی خط آیا ہو اس کا جواب آج تمہارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہوں بندہ پرورج کہتے ہو رحیم بیگ وطن اصلی سرہندہ اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلیٰ اس کل پیشہ ہے اور آٹھ دن برس گزرا۔ نظام در میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شکر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ۔ یکشنبہ ۱۸۶۵ء ستمبر ۱۸۶۵ء عیسوی ایضاً۔ صاحب آج تمہارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں جس نے نہ میں ڈٹی آئے تھے میری کئی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں اور ہر گرفتار انھوں نے نہیں لکھا۔ آغا عبد الرزاق شیرازی نے گویا میری خشکی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میرنشی کی صفائی نہ ہوتی ان دنوں ضعف طبع اور اس میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رہپور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی بھی تہمت نہیں آئی تمہاری بھیجی ہوئی غزلیں سب محفوظ دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو حبیب صاحب کی غزلیں دیکھوں گا تو یہ بھی دیکھی جائیگی جب حال یہ ہو کہ صلاح نہ دیکوں تو فکر تاریخ یا کروں۔ اگر میرا حال درست ہوتا تو صاحب لوی عبد الغفور صاحب تہلیخ کے دیوان کی تیاری ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سزا سمجھتا آج صاحب لوی صاحب میرا سلام کہیں دید میرا رقعہ انکو دکھا دیں۔ نجات طالب غالب۔ چار شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۶۵ء ایضاً جواب نشی صاحب کا خط ہری نواب ٹسٹ گورنر اگر وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ جب گورنمنٹ اعلیٰ نے مجھ کو خط لکھنا متوفی کیا تو ٹسٹ گورنر کے اگلے زمانہ کے خطوط کی یاد دل نہ ہو گا۔ ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجھ کو چھ آنے کے پیلو کا فوری

جو تم نے بابت محصول دیئے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقوم ۱۰ فروری ۱۸۶۵ء عیسوی - ۴

ایضاً صاحب میرا سلام تمہارا خط پہنچا۔ دلوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شہود خوشامد نہیں اور

میرا سلام اور شتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب لب ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء شہر -
 ایضاً منشی صاحب ہی جہان ہی زمین ہی آسمان ہی سورت بھئی وہی دلی مہی نواب میر غلام بابا خان
 وہی سیف الحق تیاح وہی غالب بھجان۔ انگریزی ڈاک جاری۔ ہر کاروں کو ریل کی سواری۔ برج الاول
 میں تھلا خط آیا برج الثانی جادی الاول جادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت خط
 لکھ رہا ہوں۔ صبح گئے ہیں اس وقت تک کہ کوئی مختار خط آیا نہ کوئی نواب جبکہ عنایت نامہ اسطے خدا کے
 میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط میں کئی نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپوں
 ارسال کرتا ہوں۔ خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تھلے پسند آئیں۔ نواب صاحب کی خدمت میں
 میرا سلام پہنچانا اور تعاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا۔ نجات کا طالب لب ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء شہر خطیرنگہ اور پارسل
 ایضاً۔ برخورد اور مختار خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغاوت قتل اللہ اللہ وہ سرکار امیر کر
 جوئے سرو پا ویاں پہنچا امیر بن گیا۔ اس ننگ کی فیصل خزان ہے میں بہت خوشی سے ملکا اطلاع دیتا ہوں
 کہ اردو کا دیوان غالب انصاف سے اٹھ گیا اور میں نے نور چشم منشی شیو زین کو مجھ یا یقین نکلی ہے کہ وہ
 چھاپیں گے جہاں تم ہو گے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا۔ طریقہ سادہ مندی یہ ہے کہ بھوکا اپنی خیر و عافیت کا
 طالب جان کر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو تم سے رہی میں
 اور چونکہ تمہاری خدمت چھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں۔ راقم اللہ خاں۔ مرقومہ شنبہ روز عید فقی ۱۲ جون ۱۹۶۶ء
 ایضاً منشی صاحبہات اقبال نشان سیف الحق میان داد خاں تم سلامت رہو۔ مختارے خط کے
 صفحہ سادے پر یہ طریقے رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامہ غالب صاحب کیلچ کہنی
 بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اس کی قیمت مانگ لیں۔ میں نے آپ
 تین جلد چھپوائی۔ دوستوں کو دو دو فریڈ کیناٹ دی۔ آج کیشنبہ ہے پارسل روانہ نہ ہو گا جتنے یہ نسخے
 اب میرے پاس باقی ہیں کل تھیں مجھوں گا۔ ماں صاحبہ روپے کا نوٹ پہنچا۔ اور روپیہ وصول ہوا

جواب طلب تھا۔ اشار کی صلاح سے میں نے ہاتھ اٹھایا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارض فساد خون میں مبتلا ہوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے ستر و چراغاں ہو گیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا کھانے وقت پلنگ پر اتر بیٹھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس ہی ہے۔ اتر کر بیٹاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی بھی گر گئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا قطعہ

میرا بابا یافت فرزند سے کہ ماہ چار ماہ	بروز لوج گردوں گردہ مثال دست
فرخی مینی دیابی بہرہ از ناز و طرب	از سہر ناز و طرب فرزند فرخ سال دست

شکستہ کے لون کے پچائش اور طرب کی طود کے نو فرزند فرخ خاں پر پڑھائے ہوں
غالب۔ روز پنجشنبہ ۱۶۔ اگست ۱۲۳۷ ع۔

ایضاً منشی صاحب سادات اقبال نشان منشی میاں داد خاں سیاح سیف الحق سلمی اللہ تعالیٰ۔
دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پر سوں بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۲۳۷ ع کو پہنچا
کل سوئیں ستمبر ماہ حال کو ستر و پے مندرجہ اس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے
بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور انکا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان
میں ایسے لوگ ہیں کہ زمین نے انکو دیکھا اور نہ انھوں نے مجھ دیکھا نہ میرا کوئی حق اپنے ثابت نہ انکو کوئی
خدمت مجھ سے یعنی منطوق۔ خیر خیر ہوں جب تک جو ننگا دُعاؤ ننگا۔ تمام عمر ممنوں اور شرمندہ رہو ننگا
تمہارا بھلی حسان مانو ننگا اب دو لکھ پن میں کاغذ آجائے تو اس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب
کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا

فن شریں اگر اس شیو کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہو۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل مختاری اس طرح کی
 نہیں ہوئی کہ جس میں صلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اُردو میں دونوں غزلیں لفظاً اور معنی بے عیب ہیں کہیں
 کی حاجت نہیں۔ آفریں صد ہزار آفریں۔ میر غلام بابا خاں صاحب قاضی ایسے ہی میں جیسا تم لکھتے ہو۔
 سیاحت میں س ہزار آدمی تختاری نظر سے گزرا ہو گا اُس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے راج ہو تو بیشک
 وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لایب فیہ کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے سنگاؤں ہاں کون سی چیز ہو کہ یہاں
 نہیں۔ آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگوڑے کم عزیز نہیں لیکن نمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت مالہ
 کا آم ہیاں پونڈی اور دلیاتی کر کے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ دیاں بہت اچھا ہو گا سورت سے آتی
 آم بھیجے محض تھکے۔ روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول اک اور پھر تنو میں سے شاید دس پنہیں میر سر کی
 قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں سیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبودار سے ہیں۔
 پونڈی آم بھی بہت ہیں۔ رامپور سے نوا ج صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر نیسیل ارمان بھیجتے رہتے
 ہیں۔ اسے لو آج بریلی سے ایک بھنگی ایک دست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکے۔ ہر ٹوکے میں سو آٹھ
 کلو داروغہ نے میر کے سامنے وہ ٹوکے کھولے۔ دونوں میں سے تو اسی آم اچھے نکلے اور ایک سوسترہ آم بالکل
 سڑے ہوئے۔ اور ان دن حال میں ایک ہفتہ میٹھ برس کہ پھر اب ہی آگ برس ہی ہوا اور جل جی ہے۔ شنبہ ۱۸ جون ۱۸۶۷ء
 ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ۔ پہلا خط تختار مع قصیدہ پنچائیں قصیدہ کسی کتاب میں کھڑکھول گیا اب
 دوسرا خط دیکھو قصیدہ یاد آیا ہر چند دھونڈا پایا بڑی بات رہے کہ ہفتہ مجکو یاد ہے کہ اسی وقت میں نے
 ان اشعار کو سرسریہ دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزارو اور مع الخیر وطن کو جاؤ
 لیکن بھائی وطن پہنچو ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ میں اس نشان سے تم کو خط بھیجوں۔ ۱۸ جون
 میر غلام بابا خاں صاحب فقیر کی طرف سے سلام کہتا فقط صبح شنبہ ۱۸ جون ۱۸۶۷ء - *
 ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان۔ شکوہ تختار میر کے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط تختار

حرف ہوں۔ پوج ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ رؤساء ہوں۔ یہ شعر ترقی کا میرے خیال پر

شہر میں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم

القصہ نہ دہے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ فافت تھی۔ ایک خط ضروری لکھتا تھا۔ جس کو لا تو پہلے تھا را خط نظر پڑا۔ کمر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھ نہیں گئے۔ ناچار اب کتابت جدا گانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے حالات کو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا تھک سلجوتی ہوں۔ دادا میرا اوراء الہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے تھا نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبدالہ بیگان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدر آباد جا کر نواب نظام علی خاں کا نوکر ہوتا تھا سواری کی جمعیت سے لازم رہا۔ کئی برس ناں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھرے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا اور راجہ تختا ورسنگہ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگان میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبہ دار تھا۔ اُس نے مجھے پالا۔ شہداء میں جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کشتری ہو گئی۔ اور صاحب کشتری لکھنؤ مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ و پڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر زر بانی کے تھی کہ عمر گاہا مر گیا رسالہ بر طرف ہو گیا۔ بلکہ کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا تھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ شہداء میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی کی درخواست کی ذکر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی سات بارچہ اچھے سرنج۔ بالا سے مراد یہ۔ یہ تین تم کا خلعت ملازان بعد جب تی میں دوبارہ ہوا بجو بھی خلعت ملتا رہا

لیجا کر پلنگت صحن میں ڈال دیتے ہیں۔ پتھاری غزلیں۔ میرا ربہیم علی خاں بہادر کی غزلیں۔ میر عالم علی خاں کی غزلیں۔ حکیم میراج حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن زندگی اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھوں گا تصویر کا حال ہے کہ ایک مصوٰر صاحب کے دوست میرے چہرہ کی تصویر اتار کر لگئے اس کو تین تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں آئے۔ میں نے گوار کیا آئینہ پر نقشہ اترانا بھلی کیا دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے میں نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں رہوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤ گا۔ شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب قطعہ پہنچا۔ اُس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے۔ اُنہا اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت گزار۔ بارے ایک میرا شاگرد مشید نشی ہر گوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع محل تبادیا۔ جو میں کہتا گیا اُس طرح وہ بنا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکل المطالع میں بھیجا یا ہفتہ آئینہ میں تم بھی دیکھ لو گے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ الہ جون ششہ اع۔

بنام مولوی منشی حبیب خاں مخلص ذکا

صحیح جہدہم شوال ۱۲۸۳ھ۔ ۵ فروری ۱۸۶۶ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادتاؤں
مجھ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے۔ ظاہر اس معاملہ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اس میں خل نہیں پتھارے خط
کا جواب صح اور اق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستر بہتر۔ اردو میں ترجمہ پر خرف ہے
میری بہتر برس کی عمر ہے میں اُن خراف ہوا حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامو باطل بہت دن کٹھا
رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست تاتے ہیں رسی
پر سنسراج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں غذا مخلوق ہے جسکو قند و شیرہ باوام مقشر
وہ ہر گوشت کا پانی۔ سر شام تلی ہوئی چڑکبا۔ سوتے وقت پانیخ روپے بھر شراب۔ اُدھی سکا

اور دو مچھلیاں صاحب کو دیجئے۔ دو شنبہ۔ ۸ نومبر ۱۸۸۳ء + غالب +
 ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے بیچ و بچ کے ماننے والے مجھ سے بڑے کو اچھا جاننے
 والے۔ میرے محبت۔ میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیجاں ہوں
 آگے بھرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رامپور کے سفر کارہ اور دہلی پر عیشہ و ضعیف بصر۔ جہاں
 چار سطر لکھیں انکلیاں طیرھی ہو گئیں حرف سو جھنٹے رہ گئے۔ اکثر برس جیا بہت جیا۔
 زندگی برسوں کی نہیں ہمینوں اور دونوں کی ہو۔ پہلا خط تھا راہپنجا۔ اس سے تمھارا مرض ہونا
 معلوم ہوا۔ متواتر دو مہر خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا سب شہراچھے اور لطیف۔ حافظہ کا حال
 کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہو کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا غرض کہ دو غزل بشادہ
 تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط حیرتی دار آیا گویا ستارہ بنا لدا
 آیا۔ حیران کہ ماجر کیا ہو بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ پاک
 بیجا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہا جاے تو رہ جاے ورنہ
 دلی کے ڈکھانے میں پہنچا کیا حال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کار پر دازوں کو ہتھکڑی
 مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صاحب کا تذکرہ مانگتے ہیں اس کا یہ حال ہے کہ عذر سے پہلو
 چھپا اور عذر میں تاریخ ہو گیا اب ایک مجلد اس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی
 ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر عافیت جلد لکھو۔ جواب کا طالب غالب۔ صبح جو ۲۵۔ دیکھ ۱۲۔ ۱۲ مئی ۱۸۸۴ء
 ایضاً۔ مولانا ایک تفقہ نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا
 تھا پھر لک اور مہربانی نامہ آیا اس میں میں نے اپنے خط کا جواب پایا ناچار اس خط کے جواب کی
 گزارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور بہت آزادانہ نہ فطرت کیا داند اس تحریر کے
 آنے پر مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افزا و زاور طبیعت اس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی

بعد عذر مجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔
 تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد پٹنڈ چٹا۔ اب خلعت معمولی ملا غرضکہ یہ ریاست کا ہر عرض مستہین
 انعامی نہیں۔ متوج الذہن نہیں ہوں۔ غلط فہم ہوں۔ بدگمان نہیں ہوں۔ جو جسکو سمجھ لیا اس میں فرق
 نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدر آباد سے گناہ خط ڈاک میں بھیجا بند پڑی
 کیا تھا کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب بات سے نہیں جاتا۔ بھیجنے کی غرض سختی کہ مجاہد سے سچ
 و مال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط
 بجنہ تھارے پاس اس خط میں لغو کر کے بھیجتا ہوں زہار و شخط کو پہچان کر کا تب سے جھگڑا نہ کرنا دے گا
 اس خط کے بھیجنے سے یہ کہ تمہاری ترقی منصب اور فزونی مشاہر اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔
 ایضاً بندہ پرور تمہارے دونوں خط پڑھے۔ غالب مستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو یاد رہا ہے
 دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دوسرے روز موصول ہوئے آپ کا پارسل
 بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا۔ خانصاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے
 جائیں گے۔ ابابا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا **س** کا مے کہ خواہتم ز خدا شد میسرم چ میں اس
 خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ گراں سخن فہم دوستوں کو غصہ آگیا ایک صاحب نے فارسی عبارت میں
 اس کے عیوب ہر کئے دو طالب علم نے اردو زبان میں دور سارے جدا جدا لکھے۔ دانا ہوا اور منصف ہو
 محرق کو دیکھ کر جانو گے کہ مولف اس کا حق ہے اور جبہ احمق دافع ہدیان و سوالات عبد الکریم
 لطائف غیبی کو پڑھ کر متبہ نہ ہوا۔ اور محرق کو دھونڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیچیا بھی ہے۔ دافع ہدیان
 سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں تھیں یہ
 کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بنور رو لکھنے کا جب
 آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پونچھے تو اسکی رسید رقم کجائیگی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ بھیجے۔

ایضاً۔ جان غالب۔ تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا
 ہوا ہوا آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی۔ اس کا جواب سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا۔ مؤید برہان میرے پاس بھی
 آگئی ہے اور میں اس کی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں وہ تمہارے پاس بھیجوں گا
 شرط مودت بشرط آنکھ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب میرے
 پیچھے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جاؤ درج کر دو۔ میں اب قریب مرگ ہوں۔ غذا بالکل
 مفقود اور امراض مستولی۔ پشہ برس کی عمر آتا لید وانا الیہ راجعون۔ یہاں میرا کو دعا جو ایک طالب علم اپنا
 ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ لیا اور آج ہی میں اس کا جواب اک میں بھیج دیا۔ اور اس خط
 کے ساتھ پارسلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارہویں دن خط اور مینا بیس دن میں پارسلی
 خط کا جواب ضروری ارسال نہیں لیکن پارسل کی سید ضرور لکھیے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو میری
 لیکن درعاجہ پر نہ کھلا۔ میں نے پارسل کہا ہے پاس بھیجا اور ایک کچھ لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خان کو دینا چاہیے
 پارسل کا نام مولوی صاحب کے نام اور آپ کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے خواہش کہ مولوی مؤید الدین خان صاحب کے لئے اور خط
 جو آپ کے نام پہنچ نہیں سکے اور ان سے پارسل کا حال فرما دئے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ
 اردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے بہر حال اب عاتب بھی لیجئے۔ اور مولوی صاحب کے لئے
 ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھتے داد کا طالب غالب۔ ^{اول} عادی و نذر ہم اکثر روز و فرما
 ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا آج میں باسخ طراز ہوا جس کا غدر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں
 آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور
 بعد بہیم دو خط پہنچے۔ میں صحیفہ شریف کی رسید لکھ چکا ہوں۔ بلکہ اس خط میں تجھ نجیٹاں کو سلام اور
 ارمان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے لکھ دی ہے۔ پارسل کے سزا نامہ سے میرا نام
 نہیں۔ پارسل تلف ہوا نہیں۔ آٹھ دس روز ہوئے ہو گئے کہ وہ مجھ کو اسی پارسل میں کہ اسکو دگر دلاں

اب درنگ و رزی کی تقصیر محاف کیجئے اور اپنے دونوں گناہوں کا جواب لیجئے۔ صاحب سراج الطیلس
 کلیات خوب لکھی ہے۔ مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام الطیلس بیہیجی۔ اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بندہ
 تم چراغ دو دمان ہر دو فافا اور منجہ اوان الصفا ہو۔ مجھ سے تمہیں محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری
 زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شو میں شرک کا لب ہو ایک ہش میری قبول
 تاکہ محکومت حصول ہو مبادی ذکر نہیں کہ ہوں قہر عالم نشین کہ تا ہوں جناب لوی ہوید الدین خان صاحب کے بزرگوں
 فقیر کے بزرگوں باہم وہ خلقت صفوت مرغی تھی کہ وہ مقضی اسکی ہوئی کہ ہم میں اور ان میں برادرانہ ارتباط تھا
 باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روز افزوں ہو گیا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔
 تو میں ان کے نام کا خط تمہارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ اچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ
 مولوی صاحب سے ملیں اور ان کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے
 کلیات کی باریں کا ان کے پاس اور ان کے ذریعہ عنایت سے اس مجلد کا حضرت خلیفۃ نواب
 خٹار الملک بہادر کی نظر سے گزرا اور جو کچھ اس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو
 مطلع فرمائیں۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۷۶ء۔ خاتمہ
 ایضاً انشی صاحب الطاف نشان سادت و اقبال تو اماں منشی حبیب اللہ خاں کو عاکب قہر جگر کی علی غیجے۔
 تھا راضی پھنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات بوجھتے ہو مگر میں کیا لکھوں۔ ہاتھ میں عیشہ
 انگلیں ان کہنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بنیائی زائل۔ جب کئی دوست آجاتا ہوں تو اس سے
 خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے غزنی فاتحہ دلاتا ہوں مونس کی
 روح کو اسکی بونہیجی ہے۔ ایسے ہی میں سونگ لیتا ہوں غذا کو پہلوتا غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب
 ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب توں پر ہے بھائی ہیں کچھ مبالغہ نہیں
 باطل میرا یہی حال ہے۔ انا لہذا انا لہذا راجون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۳۵۷ھ ہجری ۴

شروع ہوا۔ غذا ہجکوشات بلوام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا کارٹھا پانی۔ قریش نام کبھی کبھی تین تلوے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پلنچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسقیر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال اُڈھیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کے چار پایہ بن کر اٹھتا ہوں بیڈ لیاں لڑتی ہیں۔ مہنذا دن بھر میں ٹن بانہ بار اور اسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑھا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہر کسکو بد خواب نہیں ہوتا بعد ازاں قہر بول نے توقف نیند آجاتی ہے۔ ماہ ۱۲ کی آمد۔ تمار کا رخ ہر جینے میں مانسے کا گھانا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مردن ناکلید ہی ہے۔ مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جو اپنے طالب غالب۔ شنبہ ازروجنتری ۲۶۔ اور ازرو۔ رؤیت ۲۵۔ ربیع ۱۸۱۲ ہجری اور ۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط ازادہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔

ایضاً جاناں بلکہ جان مولوی منشی حبیب شاہ کو غائبیتِ دل کا سلام اور نویدیدہ و سرور سینی منشی محمد میراں کو دعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ہلو کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تجاری تھی اب تم بناؤ کہ رقم سی کی طرف سے مننے لکھا ہی یا خود لے کر تحریر کیا ہو لڑکا کا تھا ارٹھارے ساتھ حیدر آیا نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہو۔ مفصل لکھو کہ نخل مراد کا نمبر ہی ہے یا اس کے کوئی بھائی ہیں اور بھی ہو۔ اکیلا آیا ہو یا قبائل کو بھی اس کے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہاں صاحب محمد میراں یہ قسم قسمی اس کا ہو کہ آپ قوم کے سید ہوں منشاء ازراہ پُرسش و فور محبت سے نہ فضولی۔ یوسف علیخان شریعت علی خاندان میں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس پے ہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں تنخواہ بھی گئی شاعر ہیں۔ ریختہ کہتے ہیں۔ یوسف شہر میں مضطر ہیں ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں مگر اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھتے ہیں۔ ان کا باپ میرادوست تھا۔ میں انکو بجائے فرزند سمجھتا ہوں ہندو اپنی دنگاہ کے کچھ جینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرتِ خیال وہ انکو مکتبی نہیں تم انکی دعاؤ

کر لیا ہو بعد ازاں محصل آپ کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے یقین ہو کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ کے پاس پہنچ گیا ہو گا۔ ہاں صاحب خط دیر وزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اس حکم کہ میں اس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے انہوں نے دافع ہذیان لکھ کر فن سخن میں مجھ کو مدد دی ہو۔ منشی گو بند گھ دہلوی ایک نئے شاگرد امر میر سے آشنا ہیں۔ ان کو وہ خط بھیج دیا۔ یقین ہو کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھیجوا دیں گے۔ انہیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہو کہ مولوی صاحب رشاد آباد بنگالہ میں ہیں نوابانہ غم نے نوکر رکھ لیا ہو ہر شخص نے بقدر حال ایک ایک قدر دان پایا۔ غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی۔ کسم بخود نہ پذیرفت و دہر بازم برود چو نامہ کہ بود نا نوشتہ عنوانش پشیر میر ہے ولیچند دہلی میرزا فتح الملک بہادر مخور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری

دستم بہ کلید خزینے می بایست	دربود ہتی بدامنے می بایست
باہمچہ گہم بکس نینقادے کا	یا خود بزبانہ چوں منے می بایست

انا لله وانا الیہ راجعون

ایضاً دست روحانی و برادر یامانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے پوسٹ کیا کہ کہاں سے ڈھونڈ لکھا اور انکا تخلص اور ان کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے ان کو خط کیونکر بھیجا۔ اور وہ خط ان کو کیونکر پہنچا۔ حیرت اندر حیرت است اے یار من پہلے تو کہو کہ دُرفش کا دیوانی اور وہ قطعہ جب کی پہلی بیت یہ ہے لکھو بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو مجھ کو رسید کیوں نہیں لکھی

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ	دو خصوص گفتگو واپس انشا کردہ است
-------------------------------	----------------------------------

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیا چہ ثانی جوید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زمین دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے بہتر دواں برس

جاؤں گا اور آج اپنی جین ہے بس وہ توکل روا نہ ہو گئے اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ناچار تم کو لکھتا ہوں کہ میں اپنے پاس رہنے دوں گا۔ جبہ اگر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دیں گے تب وہ خط اُن کو بھیج دوں گا تم کو تردید نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں بندھو لال کا تھ غماز کی عرضی تھی بنام ہمارا راجہ بکینٹھ باشی سعادت بابو صاحب پرستل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہر دیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان ہمارا راجہ صاحب کے پاس لایا ہے اور جانی کی دستی روز گاریہ پور کی سرکاریں کر رہا ہے اور اُس کے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے اُن کے لکھنے سے مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہر دیو سنگہ کو بلالو۔ میں امر جزدی کے واسطے امر گلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُس کے جواب میں اُنہوں نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پر نگاہ کرتا۔ اُس نے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیج دی فقط ہمارے خط کے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پر یعنی بابو صاحب ابو ہوں گے۔ اگر ہر دیو سنگہ پھر کرائیگا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہو مجھ تک کا ہے کو آئیگا۔ خیر وہ بھی کہتا ہے کہ راول کہیں کو گیا ہوا ہے اُس کے آئے پر خست ہوگی دیکھئے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُس کے آتے ہی خست ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانا نہیں والدعا مازاد اللہ مگنا شستہ سہ شنبہ روز درود نامہ و مرسہ چار شنبہ۔ ششم اپریل ۱۳۵۳ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاتر سے آنا معلوم آویں تو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دوا کا اگرچہ اور امور میں پایہ عالی نہیں رکھتا۔ مگر اصل ج میں سکا پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہوں سود و سود میں میری پیاس نہیں بجھتی۔ تمہاری ہمت سونہارا فرین جے پور سے مجھ کو دہتر سا تھ آجائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار سہ کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اُڑیل جاتا۔ یہ پانسو تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات میں جا کر

کے جواب سے قطع نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ صاحب میں بعین غایت الہی کثیر الاحباب ہوں ایک تو سننے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک سالہ لکھا ہوا نام سکا ٹوئڈ برہان پر اس رسالہ میں دفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو نوٹنے کوئی پرکھے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شرعے کلکتہ نے تقریظیں اور تارخیں بڑی دھوم کی اٹھی ہیں جس کی میں نے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو اور دو چار جلدیں دفن کا دیانی علاوہ اوراق مذکور بھیج دیئے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ دفن کی جلد میں رکھ کر تم کو بھیجے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے دفن کو کھول کر دیکھا نہیں وہ اوراق مع دفن نیت طاف نیاں ہیں دو ورق اس لفافہ میں اپنے مکرر بھیجتا ہوں تم بھی لکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہاں صاحب! وہ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا مکان تنگ ست جہاں تنگ ست روح مختار الملک میں متضمن ہمدعاے مسکن و مسع پھر مہینہ بھر اسی اودہ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو بد لا مگر تین مہینا بڑھا دیا۔ یہی خبر میں پھر دیکھا گیا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہو اور ان کے شاگرد وضع تخلص نے اس کا جواب لکھا ہو آپ اس رُوداد کی تفصیل اور جواب اعتراض مقرر کے نام کا طالب ہوں بسبیل استعجال۔ دو شنبہ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۳ ہجری۔ ❀

بنام منشی ہر گویا صاحب الخطاب بمیزان تفت

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھنٹی دن رہے ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط مختار۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالعہ معلوم ہو گئے مگر ایک امر میں حیران ہوں کہ کیا کردن یعنی انھوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ لکھا ہے کہ اسکو الٹا میرے پاس بھیج دینا۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سبٹوایا تو

مولوی قمر الدین خاں کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چارچند
میں تو میں جزد میں تو بے تکلف بھیج دو۔ میں شاعر سخن سیخ اب نہیں رہا۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں۔ بڑے
پہلوان کی طرح ہوج تیلنے کی گون ہوں۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا اپنا کلام
کلام دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ میں کیونکر کیا تھا قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیج دو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۵ء
ایضاً۔ میرزا لفتہ تھارے اوراق مثوی کا پم فلٹ۔ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا
حاتم علی صاحب کی شریا آغا ز اگست میں روانہ کر چکا ہوں اس شرکی رسید نہیں پائی اور میں معلوم ہوا کہ
میری خدمت مخدوم کی مقبول طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی بنی بخش صاحب کہاں ہیں اور
کس طرح ہیں اور کس خیال میں ہیں۔ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں آلاہ آباد سے آگئے یا نہیں۔
اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ میرنشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا
کر رہے ہیں تاپ کو تباہ کیا دیکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے
اس خط کے پہنچنے تک غلب ہو کہ پارسل پہنچ جائے اس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیئے گا اب
اکبر سنو۔ میں نے آغا ز باز ہم مئی ۱۸۵۵ء سے دیکم جولائی ۱۸۵۵ء تک رُوداد شہر اور اپنی
سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہو کہ دستاویز کی عبارت
یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر میں درج ہے وہ بھی بے
آمینش لفظ عربی ہے۔ ہاں اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی
جو ہیں وہ لکھ دیئے ہیں مثلاً مختار نام۔ منشی ہر گوپال منشی لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا اسکی جگہ
شیوا زبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس قہ کا ہے یعنی نہ چھدرانہ گنجان۔ اوراق بے
پراس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۱۹ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۲۰
ہیں اگر ۲۲ سطر کے سطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزد میں آجائے یہاں کوئی مصلحت نہیں

سوڈیٹ سوچ رہیں گے سو میرے صرف میں آویں گے۔ جہاں جوں کا سودی جو قرض ہے وہ نقد بند
 سولہ سٹے کے باقی رہ گیا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوا گئے تھے وہ صرف انگریزی سود اگر کے
 دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمھارے شرب میں حلال ہے سودہ
 دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خط ضروری
 اور کو اخذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پاس میں اُن کے
 پاس روانہ کر دیئے اور اُس میں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو۔
 پنجشنبہ کو آج ۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ نہم جون ۱۳۵۲ ع۔ ۴
 ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیرے دن ہر دیو سنگ کی عرضی اور بچیس روپے کی رسید
 اور پانسوی ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے بچیس روپے ہر دیو سنگ کو دیئے اور تمھیں سے
 مجرانہ لینے بہر حال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعاد دی تھی ۶ دن گزر گئے تو ۶ دن باقی تھی مجھ کو صبر
 متی کاٹ کر پے لئے۔ قرض متفرق سب آدا ہوا بہت سبکدوش ہو گیا۔ آج میرے پاس
 محمد نقد کبس میں اور ۴ بوتل شراب اور ۲ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علی
 بھائی صاحب آگئے ہوں تو میرا قاسم علی خاں کا خط اُن کو دید و او میرا سلام کہو اور پھر مجھ کو لکھو
 تاکہ میں اُن کو خط لکھوں۔ بابو صاحب بھرت پور آجائیں تو آپ کا ہلی نہ کیجئے اور اُن کے پاس
 جائے گا کہ وہ تمھارے جو یاے دیدار میں۔ اسد اللہ۔ شنبہ ۲۴ جون ۱۳۵۳ ع۔ ۴
 ایضاً صاحب کیوں مجھے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا
 تم کو جیتا رکھے کہ تمھارے خط میں مولوی قمر الدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی
 خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو نبش کی فکر میں تھے ظاہر ایوں مناسب لکھا ہو گا کہ نوکری
 کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو بر لاوے۔ اُن کو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ قصہ پڑھنا

اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُن کو ہر رسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام تم سے اُڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس میں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اُسکو اپنے پیٹ سے مطالبے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کی واسطے پہلو ہتی نہ کرو اور بدلہ تو جہ فرماؤ کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ چھ جلد آرہی تگی کا ذمہ بخودار عبد اللطیف کا کرو۔ میری طرف سے دُعا ہے اور کہو کہ میں تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہوں۔ تصحیح بھائی کریں۔ تزیں تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ تزیں کو نیکر کیا چاہیے۔ شتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیرتی ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھج جاتی ہے پھر جلد بھی پُر تکلف بن جاتا ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعتی اور ہوشیاری اُن کی میرے کس دن کے کام آئیگی۔ میرا لفتہ تم بڑے دردمو۔ دلی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اُسکو آباد جانتے ہو۔ یہاں نیچر بند تو میر نہیں۔ صحاف اور نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا یہیں سب درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو اُن کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو کیا عجب ہے دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہیں جب مجھ کو لکھو گے۔ ہندوی بھجودوں گا چھ روپے آٹھ روپے دس روپے حد بارہ روپہ میاں کو سمجھا دینا۔ کمی کی طرف نہ گریں چیز اچھی نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں۔ منشی شیونراین کو سمجھا دینا کہ زہار عرف نہ لکھیں نام اور عرف ہنس۔ اجڑا سے خطاب کا لکھنا مناسب بلکہ مضر ہے مگر اُن نام کے بعد لفظ بہادر کا اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خاں بہادر۔ غالب۔ بھائی تم نے اوراق ثنوی کی سید نہ لکھی کہیں وہ پارسل میں سے گر تو نہ گئے ہوں۔ دیکھو کس لطف سے میری حقیقت بیان ہوئی ہے اوروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر میں اسکی عبارت کیا بتاؤں۔ صاحب مطبع اس امر کو

شکنا ہوں کہ ایک ہوا اس میں کاپی لکھا خوشنویس نہیں ہے۔ اگر اگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو۔ اس تہیہ دستی اور بے نوائی میں چسپیں کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع اتنے پرکیوں ماننے لگا اور البتہ چاہیے کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں ہر مہینہ پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہوگی۔ رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا۔ کھائی تین کی تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائیں گے بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تادمہ کرو۔ اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو گرنشی قمر الدین خاں آگے بڑھیں تو ان کو شریک مصلحت کر لو۔ ان تینوں کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب حاصل کا جواب یہ سب میں پاؤں ضرور ضرور۔ غلبہ لکھنا شہ و روان دہشتہ سہ شنبہ۔ مہذب ہم گشت مہذبہ ۶ جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً اللہ شکر تمہارا خط آیا۔ اور دل سودا زندہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آجائے۔ میں نے لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو میں آجائے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہر حال اس منہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوعہ لغات کے معنی حاشیہ پر پڑھیں اس کی روش لاویز اور قسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھی تھی کیا بھائی منشی نبی بخش صاحب نے شکر کے دو فقرے جس محل پر کہ ان کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔ میں نے جو تم کو میر زالی کا خطاب دیا ہے ان فقروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری میر امین منشی شیونز این صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں۔ تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے اگر دردم دیگر نہیں مباحش ہم زندہ نہیں کہ جگہ نولے بنا دیا۔ بہ نولے مباحش ہم نہیں عربی ہے اگر زندہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ تیز چاقو کی نوک نہیں کب لفظ پھیلا جائے اور اسی جگہ نولے لکھ دیا جائے۔ مائے امید سنگ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی

بندہ پرورد نواب عطاء اللہ خاں میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں اُن کے فرزند رشید میر غلام علی
المخاطبہ سیف الدولہ و دونوں صاحب سچ و سالم ہیں۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گاؤں
وہاں رہتے ہیں شہر میں اہل سلام کی آبادی کا حکم نہیں اور اُن کے مکانات قُرق ہیں۔
ضبط ہو گئے ہیں نہ واگزاشت کا حکم ہے۔ -

ایضاً میرزا قفۃ اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسانا تھا راجی کام ہے۔ بجائی تھیں گلستاں چھوڑ کر
کیا فائدہ اٹھایا ہے جو انطباع سنبھلتاں سے نفع اٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع نہ ہو۔ آمد اچھی چیز ہے
اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دید و بعد نوچینے کے
روپیہ نکول جائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نوچینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر اچانا بھی تو ہو
ہوئے اسکو مدت چاہیئے۔ رستخیز بچا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اس کا حال معلوم
نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۲۷۷ ہوتے ہیں۔ احتمال رفتہ
سال آئندہ پر ہا سو بھی ہو ہو م۔ میاں میں جو آخر جنوری کو رام پور جا کر خراج میں یہاں آ گیا ہوں
تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ شخص
والی دہلی پور کا استاذ تھا۔ اور وہاں گیا تھا اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ ہزار روپیہ
کم نہ دیا ہوگا۔ ایک چاعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ
نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دوسروں نے یہ نہیں کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر آکے آباد جو رام پور آئے اور انکو
غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو انھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو
اس کو جواب دے۔ نواب نے بر طرف کر دیا یہ تو سب سن لیا اب تم اصل حقیقت سُنو۔ نواب سیف علی خاں
بیاد تیس تیس برس کے میرے دوست اور پاتنچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے گاہ
گاہ کچھ مجھ پر کرتے تھے اب جولائی ۱۲۷۹ء سے سورویہ پناہ ماہ باہ بھیجتے ہیں بلاتے رہتے ہیں

اُردو میں آخر کتاب پر لکھیں منشی جی سے نشر لکھواؤ۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ ہنسب کی جگہ
لونا بنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا تپہ دو۔ خاتمہ پر مخالفت کا حکم صاحب مطبع سے لکھوا دو۔ بر خور دار عبد
اللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کر کے مجھ کو لکھ بھیجو۔ اپنی شنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بجان و دل مصروف ہونے
کا اقرار کرو۔ ان سب امور کی مجھے خبر دو۔ غالب جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۳۵۷ھ ہنگام نیروز۔ ۴۔
ایضاً۔ میرزا تقیہ کو دُعا غائب پنہے۔ دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں حاشیہ پر لکھ دیے ہوں گے
ہنسب کے لفظ کو چھیل کر نوے بنا دینا ہوگا۔ بر خور دار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا
اُن کی سعادت مندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں۔ کاپی لکھی جانی او
چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ آخر پتھر پڑا ہے۔ تو چاہیے اٹھ اٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے
جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں۔
مجھے مہربان اور حسن کلام کے قدر دان میں اُس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری
تفصیح کے رُوداد ہوں گے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونز این صاحب نے بھی لکھا۔ میں ایک
عبارت لکھتا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت میں چھاپ دو۔ نامہ نگار غالب کسار کا یہ بیان ہے
کہ یہ جو میری سرگزشت کی داستان ہے اس میں نے مطبع مفید خلائق میں چھپوایا ہے اور
میری رائے میں اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحب بطریق جب تک مجھ سے طلبِ رخصت
نہ کریں اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرات نہ کریں۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو
منشی شیونز این صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپے یں۔ یہ سب باتیں پہلے بھی لکھی
ہوں اب دوبار ضروری الاظہار تھے۔ اس واسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اُردو عبارت دوسرے کہ
میرے شیفتی مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جو اہم
لکھی ہے اسکا جواب ہی خط میں لکھتا ہوں تو کچھ چاہیے کہ اُن سے کہہ دو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو

آغا میں رہنے دو اور آئندہ اسی بحر میں اور شکار لہو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو۔ لیکن یہ خیال میں ہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن خطے اس بحر کے یا بحر مل کے اور بحر میں نہیں آسکتا۔ وہ شعر میرا یہ ہے۔

برج چون نام بابو برج موہن چکد خون دل ریش از لبِ مین

غالب۔ گناشتہ روز جمعہ۔ سی ام اپریل ششمارع۔ *

ایضاً۔ بھائی تمھارا وہ خط جس میں اوراقِ شنوی لغوف تھے پہنچا۔ اوراقِ شنوی دراقِ شنو کے ساتھ پہنچیں گے۔ اب تمھارے مطالب کا جواب مجداً لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب تم نے مرزا حاتم علی بیگ صاحب سے کیوں کہد بات اتنی تھی کہ وہ مجھ کو لکھ بھیجتے کہ شرائی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب ان سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہوں چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہو کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی بھیجوں گا۔ اور ایک جلد بذریعہ ان کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا اب سمجھ لو طرزِ تحریر کیا ہوگی۔ اور صاحبانِ مطبع کو اس کا انطباع کیوں نامطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی میں مجھ کو ہنسایا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ہے گرچہ عمل کا رخو مند نیست * عمل کا رابل کار * یہ شعر شیخ سحری کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے۔ جز جزو مند مفر ما عمل * یعنی خدمت و اعمال سوائے علما اور محققا کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے۔ گرچہ عمل کا رخو مند نیست * یعنی اگرچہ خدماتِ اشتغالِ سلطانی کا قبول کرنا رخو مندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہو کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے۔ عمل الگ ہو اور کارِ مضاف ہے بطرفِ رخو مند کے نہ دہائی خدا کی عمل کا رابل کار سنے پر نہیں آتا مگر قاتل و قہف یا پورب کے لکیوں کی فارسی۔ فقط غالب

آب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرط حیات بعد برسات کے پھر جاؤنگا وہ سو روپے مہینا یہاں
 رہوں وہاں رہوں۔ خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے۔ غالب ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء - ۳۱
 ایضاً۔ کیوں صاحب کیا یہ آئین جاری ہو رہا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے ولی کے خاں نشین
 کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زہار کوئی خط سکندر آباد کو یا
 کی ڈاک میں نہ جائے ہر حال سے کس نشو و نما کو ذمہ نشکوئے میکم ۴ کل مجھ کے دن ۱۲ تاریخ
 نومبر کو ۳۳ جلدیں بھیجی ہوئی برخواستہ ریشیو زاین کی پہنچیں۔ کاغذ۔ خط۔ قیطع۔ سیاہی۔ چھاپہ
 سب خوب۔ دل خوش ہوا۔ امشیو زاین کو دوا دی۔ سات کتا بین میرزا حاتم علی بیگ صاحب کی
 تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں منشی شیو زاین نے اندر کو دوا
 رائے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں یا ابھی نہیں بھیجیں۔ صاحب تم اس خط جواب دے لکھو اور اپنے
 کا حال لکھو۔ سکندر آباد تک پہنچے۔ اگر وہ کب ساؤنگے۔ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۷ء جواب طلب
 ایضاً صاحب ۲۵ اپریل کلک ایک خط ادیک پائل ڈاک میں لکھ چکا ہے آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط
 پائل دونوں پہنچے ہوں گے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت دانت
 کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست اور تمھارا ہمدرد ہے اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا
 اٹھارہ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت و صغیر نوجوان ۱۹۳۳ء میں بیمار پڑ کر مر گیا
 اب اس کا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُس کے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ
 نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُس کو پڑھ پڑھ کر دیا کرے سو بھالی اس سائل کی خاطر محبو غریزہ فکر
 متروک مہذبا واقعہ تھا دے حساب ہے جو خوشحالی شہر تم نکالو گے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے
 بطریق ثنوی بیس بیس شہر لکھو۔ مصرع آخر میں دادۃ تاج ڈال دو۔ نام اُس کا برج مہین
 اُس کو بابو بابو کہتے تھے چنانچہ میں بحرینرج مسدس مجنون میں ایک شعر لکھ لکھتا ہوں چاہو

بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا پیمنٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے لکڑے آگے
 کالی ٹہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ پیر دلوایئے۔ دلوایئے اور بارسل لے لیا مگر خیر
 کہ یہ کیا بیج پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوں کے جس میں ڈاک لیا۔
 ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیزنگ خطوں کی ڈاک میں سمجھ دیا وہ صاحب
 میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں۔ یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خواں میر سلام
 قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸ جولائی ۱۸۵۷ء - ۳۔

ایضاً۔ بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کوہنہ مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک بھج چکا
 اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ منو صاحب لفظ مبارک ہم حایم دال اس کے ہر حرف پر میری جان
 تیار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حکام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا
 جاتا میں نے بھی متوقف کر دیا ہے رہا میرزا مولانا و نواب اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو
 سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا فتنہ اب تم ترمین جلد ہا
 کتاب کے باب میں برادرزادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں
 خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجھ کو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب ہاں
 ایک اخبار موسوم بہ آفتاب ملتا ہے۔ اُس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ
 بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہو۔ حکیم حسن اللہ خاں چاہتے
 ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جب سچوں وہ جو چھاپے خانے میں سودے رہتے ہیں انکی نقل
 کا تبے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُمرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی۔ اور اہل علم سے
 اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُن کو ایک لفافہ میں بھج دے جائیں اور
 پھر ہر مہینے دو ہفتے اُن کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب کے

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو مخلوقات تفتہ وغالب کیونکر بن جائیں ۵ ہر یکے راہ پر کھڑے تھنڈے
انت متا سوتا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا زنا نہ لایگا۔ اب جو میں اُس شخص کو نصیحت کروں
وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جائے کہ عبدالرحمن کون ہے اور مجھ سے اُس سے کیا رسم و رواج ہے شبہ
جائے گا کہ تفتہ نے لکھا ہو گا۔ میں اُس کی نظر میں بیک ہو جاؤں گا اور تم سے وہ بھی سرگراں ہو جائیگا
اور یہ جو تم کہتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیزوں میں گنا ہے۔ بندہ پر حد میں تو بنی آدم کو مسلمان
ہندو یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں دوسرا نے یا نہ مانے۔ باقی رہی وہ عزیز داری
جس کو پہلے نیا قرابت کہتے ہیں اُس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اُس کے مراتب
مراج ہیں نظر اُس ستور پر اگر دیکھو تو مجھ کو اُس شخص سے خصل برابر علاقہ عزیز داری کا نہیں ازراہ اخلاق
اگر عزیز نگھد یا یا کہد یا تو کیا ہوتا ہے۔ زین العابدین خاں عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اُس کے
سالے کا بیٹا اُس کو جو چاہو سمجھ لو۔ خلاصہ یہ کہ جب ادھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُس کو لکھنا لغو و
بے فائدہ بلکہ مُضر ہے۔ تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفیٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے
ہیں۔ اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہ تم کو
خوش و خرم رکھے۔ مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۲۵۹ ع۔ *

ایضاً۔ صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہیں کرتا۔ سچ کہتا ہوں کہ
تمہارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے۔ جواب میں درنگ اس قدر
ہوئی کہ میں مصطفیٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا تین دن وہاں رہا۔ کل ماں سے آیا
آج تھکویہ خط لکھوایا۔ محوّرہ و مرسلہ چار شنبہ ۲۶ جنوری ۱۲۵۹ ع۔ غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہر کارہ وہ جو خط بٹا کرتا ہے آیا اور اُس نے
پارسل موم جامے میں پٹنا ہوا دیا۔ پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کھیں آیا۔

ہوگا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجھ کو غم نہیں مجھ کو فکر جانی جی کی ہے کہ اسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو
 صاحبانِ انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو عیسٰی مروجہ ہے سرکار اس ریاست
 قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بعد بستی ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری
 بندوبست میں کوئی قدیم خدمت حقوق نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ یہ
 قائم ہے۔ مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں خمد کون ہے اور ہمارے بابو صاحب میں اور مختار میں صحبت کسی
 رانی سے انجی کیا صورت ہو تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو۔ لیکن انھوں نے ازراہ دور اندیشی
 تم کو متوسل اس سرکار کا کرکھا ہو اور تم مستغنیانہ اولاً بالیاناہ زندگی بسر کرتے تھے اب زہار وہ روش
 نہ کھنا اب تم کو بھی لازم آ پڑا ہے جانی جی کے ساتھ روشناس حکام و الامتعام ہونا پس چاہیے
 کول کی آرائش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے
 اور میں نہیں کہہ سکتا کہ توقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجیر میں ہیں
 کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل و مشرق جو کچھ واقع
 ہوا ہو اور جو صورت ہو مجھ کو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب غور حاکم ہے۔ کل شام کو میں نے آج صبح قطعہ
 کیا اور یہ خط لکھ کر اندازہ احتیاط بیزنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس کا جواب بیزنگ نہ کرنا اودھانہ ایسی بڑی
 خیر نہیں ڈاک کے لوگ بیزنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ بڈ پڑا رہتا ہے جب
 اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اس کو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھتوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ
 چاشت گاہ دو شنبہ ۲۸ مارچ ۱۳۵۷ ع۔ ضروری جواب طلب۔ *

ایضاً میاں مرزا تفتہ۔ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور۔ تسلسل منہی سلا
 الفاظ ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محلِ غرور شرف ہے کہ جہاں
 شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے چاک گردیم واز جیب بداماں رفتم *

کہ چکا ہوں۔ اور اب تک نار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ نہ لفظ حکیم صاحب پاس پہنچے نہ ان صفات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سہی ضرور ہے اور ماں صاحب آقا بہا عالمی کا مطبع کوٹلی بنار میں ہے مگر آپ مجھ کو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجیب ہے کہ ان صاحب شیخ نے میری تحریرات کا جواب لکھا۔ فرمائش حکیم حسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن نے بھیجاؤ۔ جمعہ۔ ۷ ستمبر۔ *

ایضاً۔ بھائی میں نے نامتھاری شاعری کو نہیں جانتا ہوں کہ کوئی دم ٹکوں فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیح کی صنعت کا اور دوخت شعر لکھنے کا اس میں ضرورت نہ مانی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ اُسکو دوبارہ دوبارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہو گا۔ کیا ہنسی آتی ہے تمہاری باتوں پر خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے جانی جی کی بڑی فکر ہے۔ میں تم کو لکھا چاہتا کہ ان کا حال کھو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں یقین ہے کہ اجیر میں ہوں گے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں۔ خدا جانے کب چل نکلیں۔ بہر حال تم بھرتور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگوا لو اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ بھی مجھ کو لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول میں آگئے۔ کل ان کا خط مجھ کو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ یکشنبہ ۲۱ ماہ گشت ۱۲۵۷ھ - ۶ -

ایضاً۔ بھائی آج مجھ کو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی میں لکھا ہوں جس میں خط پہنچے۔ اگر وقت ڈاک کا ہو تو اسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیج دو۔ تشویش و خطر ایسا ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سنائی جاتی تھی۔ کل سے اور زری خبر شہر میں مشہور ہے تم بھرت پور سے قریب ہو یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم

ان سے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو ان کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رکن جس کے کھاتہ تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمہارے اور شہر مشرق اور ایک مذکرہ اور یہ چار کتابیں تمہاری بھیجی ہوئی ان کو نہیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمہارے بہت متعقد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں تنا بیڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہو گا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس اتفاقات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے نکلیں گے باقی مابغیر شہر سلامت۔ ان اُس کے تحت میں حصہ مشاہرہ کے علاقہ میں۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس میں ان سے کلام کروں میرا عجب حال ہو۔ حیران ہوں کہ تمہیں میرا کلام کیوں نہیں یاد آتا

گمان زبیت بود بر پشت زبیر دی

بدست مرگے بدتر از گمان نبوت

سامعہ مر گیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی تو میں انسان میں ہوتی ہیں سب منہجی ہیں۔ حواس سراسر مختل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رام پور و دیہہ دیتے ہیں۔ سال گزشتہ ان کو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم جو اس کا کام ہے اور میں اپنے میں کچھ نہیں پاتا تمہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ میں شمار کیجئے۔ تو میں سکے لمبر ہی ورنہ خبرات غار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہو ہی میری منت ہے۔ برس دن سے ان کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرر ہی نو میر تک آئی اب کیجئے آگے کیا ہوتا ہے آج تک نواب احمد ازراہ جوانمردی دیئے جاتے ہیں اور بھائی تمہاری مشق چشم بدھو صاف ہو گئی۔ طلب یا بس تمہارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی خواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ میں چراغ دم صبح و آفتاب سر کو رہوں

اتانہ و اتانہ راجوون۔ ۱۲ رجب۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضا میرزا فتنہ عجب اتفاق ہوا۔ منی شبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں لکھا آیا کہ

پہلا مصرعہ تھا اگر اُس کے پہلے مصرعہ سے اچھا ہوتا تو میرا دل در زیادہ خوش ہوا خدا تم کو اتنا جلا کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ لو۔ مگر خبردار قصائد بقید حروف ابجدی نہ جمع کرنا۔ صاحب مجھے اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اُس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے۔ میں نے اُس کو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پُرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُس دن پانچ ہزار روپے کے بھیجے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھ کو اطلاع دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کی واسطے میرا نام منشی محمد حسن نہ لکھنا چاہیئے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزرا اُنہوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار روپے تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلیب کجاست ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں اپنے نام کا۔ خط بادشاہ کو پڑھوا کر ان کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تم کو بھیج دوں گا بھائی یہ خط لکھ کر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خطر واثم ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر پڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دو شنبہ ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء +

ایضاً۔ آدم زلفہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو کیشنبہ کو مولوی منظر الحق

تم نے کھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ۛ

کہ مرزا یار شو بہرہ جفت
پند از خلق گیر و از من نہ
رہسہ کو گرفت چون تو بے
در تھ گڈ اریش چیا گمن

پیرے با پدر بزاری گفت
گفت بابا زنا کن وزن نہ
د زنا گر گیرت عتے
زن کنی ہرگزت رہا نہ کند

بہت اب تو تم سکندر آباد میں رہے۔ کہیں اوڑکیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو۔ اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک خچر ہے کہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے۔ اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہے تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے ۛ

عزبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام | زین ہو سہا بگزیا گز سے گزرد

مجھ کو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ۔ جیسے جاتا ہوں۔ باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہوں۔ جب موت آئیگی مری ہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تعزیر ہے بر سبیل حکایت ہے بارے جہاں رہو جس طرح ہو ہر ہفتہ میں الکیا رخط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۳۵۷ء - ۛ

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمیں پسند نہیں ۱۳۵۷ء کے خط کا جواب ۱۳۵۷ء میں بھیجئے ہو اور مرزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے آج تک اے ایدہ سنگھ نہیں ہیں اور ابھی نہیں جائیں گے تمہارا دعا حاصل ہو گیا ہے جس دن آئے تھے اسی دن مجھ سے کہ گئے تھے میں بھول گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاحبہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلس مرزا تفتہ کے دیوان کے اوڑکی تھنے

اُس کے متعاقب پارسل کا ہر کارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکیٹ لایا رسید لکھنی میں نے رائے سمجھی اور اسکا
دیکھنا شروع کیا بے کام محض دہنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوگی خوب دیکھا
سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اٹھایا جیسے رہو۔ تمھارا دم غنیمت ہو۔ بجائی کا حال
مفصل لکھو۔ منشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہان ہے اور کس طرح ہے علاقہ
بنا ہوا ہے یا جا تا رہا۔ صاحب قنٹ گورنری کا محکمہ آگے آگیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی
غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکریں یا مستغفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا آلہ آباد جا
اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ۔ ہنر چاہیے یہ بھی وہیں جائے کج تھا۔ اشار کا کاغذ پم فلٹ
پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ
چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء۔

ایضاً مزافتہ۔ ایک مرعوب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب ط مفرط ہوگا
میں اجرائے منشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا۔ بارے وہ نقشہ منشن داروں کا جو یہاں سے منکر
صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھ دیا تھا کہ شخص منشن بائے کا
مستحق نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری منشن کے اجراء حکم
اور وہ حکم یہاں آیا اور شہور ہوا۔ میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ناہ آئندہ یعنی مٹی کی پہلی کو خواہ
بٹا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپے کو باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۴ اپریل ۱۸۵۸ء۔
ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ میں نے اپنے سب لکچا جواب پایا۔ ملو سنگہ کے حال پر یکسو
مکھو رحم ادا نے واسطے رشک آتا ہے اللہ اللہ ایک ہ ہیں کہ دوبار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں
اور ایک ہم ہیں کہ ایک ویرچا پس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹا ہی
نہ دم ہی نکلتا ہے اسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا۔ تو تم کوں بلا میں پھنسا ہے وہ جو

بھائی مہر خواں کے دو معنی ہیں۔ ایک خطا کی جو سلاطین امر کو دیں۔ اور دوسرے وہ نام جو کو
 کا پیار سے رکھیں یعنی عوف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے
 جو تمہارے ذکر میں ہے پہلے مہر خواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مگر نہ کھنکھنے کی حاجت کیا ہے
 اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے۔ بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں حال اوراق کی تحریر کیسلا
 ہو ا صاحبان کو نسل کی رائے ولایت اگر یعنی میرے محکمہ میں منظور مقبول نام میر جس طرح چاہو لکھ دو

بہز نامے کے خونی سر بر آرد

بنام آنکھ اونا سے ندارد

شفیق البتہ مولانا مہر ذرہ بے مقدار کا سلام قبول کریں۔ کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل
 پہنچ جائے گا۔ رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے۔ مگر چونکہ محکمہ و کار فرماں ہے کہتے ہوئے
 ڈرتا ہوں۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے
 واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے محکمہ کی واسطے درکار ہوں گی۔ انکی صورت
 یہی بھڑی ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز بھی
 ہے اور پھر سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں۔ نواب گورنر بہادر۔ چیف کمشنر بہادر
 صاحب کمشنر بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر ملی۔ یہ کیا میری بد وضعی ہے کہ جناب آؤ غنیشیں صاحب
 نذر نہ بھیجوں۔ آخر گورنمنٹ کی نذر انھیں کی معرفت بھیجوں گا۔ نہ صاحب ایک جلد ان کی نذر
 ضروری ہے آپ گنجائش نکال کر جیسی چار جلدیں بنوائیں۔ ایک اور بھی ایسی ہی بنوائیں۔
 یقین ہے کہ آپ اس واسے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے۔ یہ عرض مقبول
 یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں معاف رہو۔ بھائی مرزا قفہ کل کے مرزا صاحب خط لکھیں
 تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تم کو لکھ چکا ہوں۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ بلکہ ایک
 قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح بخیر شبہ۔ سیام ستمبر ۱۳۵۵ ع۔ +

تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس مجھ سے ہیں
 یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کر گیا۔ اُمید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ میں بھول گیا اب
 جو تم کو اُس خیال میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجھ کو یاد آیا۔ جانتا ہوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دوبارہ
 اُن کے گھر گیا بھی ہوں مگر محلہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی
 جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میرا بادشاہ صاحب عند الملاقات میری دعا کہدینا
 لاول ولاقوة الا باللہ کہنے کے قابل بات پھر بھول گیا۔ کل میرا کرامت علی صفا تخلص کے میں نے
 آگے اُن کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تھا را حال پوچھتے رہے میں نے کہدیا
 بخیر و عافیت سکندر آباد میں ہیں۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہیں۔ انہوں نے
 کہا صاحب وہ بزرگ و استاد ہیں۔ میں اُن کا شاگرد ہوں کہیں سدر کے علاقہ میں نوکر ہیں سبیل
 آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انباک کو گئے۔ انباک اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی صناع

میں ہیں۔ غالب۔ گزشتہ دو شنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء۔ *

ایضاً۔ صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجھ کو بھی دی ہے۔ خدا
 سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرعہ کسی استاد کا لکھ چکا ہوں۔ میں ہرگز
 اُن کا ممنون جان ہوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لغافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام
 کا کوئی لغافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جائے اُسپر کیا بھوک پڑا ظاہر انھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا
 پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شہرہ یعنی صدائے ہب لغت فارسی ہے بشین مکسور دیا مسعود
 وہاں ہوز مفتوح وہاں تالی زودہ۔ اور عربی میں اُسکو صہیل کہتے ہیں۔ صہبہ کوئی لغت نہیں ہے
 عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صہبہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ
 درخود زودہ ہندسہ گاہے شمار یافتہ اصل مصرعوں پر پیش ہے و خدا بجا بخیر لکھ دیا ہے

ابن جبرائیل خط کا جواب تمہارے پاس آئیگا تب تمہارا شاگرد کو بھیجیں گے ہاں تمہیں فضل حسین خان ملے گا

برکیہ سیم نظر نہ کر دی

رفعی و مرخسہ نہ کر دی

یہاں سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا ان کا ان کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بستور نائب ہے۔ اسد اللہ - ۲۳ - فروری ۱۳۵۲ء -

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسوں آیا اس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اور تمہارا آیا اور اس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور کچھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسوں کے خط میں بھی آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیٹوں جون کو آج دو دن آج سے اس دن میں کوئی پارسل کوئی ہم فلت پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری ہم فلت پاکٹ دو شیویں کا وہ تھا کہ جس میں ایک شیوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اس کی اڑھائی ٹھیکتی رہی۔ اس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ سو ان دونوں شیویوں کو میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیج دیا ہے بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھ کو گمان ہے کہ یہ امر تم سے آگے کا ہے۔ پھر تقدیر بجا اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کو اغذہ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچا ہوں بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا۔ یا تم نے اس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جس میں میرا بادشاہ کا دتی آنا اور ان کا مجھے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور ان میں ہونا مہندراجہ میڈسنگ کا دتی میں آنا اور پنجر میرے گھر آجانا اور تمہارا ان سے ذکر ہونا اور ان کا کہنا کہ ان کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اس کا جواب لکھ بھیجا تھا اب میں جازن کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا؟ اللہ و پارسل جس کو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔ غالب - چار شنبہ - ۲۹ جون ۱۳۵۲ء - وقت نیمروز -

ایضاً۔ اسی میرزا قنصلہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈوبویا۔ کیا بڑی کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے۔ اور ایسا تہ قلہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پانچ لیر لیر جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ بے تکلف سبب نساں ایک معشوقِ خوبرو ہے۔ بد لباس ہے۔ بہر حال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور معلم کو حکم دیدیا کہ اسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۳۱۷ء۔ غالب ۔

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمہارا خط آیا۔ اور میں آج ہی جواب لکھتا ہوں۔ کیا تمنا ہے کہ تمہارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پہنچتا۔ میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے مہاجر غزل کی رسید نہیں لکھی۔ میں نے کتب کا پہنچنا تم کو لکھا تھا اس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۳۳ کتابیں پہنچ گئیں اور تقسیم ہو گئیں۔ سات کتابیں مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق ان کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیونزین کی اطلاع کے کل تک سیکر پائس پہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیونزین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ شاید میں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میرا قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ ولی ان دونوں میں آئے ہوئے تھے مجھے کل ملکر گئے ہیں۔ انکو ایک کتاب ضرور بھیج دینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میرا بادشاہ ہو کون میں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے مُنصف ہیں۔ کچھ ان کے خاندان کا حال اور ان کے دل کا نام لکھو تو میں غور کروں ورنہ میں تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہوں۔ پنجشنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۱۷ء

ایضاً۔ بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علی گڑھ سے پہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب میں کچھ خال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے کے مجھ کو لکھو گے

جو چھاپے کے حالات ہوں اُسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب سببشبنہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۶ء - ۱۷
 ایضاً میری جاں آخر لڑکے ہوبات کو نہ سمجھے۔ میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت جا
 میں نے لکھا تھا کہ شہر اقامت بلالوں کا ادھر لکھتا ہوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی بھیری تو
 بے تھارے نہ رہونگا نہ رہونگا نہ رہونگا۔ منشی بالکنڈے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی
 سے رامپور پہنچا۔ تلف نہیں ہوا اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں
 اصلاح دیکر ان کے اشعار بھیج دوں گا بے صبر کو اب کی بار مینا بھر صبر چاہیے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا
 ہے از بسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں۔ فرصت مشاہدہ اوراق
 نہیں ملی۔ تم اسی دفعہ کو ان کے پاس بھیج دینا۔ غالب۔ سببشبنہ ۱۲ فروری ۱۸۵۶ء۔
 ایضاً۔ کیوں صاحب مجھ سے کیوں خفا ہوا آج مینا بھر ہو گیا ہوگا۔ یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا
 کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاجابات دی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس
 چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب اندازوں میں ایک شیوجی رام مین اور بالکنڈے اس کا بیٹا یہ دو شخص ہیں
 کہ گاہ گاہ آتے ہیں اس سے گزر کر لکھنؤ اور کالی اور فرخ آباد اور کس کس صلیح سے خطوط آتے رہتے
 پہنچتے ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آمد خطوط کی موقوف صرف
 تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہاں ایک تم کہ ہر مینے
 ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سُنو صاحب اپنے پر ملازم کر لو ہر مینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا اگر کچھ کام
 آ پڑا۔ دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مینے میں ایک بار بھیج دی۔ بھائی صاحب
 بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیج دیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ
 اَللّٰہ آباد گئے ہوں کسو اسطے کہ جھکومٹی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا بہر حال اگر اب
 آزرہ نہیں تو جلد میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیں اپنی خیر و عافیت بخشی

ایضاً۔ اچھا بھائی نہیں ہے۔ دو مرتبے چار سو ہوں پان سو ہوں سب بدلو ڈالنا کا غد کا جو نقصان
 ہو وہ مجھ سے منگو لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکلی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دیکھ
 لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہر چند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ
 مرزا صاحب جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اوز ہے یعنی میں نے چھ جلدیں بارہ روپے کی لاگت
 میں بیکار سازی و ہنر پر داری بر خور دار منشی عبداللطیف چاہیں محض منتظر تھا کہ اب ان کا قبول کرنا
 جھک لکھو گے اور وہ پیہ مجھے منگواؤ گے۔ ظاہر اجد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے
 تو چھ جلدیں بڑاتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجائش ہے کہ دو بہت پر تکلف اور چار بہ نسبت اس کے
 کچھ کم اگر یوں ہے تو یہ تو مدعا ہے ولی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے۔ رائے امید سنگ کے نام کا خطاب ^{محتاج}
 رہنے دو جب وہ آئیں انکو دیدو۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیں کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا
 شروع ہو کر دوڑ تک پہنچ گیا کیا عجیب ہے کہ کتابیں جلد منطبع ہو جائیں۔ ہمارے منشی شیونریا صاحب
 اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ دروغ ہتھن خریداروں کی
 فراہم ہو جائیں۔ میرزا تقی خان آقا علی صاحب کے خریداروں
 ہیں اور میں نے جو جب ان کے کہنے کے برابر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب میں
 لکھا تم ان سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۲۶۷ء سے خریدار ہیں۔ آج ۱۶ ستمبر کی ہے دو غیر اخبار کے حکیم صاحب
 کے نام کے سزا مہ خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھ کر روانہ کریں آئندہ ہفتہ تہتہ بھیجے جائیں اور حکیم صاحب
 خان کا نام خریداروں میں لکھ لیں دوسرے اخبار ذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے
 اخبار کا ہوتا ہر جہن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اس ن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے
 ارسال کریں کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیج دی جائیگی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے
 اسکو کہہ کر جواب لو اور مجھ کو اطلاع دو۔ نہیں کہ نہیں کہ مرزا جانا ہوں اسکی دوستی کی خبر بھیجو۔ باقی

تمہارے اور ایک مسودہ بے صبر کاری میں کاغذ درپیش ہیں دو ایک دن میں بعد اصلاح ارسال کیئے جائیں گے۔ خاطر خاطر جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۳۰۷ ع۔ -

ایضاً کاشانہ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیوں کرتے ہیں صاحب آپڑا ہے کہ ہم بھی جواب ہی انداز سے لکھیں۔ منو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اُس کے دو بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آ رہے ہیں اور دوسرا مجھ کو ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمہارے نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے۔ جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے مجھ کو دوسرے کو سونے نہیں دیتے ننگے پاؤں پٹنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی اڑھاتے ہیں کہیں اڑھاتے ہیں میں نہیں تنگ آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں اُن کو تنگ آپ اُن کو جلد میرے پاس سبیل ڈاک بھیج دیجیئے کہ میں اُن کو دیکھوں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد تمہارے پاس سبیل ڈاک بھیج دوں گا۔ حق تعالیٰ تمہارے عالم صورت کے بچوں کو جتنا رکھے اور اُن کو دولت اقبال دے اور تم کو اُن کے سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچوں یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حُسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے اُن کو دیدیجیگا۔ اور ماں صاحب بابو صاحب اور تم آؤ کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ رونگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں واللہ عا۔ اسد اللہ گناشتہ جمعہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۳۰۷ ع۔

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپ کا وہ خط جو آپ نے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنا جانا اور وہاں کے شعرا سے ملنا سب اشعار جناب بند کے پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور غرض جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا جب تک اُن کا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت لکھ دوں گا۔

کی خیر و عافیت مولوی صاحب احوال اس سے سوا گوالیا کے قتلہ و قتلہ کا ماجرا جو معلوم ہوا جو وہ ان کا
مناسب وقت میں ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے اسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عا لیشان کا
امادہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ اگرہ کا حالی کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والے
کچھ خائف ہیں یا نہیں۔ غالب۔ گھناشتہ شنبہ۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔


ایضاً بر خودار میرزا نقیہ دوسرا مسودہ بھی کل نہیں چلا۔ تم سچے اور میں معذور۔ اب میری کہانی
سنو آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بہ ماہ نہ پائیں سال میں دو بار بطور
ششماہی فصل فصل یا کریں۔ ناچار سا ہو کر اسے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد میں مل کر
صرف ہویہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹواں دینا پڑ گیا ایک رقم معقول گھاٹے میں جا لگی

رسم ہر مہرہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پر مدار
محکو دیکھو کہ بیوں بقید حیات	اور چھ ماہی ہوسال میں دوبار

دس گیارہ برس سے اُس تنگنا میں رہتا تھا سات برس تک ماہ بہ ماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کل گریہ
کچھ اوپر سو روپیہ پیشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہوا اس نے مجھ سے پیام بکلی
ابرام کیا کہ مکان خالی کر دو۔ مکان میں ملی تو میں بیٹوں بیدار لے مجھ کو عاجز کیا اور دنگاوی وہ صحن والا
جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُس میں باڑ بندھ گئی۔ رات کو وہیں سویا گرمی کی شدت پاؤں کا
قرب۔ گمان یہ گز نہ تھا کہ یہ لنگر ہے اور اوجھ کو محکو بچا لسی لسی تین راتیں اسی طرح گزریں۔
دو شنبہ و چوالانی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ملتا آگیا وہاں جارا جان بیچ گئی یہ مکان نسبت
اُس مکان کے بہت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیاروں کا۔ اگرچہ ہے یوں کہ میں اگر در محلہ میں
جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئیں کے پتے سے آتے ہیں اور
بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں۔ ہر حال تم وہی ملی بلیاروں کا محلہ محکو خط بھیجا کرو۔ دو سو دس

ہوئی۔ بابو صاحب الاما قبا خط مختارے نام کا دیکھا اُن برس سال میں وہ آسانی تری اور بندو شادی سے بھاگتا ہے۔ کیوں تکلیف کریں اور اگر ہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر فرماں پذیر ہوں شہر سے وصال میرے پاس امانت میں ابدا چتے ہونے کے اُن کو دیکھو لگا اور تم کو مجھ دو لگا۔ اسی سطرین مجھ سے ہزار جر ثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲۔ مارچ ۱۲۵۴۔ ع۔ ۴۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات ہر و محبت و دریش آئے شعر کہے دیوان جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے مختارے دوست ولی تھے اور نسی بنی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم چکوا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط میں نے نسی بنی بخش صاحب کے بھیجا اُس کا جواب چکوا آیا اور ایک خط مختار کہ تم بھی موصوفہ نسی ہر گویا پال تخلص تھے تھے۔ آج آیا اور میں جس شہر میں اُس کا نام ولی اور اُس محلہ کا نام تیاروں کا محلہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں حرفہ البتہ کچھ آباد ہو گئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر منگن قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیو دیوار ہیں گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر میں راجہ نرندر سنگھ بہادر وائی پٹیلہ کے۔ راجہ نے صاحبان عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارت و ملی یہ لوگ بیچ رہیں چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہاں آئے۔ ٹھہرے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جانا امیر غریب سب نکل گئے جو رو گئے تھے وہ کالے گئے۔ جاگیر دار۔ پٹن دار و متمند اہل حرفہ

میں کو اغض ضروری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اور کیوں بھیجوں اب جو مختارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹
 فروری تک کیر آباد آؤ گے تو میں نے یہ خط مختارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسویں ہے پر یوں
 اکیسویں کو لفافہ اگر وہ کوروانہ ہوگا۔ بابو صاحب کی میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہتا
 وہ خاتمہ و راق اشعار پر لکھ دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اُن کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سرفر کے
 انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور راق اشعار گزراؤ اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم
 ہے اسکو غور سے پڑھئے اور اپنا دستور العمل گردانیئے نہ یہ کہ سرسری دیکھیئے اور بھول جائیئے پس
 تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہنا ہوؤں کہ وہ جو تم نے اس شخص
 کوئی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض اُن کا لخوا اور پرسش اُن کی بے مزہ ہو مگر ہمارا یہ منصب
 نہیں کہ متعرض کو جواب دیں یا سائل سے بات نہ کریں تمہارے شعر پر اعتراض اس لئے کہ وہ
 ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مائیں یا نہ مائیں کلام ہمارا اپنے نفس میں
 معقول و استوار ہے جو زبانداں ہوگا وہ سمجھ لیکھا غلط ہم کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں ہمکو
 تمام خلق کی تہذیب و تعلیق سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہوتے
 واسطے اغیار کے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں بار بار سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی
 کام نہ رکھو۔ آج تمہارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں  خود راجہ کہ تم کو
 زخود برنج درست و بدو السلام والا کرام۔ اسد اللہ ترمذی ۱۹ فروری و مرسلا بت ویکم فروری ۱۳۵۸ھ
 ایضاً منشی صاحب تجار خط اسدن یعنی کل بدم کے دن پہنچاؤں چارون سے لڑے میں قبل ہوؤں او
 مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لڑہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج خیشبنہ پانچواں دن ہے
 کہ نہ کھانا دن کو تیر ہے نہ رات کو۔ شراب و حرارت مزاج میں بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوؤں۔ بھائی
 اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ

برخاستی کی نہیں ی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مہر جانتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں۔ رو پوش نہیں ہوں
 بلایا نہیں گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہوں۔ کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں مگر اس جیسا کہ بلایا
 نہیں گیا خود بھی بروے کار نہیں آیا۔ کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہیں لکھا۔ کسی سے دریافت
 ملاقات نہیں کی۔ سئی سے نشن نہیں پایا۔ کہو یہ دتل مہینہ کیونکر گزرے ہوں گے۔ انجام کچھ نظر
 نہیں کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہر گو بند سنگ یہاں آئے ہوئے ہیں ایک بار سے
 پاس بھی آئے تھے۔ والدہ۔ غالب۔ روز شنبہ۔ سیام جنوری ۱۲۷۷ء وقت یروز۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہیں سنتے تو روٹھے
 کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تہائی میں صرف خطوں کے بحر سے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا نہیں جاتا
 کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو طرف دو جانب سے دوچار
 نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہر کارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو چکر
 اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزرتا ہوں
 یہ کیا سبب دتل و دل بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو۔ حسب لکھنے کی
 وجہ لکھو آج آئے میں بخل نکرو ایسا ہی ہو تو یرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار۔ ۷۔ ۱۲۷۷ء۔ ۴۔
 ایضاً۔ مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہر حال محکم
 کہ تالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں اپنا دوا گو سمجھتے رہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔
 وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی محکم نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بجا شرم کریں
 میرے قصیدے دیکھو۔ تشبیہ کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ شریں بھی یہی حال ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہاؤ
 حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایا سن جان کر

کوئی بھی نہیں ہے مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدت ہو اور بازوئیں اور دائرہ
 میں مبتلا ہیں گروہ لو کہ جو اس ہنگام میں کر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک ہو رہے ہیں۔ میں غور
 شاعر و شمس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اس کو نوکری سمجھو خواہ
 مزدوری جانو۔ اس قسم و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت
 بجالاتا رہا وہ نظر ابھی یگانہ ہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکام کو معلوم ہے۔
 مگر چونکہ میری طرف بادشاہی و قریں سے یا مخبروں کے بیاں سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔
 لہذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے
 ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا
 سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون
 جو آوے گھر کے گھر بے چارے پر ہے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بند و بست
 یزدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۲۸۷ء تک بستور ہے۔ کچھ نیک بد کا حال مجھ کو نہیں
 بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر
 اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی کچھ چاہیے
 مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ حال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط کھا دینا
 اس وقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ ۴

ایضاً۔ آج سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور
 جواب لکھا اور کلیان کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو کھچکا ہوں
 کہ دلی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آکر کیا کرو گے۔ بنک گھر میں خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
 بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

رہنے دیے ہیں اب تم کو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر مجھ کو خط لکھو۔ اس غلاف کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس میں تسلی کر دو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب جمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر حج ہے زیادہ

کیا لکھوں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمہارے اس خط کا جواب لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پانوں سوچ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ سلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھرنے لگا ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا۔ بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں بھیج کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ کل اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اس واسطے آج یہ رقم لکھ بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے بھی کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشنا سے قدیم ہیں گو میں مل نہیں سکتا۔ خط بھیج دیا ہے۔ ہنو کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب جاؤ گے۔

والدعا۔ غالب۔ جمعہ ۵ مارچ ۱۲۵۷ ع۔ -

ایضاً۔ صاحب میرے اگر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے از رو سے احتیاط لکھتا ہوں کہ نواب مصطفیٰ خاں کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چار شنبہ کے دن تم کو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط اُن کے دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر میں تصدیقات نہیں ہے سچ یا ایک تحفہ بنایا جا رہا ہوں آدمی بند رہیں گے۔ کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہیں میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام مجھے پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہو جائیے گا

سودا دہندہ گرفتاری بہ نظم خود تفتہ بیا کہ نوبت شیرازہ وقت تبریز است

صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۲۵۷ ع۔ -

کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ خط ایک بیت میں اُنکا نام اور انکی طرح آئی ہو اور باقی ساری شریں کچھ اور بھی
 اور طالب ہیں اللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیر زادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو انکی طرح نکرتا
 کہ جتنی تمھاری طرح کی ہے ہم کو اور تمھاری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی میں کو بہت جانتے قصہ
 تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمھارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اور لکھ دیا ہو اس سے
 زیادہ بھٹی میری روش نہیں۔ ظاہر اتم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو
 وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نشر کو مہل کہیں گے کیواسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں
 جو لوگ کہ قلیل کو اچھے لکھنے والوں میں جا میں گے وہ نظم و نشر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے
 شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جب کو تم لکھتے ہو ماہ الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ
 طب محمد بن خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سودمند ہے مگر اُس کا دیر میں ظاہر ہوتا
 ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیویں اور اُس میں سیر پیچھے تولد بھر چوب چینی کوٹ کر ملاؤ
 اور اُسکو جوش کریں اسقدر کہ چارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں
 بھر رکھیں اور جب باسی ہو جاوے اُسکو پئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات
 جب پیاس لگے ہی پئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پئیں روز جوش کروا کر چھنوا کر
 رکھ چھوڑیں۔ برس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہ کہ یہ نسخہ عرض کیا آگے اُنکو اختیار ہے
 ایضاً۔ تمھارا خط پہنچا مجکو بہت سچ ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔
 دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں
 میں مہل میں ہوں یہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ خط صحت کے واسطے مہل لیا ہے تمھارے اشارہ غور کرو
 دیکھو بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفاظہ تمھارے نام کا بھیج دیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ
 تم کو دیں گے۔ جہاں جہاں تردد و تاہل کی جگہ حق وہ ظاہر کر دی ہے اور باقی سب شمار بدستور

خط بھیجورام پور بھیجا۔ مندرمہ اپو کا نام اور میرا نام کافی ہو یا سی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ
 رام پور سے لکھوں گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۱۲ جوزی ۱۲۸۷ ع۔ *
 ایضاً۔ برغور اسعادت آثار نشی ہر گوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آگے تم کو حالات محل لکھ چکا ہوں
 ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ بالفضل نواب لغٹ ٹکونر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رام پور آئیں گے
 لیکن جو کچھ کوئی طہافات یا عدم اہمیت کا بیخبر ہے کانٹھور محکو یہ کہ اگر یہاں بسنا ہو تو فوراً ٹکوں بلالو ٹکا
 جو دن نگ کی کہ باقی ہیں وہ باہم سیر ہو جائیں۔ والدعا۔ راقم غالب۔ یکم مارچ ۱۲۸۷ ع۔ *
 ایضاً میرزا فتنہ کو دعا بیچے۔ بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا۔ اگر وہ میں ہوا نہیں۔ میرزا حاتم علی
 صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اس کا جواب آ گیا۔ میر کریم حسین صاحب
 خط پر سول آیا و چار دن میں اس کا جواب لکھوں گا۔ میرا حال بدستور ہے نہ نوید کا میا بی نہیں
 ناامیدی * بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے۔
 دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہیگا تب ان کو خط لکھوں گا۔ تم اگر ملو تو ان سے کہنا
 کہ بھائی قاسم علیخان کے شعر نے جھکوڑا مزا دیا۔ حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے
 ایک ولایتی جتہ اور ایک شالی رو مال ٹو حائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اس وقت روپیہ لے کر آیا تھا
 میں روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسنا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۸ جولائی ۱۲۸۷ ع۔
 ایضاً۔ صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور عتھار کشف پنجابے۔ میں راہ دیکھ رہا کہ عتھار
 خط آئے تو جواب لکھوں۔ کل تمہارا خط شام کو آیا۔ آج صبح کو جواب لکھا گیا۔ بات یہ ہے کہ ناہور
 آدمی کی واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں۔ میں غیب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے
 آتے ہیں تلف نہیں ہوتے۔ بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا
 نہیں۔ شہر کا نام ہوتا ہے۔ میں چار خط انگریزی ولایت سے مجھ کو آئے جانے ان کی بلالو

ایضاً انھوں نے دولت بر خوردار باشند۔ بڑھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کاہر کارہ آیا۔ اور خط مع جرہٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہندوئی بل جو کچھ کھینے ڈالا۔ ایک آدمی رسید پھر لیکن نیل کے کڑے چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شہ ہے لے آیا۔ آئے جاتے کی دیر ہوئی اور بن چوبیس روپے ماروغہ کی معرفت اٹھے تھے وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں پھیلے۔ جو چوبیس روپے باقی رہے۔ وہ کس میں رکھ لینے۔ روپے کے رکھنے کے لئے کچن کھولا تھا۔ سو یہ رقم بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں پھیلوں گا۔ خداتم کو جتیار کھے اور اجروے۔ بھائی بڑی آہنی بڑ بھائی اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر یہ قصہ نام ہوا۔ غالب۔ چار شنبہ شروع۔ وقت دو پہر۔ ۴ س
ایضاً صاحب تھا را خط میرٹھ سے آیا۔ مرآۃ الصائف کا ماثا دیکھا۔ سنبھستان کا چھاپا خداتم کو مبارک کرے اور خدائی تمہاری برو کا نگہبان رہے۔ بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزرتی
میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ماتھ آیا جو میرے قصائد کو اٹھاتا
سے جگنو فتح ہو گا۔ سعدی نے بونستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبھستان سے پاؤ گے اللہ کے سوا جو
ہے ہو موم و محدود ہے نہ سخن ہے نہ مخور ہے۔ نہ قصیدہ ہے نہ قصہ ہے۔ لا موجود الا اللہ۔ خبابائی
صاحب یعنی نواب مصطفیٰ خاں صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا ہمیشہ کی پیش گاری ہوئے
خوشی کی بات ہے اگر خوشی سے تعجب یادہ ہے کیا عجب ہو کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی
برو کار آوے یعنی آپکا پیش بھی واگدشت ہو جاوے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔

میرے پھوٹے کھلے ہیں۔ میں بازوید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اگر آج کو جائیں گے۔ میں آج آدمی اُن کے پاس بھیجوں گا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت بُلو جھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور سطح ہیں بھائی انکو خط لکھو۔ محترمہ عار جون ۵۹ء ایضاً صاحبِ تحار خط آیا۔ دل خوش ہوا تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو اگر وہ کتاب دیکھا منگو ابے ارسال قیمتِ غنوں ہے۔ چنانچہ حق التصیف تم نے کھا ہر بھائی میں کیا تم کو جھوٹ لکھوں گا اور شیو تر این نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہیں لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوئی ہیں تم کو میر سر کی قسم او میری جان کی قسم شیو تر این سے اتنا پوچھو کہ اُس بچائیں جلد کے بعد کی کتنی جلدیں غالب نے اور منگوئیں اور قیمت بھیج کر منگوئیں یا قیمت اُس سے لینا ہے۔ دیکھو میں نے قسم کھتی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔

اے اُمید سنگہ صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا اور یہ جو تم نے لکھا تھا کہ اگر دوسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو میرے پاس نہیں آیا تھا بلکہ وہ ہم کیوں ہو کیا نایر آدمی ہو اس کے نام کا خط کیوں نہ پہنچ گیا۔

ایضاً۔ اچی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے اُن کو خط لکھنا کیوں موقوف کیا ہو وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھ کو ضرور لکھئے گا۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۷ فروری ۵۹ء ع۔ ۴۔

ایضاً۔ کیوں مرزا تفتہ تم بے وفایا میں گنہگار۔ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی کیا میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں انہیں جبراً ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتہ کیا لکھوں۔ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریقِ پارسل میرے پاس آیا۔ میں خبر کا رکے راجہ اُمید سنگہ بہادر کے گھر کا پتہ تبا کروان بھیجا دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا۔ پانچ چار دن سے

ملی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے وہ تو بنیت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سینکڑوں انگریزی ہر روز
 ان کو آتے ہیں خلاصہ یہ میں نے پھر ان کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خطاب نے نام کا بھیج دیا۔ انھوں
 میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا کھوں۔ محلے کا پتہ
 آپ ہی لکھ دیجئے۔ یوئیں پہلے موقعی تم کو کھکھرتھاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ ان کے مکان
 کا پتہ ملی ماروں کا محلہ۔ دستوں کا کوچہ۔ دستنوکا یہ حال ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈی
 بھیج کر بارہ جلدیں اور ایک خستری ان سے منگوائی پھر ان کو ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں لکھنؤ کو
 انھیں کے ہاتھوں میں سے بھجوائیں اور اس کے بعد پھر ۱۸ آنے کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدیں وہیں سر فٹھنے
 کو بھجوائیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اس پچاس جلد کے سولہ جلدیں اور ان سے لے چکا ہوں
 مگر نقد ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں۔ ایک بار ہنڈی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ تم کو میری
 جان کی قسم سہل طور پر ان کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا
 قرض اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۲۵۹ء شمس۔ غالب۔ ✽
 ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ برخوردار میرا بادشاہ آئے ہیں انکو
 دیکھ کر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تمہارا حال سن کر مجھ کو رنج ہوا۔ کیا کروں
 نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزوں کی خبر سے سکتا ہوں۔ ہر پنجہ ساتی نارنجیت
 عین الطاف ست ✽ راج جو تھا دن ہے یعنی شکل کے دن کوئی پہر پھر دن چڑھا ہو گا کہ ناگاہ
 راجا اُمید سنگہ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ اگرہ سے آتا
 ہوں۔ بسا دن کی گلی میں جو چکیوں کی گلی کے قریب ہے جو جس صاحب کی کوٹھی انہوں نے منوں لی ہے
 اور اس کے قریب کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اس کو بنوا رہے ہیں۔ تمہارا میں نے ذکر کیا
 کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہر حال

پاس اندر بھیج دینا اور چالیس جلیس بموجب بان کے حکم کے میرے پاس رسال کرنا اور وہ جو میں نے
پانچ جلد کے آرائش کے باب میں تم کو لکھا ہے اس کا حال مجھ کو ضرور لکھنا۔ اس صاحب ایک باغی میر
سہو سے رہ گئی ہے اس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا۔ جہاں یہ فقرہ ہے
نے نے اختر خجست خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیاں نہفت

جائیکہ ستارہ شمع چشمی ورزد افشار گزن ارزن ارزد

خوشید ز اندیشہ جاوہر گردش بر چرخ زمینی کہ چنان سے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی
لکھ دینا اور حاشیہ میں پر جہاں اور معنی لکھی ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی مخفی قلم کر
کے دینا۔ افشار گزن ہر دو فتحہ۔ جاوہر گردش۔ غالب نگاشتہ ۲۸ گشت مشاع۔

ایضاً میرزا تقی محمد آخوندی۔ خیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس سارے اظہار کو
سخ نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لکھو نہیں ہے کہ میں ان کو لکھتا۔ لکھتے ہو کہ میرزا جہر کے دو چار روپے
زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ کہ میں نے ان سے ہتھار کیا تھا انھوں نے مجھ کو لکھا کہ

کتابوں کی دستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے
پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجھ کو مختار قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ ان کے دو تین روپے
آٹھ گئے ہوں گے۔ لاہنگا پڑنا و تخلص اپنے کو مختار شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں۔ کئی دن

ہوئے کہ یہاں آئے اور بالکل بے صبر کی غرضیں اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر ان کو حوالہ کریں
ہنری اٹوارٹ ریڈ صاحب مالک مغربی کے دیروں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب
ہیں۔ امن کے دنوں میں ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی۔ میں نے اب ایک کتابادہ بے جلد
ان کو بھیجی تھی کل ان کا خط مجھ کو اس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے۔ اور

ستنا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے بل کر نہیں گئے۔ بہر حال اس خط کا جواب
جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو جگہ لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں
یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تھلے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش
تم کو کیوں پسند ہے۔ محرزہ کیشبنہ ۲۷ رابع ششہ ۱۲۷۰ - غالب - +
ایضاً۔ شنبہ ششم مئی ششہ ۱۲۷۰ ہنگام غرور۔ بھائی آج اس وقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی
لکھتا ہوں۔ زور سہا لہ مجتہ ہزاروں کہاں سے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں تین برس کے دو ہزار
دو سو پچاس ہو سو روپیہ مجھے درج ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو مفرقات میں گئے۔ رہو دو ہزار
روپے۔ میرا فخر کار ایک بنیا ہے او میں اس کا قرضہ قدیم ہوں اب جو وہ دو ہزار لایا اس نے پچاس
رکھ لیے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سو دو مول کے ہوئے قرض
مستغرق کا اسی سے حساب کر دیا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ کھلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔
اہل میں یعنی دو ہزار میں تچہ سو کا گھانا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانچ سو سات روپے باقی
کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں مفرقات گیارہ سو چکا دیئے تو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آؤ
جھگڑے۔ پیسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا۔
دو ایک صاحب نچ میں ہیں ہفتہ بھر میں جگہ فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جائے
جس دن برات سے بھر کر آؤ۔ اسی دن جگہ فیصل دو سو سو کی خبر دینا۔ والدہ۔ غالب -
ایضاً۔ روزِ نظر نخت جگہ مرزا آفتہ تلو سلوم رہے کہ اسے صاحب کرم معظم راے امید سنگ بہادر
تم کی بھیجیں گے۔ تم اسی رقم کو دیکھتے ہی ان کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں ہیں تب تک
ساکر نامہ و تنہو کے باب میں جو ان کا حکم ہو بجا لانا۔ ان کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا
پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے وٹس جلدیں کے حساب

دن رات میں دو چار بار برے اور ہرگز نہ سوئے کہ تندی تاملے پچھلیں بالا غایت کا جو دلالت میر پر ہے
 اٹھنے سوئے جاگئے جیسے مرنے کا فعل اگرچہ گراہیں لیکن محبت چھلنی ہو گئی کہیں گن کہیں گن
 آگاہی رکھ دیا۔ قلم ان کتابیں ٹھا کر تو شے خانہ کی کوٹھری میں کھدیئے۔ ایک مرتبہ کی
 متوجہ نہیں کشتی فوج میں تین جیسے سہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ بجات ہوئی ہے نواب صاحب کی فوج
 تمہارے قصائد دیکھے جایں گے۔ میرا و شاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خبر و عافیت میں
 معلوم ہوئی تھی۔ میرا تمام علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ ہر سو سے نواب صاحب نے نوازشاں
 ہوئے ہیں ایک ملاقات ان سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں ہیں گے۔ بیار ہیں۔ جس شہنشاہ علی
 ہو چکی ہے۔ جو کلیں لگ چکی ہیں اب سہل کی فکر ہے سو اس کے سبب طرح خبر و عافیت میں توجہ
 ہوں گویا صاحب فراموش ہوں۔ کوئی شخص نیا تلف کی ملاقات کا آجائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں
 پڑا ہوں بیٹھ بیٹھ خط لکھتا ہوں۔ بیٹھ بیٹھ سو دیکھتا ہوں اللہ اللہ صبح مجھ کو میرا
 ایضا برسوں تمہارا حظ آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں مجھ پر تھا آج شام کو دیکھا تھا
 ہوا تھا۔ غزلوں کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ انکو بند کر کے رہنے دوں۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں
 خط کچھ ضرور نہیں میں ہی خیال میں تھا کہ ڈاک ہر کارہ آیا جانی جی کا خط لایا اسکو پڑھاں غلو
 ضرور ہوا کہ خلاصہ اس کا تم کو لکھوں یہ رقم لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گریزی دیوان گزرا
 راول جی کے نام کا خط گزرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو
 ایک معتد اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نے جنت
 کے استقبال کو گئے ہیں اور اب جنت علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ اگر وہ گوالیار کرلی
 ہوتا ہوا جمیر آئیگا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں۔ پس چاہیے کہ راول جی آئے پھر آویں
 ان کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہوگی بھائی جانی جی کو

ہاں بھی ایک تاشا اور ہے وہ جگو لکھتے تھے کہ یہ سب تو پہلے اس کے تم مجھ کو بطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا۔ اُن کے بھجنے سے معلوم ہوا کہ مطبع میں گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی۔ کیا اچھی بات ہو کہ وہاں بھی میرے بھجنے پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا۔ میں چیف کنسرنجیا کے یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکریٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گی۔ دیکھوں چیف کنسرنجیا کہتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں۔ تاہناں دوستی کے برودہدہ حالیہ رفیت و تحریک کا تم سب ۲۷ نومبر ۱۸۷۷ء کا۔

ایضاً میرزا الفتہ صاحب برسوں تمہارا دوسرا خط پہنچا۔ تم سے پراکیا ہے ایک فتوح کا منظر ہوں اس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے۔ زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے۔ ان شاء اللہ میرا خط حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدڑی ناٹھ یا بدڑی واس ڈاک نشی کرناں بآنکہ مجھ سے اس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر میں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام نشی کرناں تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو۔ اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو میں زندہ ہوں اوپر نمبر میں جو اپنے کو مرده لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مرده نہیں بجا رہی نہیں۔ بوڑھا ناتوان مغلس قرضدارکانوں کا پہرا قسمت کانے بہرہ زیت سے بیزار مرگ کا امیدوار۔ غالب۔

ایضاً جانی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں برسات کا حال تمہیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی جوبلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

اگر گنج گھر میلہ اوقلاو چہ بابک

کعب جواتر ازیرائے آن و اوم

چاہتا تھا کہ تم کو کھول کے ناگاہ تمہارا آیا مجھ کو کھنا ضرور ہوا آج تمہیں دو خط بھیجے ہیں ایک تو صبح کو پڑھا اور ایک اب بارہ پرتین بجے بزرگ۔ اس شعر کو اب چاہو رہے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملے غیث اللغات کھلوانی جواد کا لفت دیکھا میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جو یائے حال ہے دستہ اور اس کے چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور مجھ کو عا سلام کہہ دیتے۔ چونکہ تم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ان کا ستم اور اگر ان کا کہا ہو اتم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم۔ یہ حال خوب صریح حافظہ کا تم سے عجوبہ یاد دلایا ہے۔ یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت پڑ خواہی تم خواہی منشی منشی سید اللہ تعالیٰ۔ یہ یاد ہے یہ صریح اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہیں بندے گا۔ اگر دستہ کو ہر اسر عورت دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہو اور روز و شبہ ۱۲۳۲

ایضاً۔ جان من جانان من۔ کل میں نے تم کو سکندر آباد میں مجھ کو خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے۔ شاید اٹلانہ پھرے اگر پھر آئے گا تو آج یہ خط ملو اکبر آباد بھیجتا ہوں پہنچے پر جواب لکھنا۔ قطع رباعی کی بہت خوب سیکھو یہ ایک بات کا وقت ہی ہم کو ہر طرح لطف صحبت اور لطف شعرا ٹھالینا۔ بھائی منشی منشی صاحب کے نام کا خط پڑھ کر ان کو دیدینا اور اس کا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو میں نے خط اور قطع بھیجا ہے اس کے مرشد دار کوئی صاحب ہیں۔ من بھول ان کا نام ہے مجھ سے نا آشنا محض ہیں غارت ہو تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجئے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہیں اوپر اور ایک خط لکھ کر ان کو بھیجتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہ محض اور واجب الرحم ہے۔ اس کے حصول مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا۔

بہت ڈھونڈتے اور تمھارے بغیر بہت بیچیں ہیں۔ میں تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں انکو سمجھا سکتا ہوں تم کو کہہ دو کہ جس میں ساپ مرے اور لالھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے کھاتا تھا کہ بہت دن کے بعد ہنسی جی کا خط آیا ہے۔ اسد احمد۔

ایضاً بجائی پرسوں شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمھارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔ تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں بے پور کے اخبار و دو دن سے محلو وچ احمدیہ اور میں بہت بیچیں ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کو اخذ تم کو بھیجتا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسد احمد۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری ۱۸۵۳ء

ایضاً۔ صاحب تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ جہانیاں ز تو برگشتہ اندر غالب دترا چہ باک خداے کہ دشتی داری و خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے۔ بہ نسبت حکیم حسن احمد خاں کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ماں مرزا الہی بخش جو شاہزادوں میں میں انکو حکم کا اپنی بندر جانے کا ہوا وہ اخبار کرتے ہیں دیکھیے کیا ہو حکیم جی کو ان کی حویلیاں ملتی ہیں اب وہ مع قبائل ان مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم ان کو ہے کہ شہر سے باہر جائیں۔ رہا میں تو بیکسی و غریبی ترا کہ سے پُرسد بد نہ جزانہ سزانہ نفرین نہ آفرین نہ عدل ظلم نہ لطف نہ قہر ادن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب کپڑا یا تم تنم کا بنا ہوا ابھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری خبر تم نے کیا سنی مجھے اُس کے معلوم ہونے سے خراٹے کا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیر کے کا توئی میں اپنے شیوق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو یعنی الدین عیسا پوری کا کلام ایک شخص بتایا ہوا لایا میں کتاب دیکھ لیتا ہوں اس میں لیتا تھا صاحب میں اُسکو کھولا اسی ورق میں یہ مطلع نکلا۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ مضامین سبب اشتقاق ہیں بکار آمد نہیں خیر کبھی دیکھ لوں گا جلدی کیا ہو
تین بات چیت میں - تیری کاہلی - تمھاری کلام کا محتاج باصلاح نہ ہونا - کسی قصیدہ کی طرح
نفع کا تصور نہ ہونا - نظر ان مراتب پر کاغذ پڑ رہے - لالہ بالکنڈ بیسیک ایک پارسل ہے کہ اسکو بہت
دن ہوئے اب تک سزا نہ بھی نہیں کھولا انوایا کی شش ہندو غولیں پڑی ہوئی ہیں ۷
صفت نے غالب نکس کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
یہ قصیدہ تمھارا کل آیا - آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اسکو دیکھا لفظ کیا آدمی
کے ہاتھ ڈاک گھڑ بھجوا یا - غالب - ۲۷ نومبر ۱۹۰۷ء

ایضاً - منشی صاحب میں سال گزشتہ بیمار تھا - بیماری میں خدمت اجاب سے مقصود نہیں
اب مردہ ہوں مردہ کچھ کام نہیں کر سکتا - کشن و ڈپٹی کشن وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات
ہے مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے میں ایک بار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو مختار کا
کو تنخواہ ملے - ڈاکر و صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر ہاپٹ پر گئے - انکی جگہ ٹیکین صاحب
مقرر ہوئے ان سے ناچار ملنا پڑا - وہ مذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں کہتے ہیں مجھ سے بھی نہیں
نے مدد چاہی میں نے سات کتابیں بھائی حیدر الدین صاحب سے سفار لے کر ان کے پاس
بھیج دیں پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے ان کا حال لکھ بھیج -
میں نے ۱۶ - آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہیں اور اس سواد کی صورت یہ ہے -
نوابیہ الدین حبیب احمد خاں بہادر رئیس لہار و فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شریک ہیں
فارسی تیرا اردو میں خوشاں تخلص کرتے ہیں سدا اللہ خاں غالب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں بہادر
علاقہ دار جہانگیر آباد اردو میں شیفہ اور فارسی میں حشر قی تخلص کرتے ہیں اردو میں ہوس خاں
کو اپنا کلام دکھاتے تھے - منشی ہر گوبال منتر قلاؤں گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہیں -

جس کی گزارش اگر دینم کو یاد ان کیست چہ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں کچھ چکاپوں
تھیں وہ لوگ دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شبہ۔ ہر مارچ ۱۹۵۷ء۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرے ہریان میری جان۔ میرزا قنفذ مخندان بہتہار اسکندر آباد اور میرے خط کا ہتھکڑ
میں پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں شرکی داد اور نظم کا صلہ مانگتے
نہیں آیا۔ جھیک مانگتے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے وقتِ نصرت
میری تمت اور نعم کی ہمت۔ نواب صاحب از روئے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت میں
بہ فیض کے تولیدار میں جو شخص فقر ازل سے جو کچھ کھو لایا ہے اُسکے بٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک
لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول صاف کر دیا ایک اہل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور
بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا وسطے
میں صاحب کے کچھ عطیہ بقرب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفیٰ
صاحب بقربیت نہایت مندرجہ ذیل حشر آئیو لے میں اس وقت تک نہیں آئے جس تک یکم دسمبر سے
شروع۔ ہر دسمبر کو خلعت کا آنا سموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دو شبہ ۱۰ ہر نومبر شروع وقتِ نجات
ایضاً۔ میرزا قنفذ جو کچھ تم نے لکھا یہ بید روی ہو اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آرزو کی۔ مجھ کو ناپز
کہ میں ہندوستان میں ایک دست صادق لولار کھتا ہوں جس کا ہر گوپال نام اور قنفذ تخلص ہے
میں ایسی کونسی بات لکھو گے کہ موجب طال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اس کا حال یہ ہے کہ میرزا قنفذ بھائی کل ایک
تیس برس دیرانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری بڑائی کہتا تو میں اُسکو
حرک دیتا اور اُس سے آزدہم ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ اب باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی۔
سن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں بیٹھ نہیں سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں
بہذا یہ بھی ہے کہ اب شوق تمہاری بخت ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ علاج کی حاجت نہ پاؤں گا۔

فارسی کا محقق ہوں۔ کاتب ان اجزا کا جن کی رو سے کاپی لکھی جاتی ہے۔ فارسی کا عالم ہے علم ہنگا
غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔ تصحیح سے غرض یہ کہ کاپی سراسر
موافق ان اوراق کے ہوئے کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے آگے اس سے اس سے ٹکوبھی اور کچھ
کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا۔ آج جس طرح جھکو تہار اور مرزا صاحب
خط پہنچا۔ لانم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لغافہ اخبار پہنچ جاتا۔ مگر اس وقت تک نہیں پہنچا اور یہ دو پہر کا
وقت ہے خیر پہنچ جائیگا۔ میں نے تمہارا خط ان کے پاس بھیجا تھا انھوں نے تمہاری راک
منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے ان کے پاس بھیج دو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اجرت
کاتب ان کو لکھ بھیجے اور اپنے نام اور سکن سے انکو اطلاع دے۔ بس اس کو اپنے طور پر روپیہ
بھیج دیں گے۔ ہم تم واسطے شناسائی بہادر ہو گئے۔ ہاں اگر اچانا روپیہ کے بھیجنے میں
دیر ہوگی تو میں کہہ کر بھجوا دوں گا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔ *

ایضاً مشفق میرے کم فرمیرے تمہارا خط اور تین دو رو قہ چھاپے کے پتھے۔ شاید میرا ذکر لکھنے
کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ اور نہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام
مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے
اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حزن خط اور الفاظ کی صحت
میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہوں کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب
بل متوجہ ہیں۔ تو اگر اچانا اصل نسخہ میں سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اس کو بھی صحیح کر دیں گے
تم میری طرف سے انکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خطا میری
تصحیح چلی جائے جدول بھی مبلوع ہے۔ پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہا
تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی۔ کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرہنگ کا کاغذ اچھا ہے۔

تفہ تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خان غالب کے شاگرد ظاہر ابداس فہرست کے بھیجنے کے انہوں نے کچھ اپنا
منشی سے لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجھ کو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں محتارے خط کی روشنی
میں اطلاع پائی اب میں مولوی مظہر الحق ان کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا اصل یہ
کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے ہتھار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل کیا جائیگا صرف
شاعر کا اور اس کے استاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام متخلص و مرع ہوگا خدا کرے
تکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر اس واسطے مرع ہونے نام کے اور کئی بات کا احتمال نہیں ہے۔
رٹیکین صاحب نائب عدالت خیفہ کے حج ہو گئے۔ ڈگرو صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے
لگے رٹیکین صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ معذرا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا
عالم وہاں تک نا دشوار اور پھر کوئی مطلب نہ تھا ہوا نظر میں نہیں۔ بہر حال مولوی مظہر الحق پرسوں کشینہ
کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کر کے اگر میرا جانا یا لکھنا تہناری فلاح کا موجب ہوگا
توضو و جاؤں گا۔ غالب روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۳۳۷ ش۔ ع۔

ایضاً بھائی تاج صحیح کو سبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آئینہ خط جناب مرزا صاحب کجھت
میں لکھ بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ ایک خط تمھارا اور ایک خط
مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھایگا مرزا صاحب کی عنایت کا
بجالاتا ہوں یقین ہے کہ جلدیں میری خاطر خواہ بن جائیں گی کس واسطے کہ جو آج کے خط میں
لکھا ہے وہ بعینہ میرا کمزور ضمیر ہے خدا ان کو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے ان کے
خط کا جواب کل برسوں بھیجوں گا۔ رے امید سنگہ بہادر خوبان روز گاریں سے ہیں فقیر کا
یتاز ان کو کہدینا۔ خدا کرے ان کے سامنے کتابین چھپ چکیں بارے جبے گو الیا رتھریا
لیجائیں تو مجھ کو اطلاع لکھنا۔ نہیب کی جگہ نوے بن جانے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی میں

یاد رکھنا فائدہ میں ہم لوگ

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ

مصرغ ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فائدہ کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبداللطیف کے گھر میں لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر محکو بھی ہو چکی ہے اور تنہیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب بھائی ملو تو میرا سلام کہہ کر اس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب کا پور سے سادوت فرماویں۔ محکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہاں پلو ہاں ستر ہاں ۳۰ شنبہ ۲۶ جون روزنامہ عا ارضنا بخود ارتحار خط پہنچا۔ اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابوں کا پلرسل بھیجا ہوا مولانا جہر کا پہنچا۔ زبان نہیں جو تعریف کروں۔ شادانہ آرایش ہے آفتاب کی سی زائش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہیں اُن کا روپیہ تیاری میں صرف نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تم کو معلوم ہو محکو لکھ بھیجو۔ رقتا کے چھاپے جانے میں ہمارا خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رہے ہے۔ میرا بادشاہ کی اور اپنی ناشناسانی آگے تم کو لکھ چکا ہوں اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور اُمراؤ سنگھ کے آشنا ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو محکو بھی لکھ بھیجو تاکہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں۔ یہاں وہ بہت دروغ گردن راوی نے محکو بہت پریشان کیا ہے ایسا واسطے خدا کے چراوی نے روایت کی وہ محکو ضرور لکھو۔ اور تلج گنج کے رہنے والوں کی اتیری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم حقو تقصیر عام ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلات حرب و پیکار و دیگر توقع آزادی پاتے ہیں یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محترہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر شہادہ ع۔ غالب۔ ۴ ایضاً۔ بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا تو قریب کی نہ رہی۔ قلعہ اور پھر کیا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارہ ریوند اور انڈی کا تیل پیا

چھ جلدیں جو نذر حکام ہیں وہ اس کاغذ پر ہیں اور باقی چارہ سو راہی پر اور چارہ سو نیلے کاغذ پر چھاپو۔
 اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانیوالی ہیں وہ اس کاغذ پر چھاپی جائیں۔ اور باقی شیورامپوری
 یا نیلے کاغذ پر تحلف محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ ان کی تندرستی کتابیں اچھے کاغذ پر
 نہ ہوں مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زاد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیورامپوری
 ہوں باقی جلدوں میں تمہیں ختم ہوا ہے۔ ہاں صاحب اگر ہوگو تو کاپی کی سیاہی خدا اور سیاہ اور خشنود
 ہو اور آخر تک نگٹ بدلے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ
 کتابوں کی کچھ تزیں اور آرائش کی فکر کریں معلوم نہیں تم نے وہ پیام ان کو پہنچایا یا نہیں۔ آپ اور
 منشی عبداللطیف درمیر حاتم علی صاحب جہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ
 ان چھ نسخوں کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوادینا۔ اور اس کا روپیہ
 تیاری سے پہلے مجھ سے منگو لینا۔ ان کہ ہمہ اور یک دم بہ نوید بشو پدید آورو اگر در دم دیگر
 بہ نبیب مباحش بہم زندان۔ اس میں نبیب کا لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ ہوگا تب
 رہ گیا ہے۔ اسکو تیز چاکو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا یعنی بہ نوائے مباحش بہم زندان
 اور اس کا انتظام کیجئے کہ جب یہاں چھاپا آئے گا تو بنادیں گے نہ اصل کتاب میں غلط ہے
 نہ چھاپے میں غلط ہو۔ اگر اجزائے اصل میرا میر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو
 یا بھائی منشی بنی بخش صاحب کے یہ قلم دکھا کر سمجھا دینا اور بنوادینا از غالب روز شنبہ۔ ہفتہ ستمبر ۱۲۸۷ ع
 ایضاً۔ جیسے رہو اور خوش رہو ۵۵ لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی ۶
 زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان
 وغیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بنگ گھر کا روپیہ مصروف کاغذ و کاپی ہے۔ خاتم کو سلا کر
 منتقامت ہو جب علی بیگ سرور جوانانہ عجائب نگاہو آغاز داستان شہر آب جگہ بہت نر دیتا ہے ۵۵

بتاتے ہیں کیجیے کس دن کتابیں آجائیں۔ خدا کے سبک نامہ لکھنا نہ بنا ہو۔ ہاں صاحب فشی بالکندہ صاحب
 کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔ میں کیا کروں اُس خط میں اُنہوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا
 لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہدینا اور مطلع اگر کہ
 کتابوں کا حال تو تم خود دریافت کر ہی لو گے میری کہنے اور کہنے کی کیا حاجت۔ چار شنبہ۔ یوم نو مبر ۱۲۵۵ھ
 ایضاً یکشنبہ سوم ذی قعدہ پنجم جون سال حال حسب آج تمہارا خط صحیح کو آیا۔ میں دوپہر کو جواب
 لکھا ہوں۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سن کر دل گڑھا۔ حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست
 اور خوش رکھے۔ اور اوراق شغوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالب علم اور اشار کی تھی
 واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے پم فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا
 وٹکٹ لگا کر ارسال کیئے ہیں رسید ملے تو اُس کو دیکھ کر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے
 ایسا جانتا ہوں کہ پان سات دن ہوئے ہوں گے۔ منشی بنی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا
 گھر اُن کا آج گنج وہ خود مع بعض متعلقین اگر کہ ایک باز تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا
 جواب آیا۔ بابا چار بر خورار شیونزلین سے اُن کا حال پوچھوں گا۔ تم باہر کی ملاقات خضانی بھی
 رائے امید سنگہ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو۔ جب اگر کہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو
 ملاقات ہو جائے گی۔ میں خود واقعہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روئے قیاس کہہ سکتا ہوں
 کہ اگر کہ یا بندرا بن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط جھکو آیا ہو تو میں گنہگار۔ غالب۔

ایضاً۔ لو صاحب کچھڑی کھائی دن ٹھلاے کپڑے بچائے گھر کو آئے۔ ۸ جنوری ماہ
 سال حال دو شنبہ کے دن غضب الہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط میرے مضامین
 در ذناک سے بھرا ہوا راہپور میں میں نے پایا۔ جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ کہ مراد آباد
 میں بچکر چار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا۔ اُنہوں نے بیمار داری

اس وقت توجہ کیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہوں میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے۔
 وطن میں دو بار آدمی آدمی غذا کھائی گویا وطن میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب دہلی
 بنا اور آلو بخارہ کا فشرہ اسپردار رہا۔ کل سے خوف مرگ گیا ہے اور صورت زلیست کی نظر آئی ہے۔
 آج صبح کو بعد دو اپنے کے تم کو یہ خط لکھا ہے۔ یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں۔
 صاحب وہ جو میں نے ۱۷ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار
 دوسرے ماتم زدہ کو دید و کیواسطے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک وہ ہے
 اصرار جو تم کہتے ہو کہ کچھ اور اسی شعر میں سے ایک شعر بھی لوتے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر
 دست و گریباں تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اس میں سے کیونکر لے جاتے اشعار
 میرے پسند بے ستم بے غیب وہ جو تم کہتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینریم اور اس کا دوسرا مصرعہ
 میں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں من ہے یہ شعر غالب کو میرا معلوم ہوا ہو گا واللہ باللہ جب تک کہ
 تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ بہر حال بات وہی ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں
 بارے اب کھئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خان صاحب روزوں کے متوالے ہوں
 میں آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ اشوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے
 ان کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرا تو شاید مجھ کو خط لکھیں۔
 غالب۔ محرمہ و مرسلمہ دو شنبہ ۲۲ مئی ۱۳۵۷ ع۔

ایضاً۔ اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا
 معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے دیکھئے
 اب یہاں کب تک رہو اور اگر کب جاؤ۔ پرسوں بخوردار شید نراین کا خط آیا تھا۔ کہتے تھے
 کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا میر بھی ایک ہفتہ

نکو لکھ سکتا ہوں اگر ریل میں ٹھیکہ آجاء گئے تو زبانی کہہ دوں گا۔ غالب۔ ۴
 ایضاً۔ منشی صاحب ستاوت و اقبال نشان منشی ہر گوپال صاحب سلمہ اسد قتالی۔ غالب کی دعائے
 درویشانہ قبول کریں۔ ہم تو آپ کے سکندر آباد کا نو گویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ
 راجہ بان سنگھ کی عیولی مطیع اوودہ اخبار میں بیٹھے ہوئے راریہ تھ لکھنؤ کا پیڑی رہے ہیں اور منشی قلیچ
 صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفظ
 ابھی نہیں پہنچا ہر ہفتہ کو یکشنبہ جمعہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ٹیکسٹن صاحب
 کہاں ٹیکسٹن صاحب یکشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کے گئے مٹان یا پٹنہ
 کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب انکی ملاقات تو درجہ کو نہیں گیا
 اندر الحق گھاٹ پر نوکر میں حصہ مشاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب
 صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء۔ ۴

ایضاً۔ نوز چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدام کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخل نہ
 میں کا ذب۔ مگر قبول میر تقی سے اتفاقات میں زمانہ کے ۴ بہر حال کچھ تدبیر کی جائے گی اور
 ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا۔

یا کریم خود مند در عالم	یا مگر کس دین زمانہ نکر
-------------------------	-------------------------

انینا سے وہر کی بیج سرائی متوقف کر دے۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش
 رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۵ء۔ ۴
 ایضاً۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ
 تھارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں رویت ان تینوں قیصروں کی نہیں سیکھتا
 اور وہ مقدمہ فہ کا باقتضائے حالات زمانہ مست ہو گیا ہے مٹ نہیں گیا ویرا بد دست آید

اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہے کیا جکواؤ تار کر پھینکو گے
 ترک لباس سے قید ہستی مٹ جائیگی بغیر کھائے پیے گزارہ نہ ہوگا سختی و سستی رنج و آرام کو ہموار کر
 جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو۔ تا بآئیں ہی بنے گی غالب و قہر
 سخت ہے اور جان عزیز ہے۔ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ کہ پوشتہ بدل جا دارد و ہر کجاہست خدا یا بسلامت وارش
 صاحب کئی بارچی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ حضرت
 ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی
 شفقت کی طاقت نہیں رہی۔ مہذا تمہارا کلام نجلی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے
 شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک اٹیں شکار سکھاتا ہے جبہ ہواں ہو جاتا ہے تو خود لیے اعانت شیر شکار
 کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غل قصید
 لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اس کی ضرور مجھ کو بھیجا کرو۔

ایضاً شنبہ ۳ ریح الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشار کا ایک نہ ٹکٹ لگا کر اور
 اس پر لکھ کر کہ یہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیج دیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق
 میں ڈال دو خواہ مخواہ آدھی اسکا حکم بجالایا۔ اور اسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ
 کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دست آور مقبول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکے تم سے خط کا محصول
 مانگیں تو تم اس جگہ کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان سیر گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر کے
 نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ
 ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دو مگنا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا
 اختیار ہے۔ رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رام پور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس کو لکھنے کی

راجہ صاحب کے ریکوئزٹ پر منشی و اللہ باشد اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر مانتی تو بھی اُن کی بھٹکا
 جے پور کے لئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی سوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آباد سے
 خدا کرے وہ ابو پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کر دیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کی جانٹیکے اور وہ یہ
 بیچنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زیر مصارف ہر دیوسنگہ اسی میں سے مجرا میں میری
 کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو حشہ ہر دیوسنگہ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا کیا
 کا ترس سے آیا تھا کل اُس کا جواب ترس کو روانہ ہو چکا۔ واللہ عا۔ از اسد اللہ۔ حرقہ و شبنہ ہر مئی ۱۲۵۵ھ
 ایضاً۔ کل تھا خط آیا۔ راز بہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا تھا تم دیوانگی اور شوش کر رہے
 اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تھا۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو طب
 کر کے کہتا ہوں کہ اُنے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجئے مجھ کو تصور کر کہ اگر تم پر یہ حادثہ پڑا ہوتا تو میں
 میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ عیاذ باللہ۔ اب میں تم کو کیوں کہوں کہ بے خوفی گوارا کرو اور
 نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر بہر حال خوشی
 سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے یہ بتور بلکہ روز آخر و
 ہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ یہی

وصلے کہ درال ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد
آدم بر سر مدعا۔ تمہاری رائے ہم کو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا بیج پڑا کہ نکل نہیں سکتا نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوالے اسکے کہ تماشائی زیر قضا و قدر بنا رہوں کچھ بن نہیں آتی	
برینم کہ تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ وارد نہاں
جے پور کا امر محض اتفاقی ہے بے قصد و بے فکر درپیش آیا ہے ہوشناکانہ اور متوجہ ہوا ہوں	

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب میرا حال سنو

پایانِ شب سیدہ سپید است

درویدی سے اُمید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں محکومات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لاڈ لکنا تھا
میرا دربار خلعت بند کر گئے ہیں اُمید ہو کر بیٹھ رہا اور مدتِ عمر کو بالوس ہو رہا اب جو یہاں ٹھنٹ گورنر
پنجاب آئے ہیں میں میں جانتا تھا کہ مجھ بھی مجھ سے نہیں گئے کل انہوں نے مجھ کو بلا بھیجا بہت سی عیادت
فرمائی اور فرمایا کہ لاڈ صاحب تلی میں دوبارہ کریں گے میرے تھوڑے ہوئے اور میرے تھوڑے میں اُن ضلوع کے
علاقہ داروں اور مالگندہ داروں کا دوبارہ کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے دلی کے لوگوں کا دوبارہ دلی
ہو گا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ۔ بجائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری
گویا مردہ جی اٹھا کر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنتا مگر زکام سا ان سفرِ انبالہ و مصارف بے انتہا
کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدہ کی فکر۔ ادھر روپیہ کی تدبیر
حواس ٹھکانے نہیں۔ شعر کا دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان۔ میرا خدایہ مشکل بھی
آسان کریگا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چہن ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تھیں ایسی ہی کئی سطر
جانبِ اصحاب کے لکھ کر بھیج دی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے اگر خط لکھو گنا۔ روز چار شنبہ۔ ۱۲ رمضان ۱۲۴۲ فروری
ایضاً بجائی تم نے مجھے کوفہ و چار سو روپے کا نوکریا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپے مہینہ
قطعی آرزو کرتی ہو۔ تمھاری باتوں پر کبھی نہیں آتی ہے اگر جاننا تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا
کمپنی ہوتے تو مجھ پر ڈپٹی کلکٹر کی بہر حال خوش ہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپے مہینہ پنشن انگریزی
سے قسط مقرر ہو گیا تا ادا سے زرا بتدائے جون شلوع یعنی ماہ آئندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔
بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا ٹھنچا۔ عجب تماشا ہے وہ دزدک کے ہونے سے بخل ہوتے ہیں
اور میں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ اسے اتفاق آج میں نے اُن کو لکھا اور کل

دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھو ہیں جس میں اعداد و سال مطلوب مغل آتے ہیں اور
 معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت
 یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ مستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادا
 حق مودت ہے تو یمن حق دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ داد کا طالب غالب۔ +
 ایضاً۔ کیوں جہاراج کول میں آنا اور جناب نشی بنی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی
 اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو
 اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک ہوں گا اور کب جاؤں گا اور باوجود
 سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے نیچائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میر قصور سے
 اور مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ مختار سے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میر سے پاس موجود
 ہیں اور اصلاح پاچکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھجوں ہر چند انہوں نے نکھا ہے کہ اکبر آباد
 ہاشم علی خاں کو بھیج دو لیکن میں نہ بھجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرتور پہنچ کر مجھ کو خط لکھیں گے تو میں
 ان کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو کچھ گے اسپر عمل کروں گا۔ بھائی ایک ان شراب نہ پو
 یاکم پیو اور ہر دو دو چار سطریں لکھ بھجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اللہ۔ رقمزدہ یکشنبہ چارم جنوری
 ایضاً صاحب تمہاری سداوندی کو ہزار ہزار آفرین نکوئیوں ہی چاہیے تھا۔ لیکن میں نے تو کیا کیا
 بطریق متنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی کا لیتے۔ اب تم رو داد سٹو۔ عرضی میری
 مرجان لائن چف کشر بہادر کو گزری میر متنا ہو کہ عرضی کہ کو اغضیبہ سالن مجیدی جا اور یہ لکھا جا کہ صرف
 صاحب کشر دہلی کے پیش کردار بہر شہ دار کو لازم تھا کہ میر کا نام موفی دستور کے خط لکھتا۔ یہ نوادہ عرضی حکم چھی
 ہوئی میر پائیں آگئی تھیں خط صاحب کشر چارلس سائڈس کو لکھا اور عرضی حکم چھی ہوئی اسی غصہ کو بھیج دی
 صاحب کشر نے صاحب کلکٹر کے پاس حکم چھڑا کر بھیجی کہ سائل کی پیش کی کیفیت لکھو اب مقصد

بڑا چاہو گیا ہوں۔ بہر ہو گیا ہوں۔ سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا۔ میں اردو میں گنا جاتا تھا
 پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا و قبا لگ گیا ہے کسی ریاست میں خل کر
 نہیں سکتا تھا مگر ہاں استاد یا پیر یا تاج بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اٹھاؤں کچھ اپنے کسی
 عزیز کو دیاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ۛ

تاما نہاں دوستی کے بردہد	حالیارفتیم و تنحنے کاشیتیم
--------------------------	----------------------------

صحنہ کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا۔ آج کل آجائیکا پھر اس کے جزو دان کی تیاری کر کے
 روانہ کروں گا ابھی کل میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بھلاؤ۔ اگر جی چاہے تو اکبر آباد چلے جائے
 وہاں اپنا دل بھلاؤ۔ دیکھو اس خود داری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں
 والسلام۔ اسد اللہ۔ جہدہم و سبیر شہ ع۔ ۛ

ایضاً صبح دو شنبہ۔ پنجم جاوی لا اول و نوزدہم نومبر سال حال۔ میزرافتہ کل تمہارا خط
 کا غذا شتار آیا۔ آج تکو خط لکھتا ہوں اور خط لکھتا ہوں موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہوں کا غذا شتار
 پرسوں روانہ ہو گا۔ فن تاریخ کو دوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں۔ اور تمہاری طرح سے یہ بھی عقیدہ
 نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادا ہے حق محبت ہوتا ہے بہر حال میں نے منشی نبی بخش مرحوم
 کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔ منشی قمر الدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ۛ

شیخ نبی بخش کہ باحسن خلق	داشت مذاق سخن و ہنس تیز
سال وفاتش ز پئے یادگار	بادل زار و مژدہ و جسدہ ریز
خوہم از غالب آشفتم	گفت مدہ طول و بکورتین

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد و کمال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی
 مرفوع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ۛ در سال غرس ہر آنکہ ماند بیند ۛ انوری کے قصائد

کہ اس خیال میں ایک بنا ڈالی تھی وہ اٹھی راجہ لڑکا ہوا اور گھوڑا ہوا راجہ راول جی اور سعد خان بنے رہتے تو کوئی صوت
نکل آتی اور یہ جواب لکھتے ہیں کہ راجہ تیری دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے یہ بھی تو آپ نے
تحریر شعی ہر دیوسنگہ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر دلیشن ہو۔ وہ بھی جواب صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کو سٹے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور میں لیکر چلا۔ بھاگن۔ چیت۔ بیسا لکھ نہیں
معلوم رہی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو بھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرورد بابو صاحب نے پہلی بار تو کچھ
دو ہندو یاں بھیجی ہیں تو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین نے کش کیواسٹے۔ راجہ صاحب کی طرف سے
ایک تولہ کنور صاحب کے الغام میں اور ایک اپنی طرف سے جکبو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہندو یاں
سو سو روپیہ کی بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلہ کے روپوں کے
چار سو اور اس کے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اس کا حساب صاحب
کی عمر چوالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں
ماں صاحبہ ہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرلنے دوست ہیں برسوں یا اترسوں جو دیکھ
کا ہر کارہ تھا اخط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں انکا میرکان کے
پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم انکو میر اسلام کہنا اور کہنا کہ حضور
اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئے۔ غالب۔

ایضاً۔ عجب تاشا ہے بابو صاحب کچھ چکے ہیں کہ ہر دیوسنگہ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہندو یاں
مگر اس کے مصارف کی بابت انیس روپیہ کئی آئے اس ہندو یاں میں محسوب ہو گئے ہیں میں اپنے
پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہندو یاں جکبو بھجتا ہوں میں نے انکو لکھا کہ مصارف ہر دیوسنگہ میں
مجاورد گنا تکلیف نہ کرو دے یہ میری طرف سے ہر دیوسنگہ کو اور دید اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو
کی ہندو یاں جلد روانہ کرو۔ سو بھالی آج تک ہندو یاں نہیں آئی میں حیران ہوں وجہ حیرانی کی

صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اس حکم کی نہیں کی پرسوں تو ان کے ہاں راجہ جی آئی ہے دیکھنے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں ذکر کہاں رہا ہے جو اس کو دیکھیں گے۔ بہر حال چذا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں محکام کے نزدیک یہاں تک لپک ہوں کہ نیشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمر الدین خاں کا کوٹ جانا اور راہ سے پھرانا معلوم ہوا حق تعالیٰ انکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب سلام اور ان کے بچوں کو دُعا کہنا اور یہ خط ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی بُدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خذا اچھی کرے وہ غرت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیسِ نادوں کا تھا اُن کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا اپنی بجائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور اچٹھی اور کشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مثل اس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اُن بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیج دی ہے ہر جہاز دوست میرا سدنیکوٹ ۴ سنو میرا تفتہ اُن میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں تو تم میری بھائی اور مولوی قمر الدین خاں کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۲۵۵ ع۔ اریضاً۔ بھائی ماں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب گئیں۔ کل ایک دست کا خط اکبر آباد آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرزا۔ رانی فری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی جینا تھ کے آنے پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ اُس دست کی تحریر ہے۔ ظاہر اُس کو یا بوجہ صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دست نے بطریق اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنارہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب بے پور کا مقدمہ بالائق اسکے نہیں ہے

کہ اگر ایک فرزند شرکابی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا تھا اور اگر فرزند قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بنی شروع ہو گئیں ہوں گی تم سمجھتے میں تمہارے اور بھائی منشی بنی بخش صاحب اور خباب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمہارا اور ان کا آنا سمجھتا ہوں۔ تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تعمیل سے فریخت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں۔ میں ان کتابوں کا آنا کب تصور کروں دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہیں دیوالی کی تعطیل کئے بت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمر الدین خاں صاحب کے نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں ان کا آگرہ کا آنا لکھا۔ پھر وہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خان صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر مبعوث ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خان صاحب کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہے۔ مولوی قمر الدین خاں صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اسکا فلو کیوں نہیں ہوا اب ان سب باتوں کا جواب لکھئے۔ خباب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئے اور یہ پیام کہئے کہ کتاب کا حسن کاؤں سے سنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو شک ہے کاؤں پر اور کان خشک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کتب ملے گا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجھ کو جلدی نہیں ہے آپ کی تخفیف تصدیق چاہتا ہوں۔ یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔ خباب منشی شیونزین صاحب کی عنایتوں کا شکریہ میری بانی ادا کیجیگا۔ اور یہ کہئے گا کہ آپ کا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور مہذا کوئی امر جواب طلب تھا اس واسطے اسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ دروان داشتہ صبح شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۲۷۶۔ رقم غالب۔

یہ کہ اس ہڈی کے بھر مسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے وہ تھا خاکرے میں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے یاہو صاحب کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کوئی ایسی بات اگر مصارف ہر دیو سنگ میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انیس اور پچیس۔ چون روپے نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفظی خطوں کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے با انیمہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور آئے ہیں۔ اچیر نے کی تو ظاہر کوئی وجہ نہیں ہے ناچا کثرت انتظار سے عاجزا آج تم کو دکھا ہے تم اس کا جواب مجھ کو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے۔ زیادہ زیادہ۔ اسدا اللہ مرقومہ: بخم جون ۱۳۳۷ ع روز پنجشنبہ۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق و حال ابھی توں ہی سحر میں گے اگرچہ گرمی رفع ہو گئی مینہ برسنے لگا۔ ہوائے سوز چلنے لگی۔ مگر دل مکڑ ہے اور حواس ٹھکانے نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولیعہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اسکا خاتمہ بہارِ مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی بنی بخش صاحب پر سوں یا انیسویں بچوں کا ان سے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے ان کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہر پال صاحب کو بھی دینا کہ وہ پڑھیں اور چاہیں تو نقل لے لیں۔ اسکے سوا اور جو کچھ تمہارے خط میں لکھا تھا وہ جواب طلب نہیں۔ اور توں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسدا اللہ۔

ایضاً۔ کیوں صاحب اس کا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیو زاین صاحب نے کہہ کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یقیناً کر رہا ہوں

کسی اور کی ہو گئی۔ لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطیع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔
بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔ ۳۔

ایضاً۔ بھائی صاحب ۳۳ کتاب میں بھیجی ہوئی بر خوردار منشی شیو نرائن کی کل حصہ کے ۱۲ نومبر ۱۹۰۷ء
اور سیما ہی و خط کا حسن دیکھ کر میں نے از روئے یقین جانا کہ طلانی کام پر یہ کتابیں طوں بہت
بن جائیں گی حوریں دیکھ کر شہ رائیں گی یہ تو سب سے گریہ کر دیکھے مجھ کو ان کا دیکھنا تک یہ ہو
آپ پر گمان تھا ہلکا گزے یہ تو کیونکر ہو۔ ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے
حق کا جلا و نہ بنجائے یعنی مدت مناسب دیر نہ لگائے اور ہاں حضرت کچھ ایسی تنگی ارسال
کر لیجئے گا کہ وہ پارسل شوب لفس محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے۔ مجھ کو وہ
ایک ایک کتاب اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یا الہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا
پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھتے
اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے

یارب این آرزوے من چه خوش است	تو بدین آرزو مرا برساں
------------------------------	------------------------

فرسلہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۳۲۵ ع

ایضاً۔ کچھ وغالب مجھے اس تلخ نوائی میں صاف آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔
بندہ پرور پہلے لکویہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام
کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی
صاحب جہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا

شرط اسلام بود و رزش ایماں بالغیب	اے تو غائب ز نظر مر تو ایمان من است
----------------------------------	-------------------------------------

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے واپس یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنا صاحب

ایضا جہاں شاہنشاہ کے ہستی شہزادین صاحب کو خط لکھا تھا سب کو خط لکھا آیا اور انہوں نے متنو کی سیدھی دیکھ کر
 ہر کو تو ان کے پاس لے کر آکر تھیں بھیا ہر گاہ کیا کہ تم نے محکوب کی سیدھی دیکھ کر خط کا جواب لکھا اگر گیارہ کیل جاو
 تم نے سید سنگ کی ملاقات ہو لینے کا خط لکھنا منہ سے کھا ہو تو وہ بھی ہو چکی ہوگی مجھ کو صورت سیدی نظر آئی ہو
 کہ گویا تم الگ الگ ہو کتاب مطبع میں لے کر دی اب سکی تریوں تھیجہ کی غرض نہیں پس اگر یوں ہی
 ہے تو میں انطباع سے درگزا۔ سینکڑوں مطالبہ مقاصد رہ جائیں گے اور پھر اس محنت کی وجہ کیا
 اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اس کتاب دشمنی کی سید نہ لکھنے کی وجہ کیا بے تکلف قیاس
 جانتا ہے کہ تم مجھ سے خطا ہو گئے ہو۔ خدا کو واسطے خط کی وجہ لکھو محکوب میں نے یہ خط روانہ کیا ہے
 بڑھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری بخشش کا بالکل یقین ہو جائیگا
 اور بے سبب وجہ نہ معلوم ہونے کے جی بکھرائے گائیں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا۔
 خدا کے واسطے حفظ جلد لکھو اگر خطا ہو تو خط کی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رے امید سنگ سے بھی نہ
 ملے ہو گے عیاذاً باللہ میں ان سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ماں مرزا تفتہ و متنو تلو تھی طرح
 پڑھا دیں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ محکوب پر الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گناں گزرا ہے کوئی مطلب
 تم کو کھانا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفاظ پر لکھا ہے
 مرزا نوشہ صاحب غالب غور کرو کہ یہ کتاب بے جوڑ جملہ ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر بھی نہ
 لکھیں۔ آیا فارسی کا دیوان یا اردو یا بیچ آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں
 بھیجی جو وہ میرا نام لکھ دیتے۔ تم نے بھی ان کو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عرف سے وجہ اس
 دایلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلی کے حکام کو تو عرف معلوم ہو مگر کلکتہ سے ولایت سے
 یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اس لائق عرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب
 مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو میں غارت ہو گیا کھو یا گیا۔ میری محنت رائگاں گئی گویا کتاب

جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب پاؤں گا آرام نہ آئیگا۔ بخود اقبال نشان میرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی گزروہ جو تحریر و تخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہنا حضرت اب تو خالصاً اللہ و الرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجھ کو اس جگہ کی معافی لکھ بھیجئے زیادہ حاداب۔ عفو جرم کا طالب۔ غالب۔

ایضاً درپیش شستم و در کا جوئی استوار بادشہ را بندہ کم خدمت پر خوار ہست حضرت پیر و مرشد برحق۔ روز افزونی کا ہش اب اس حد کو پہنچی ہے۔ سے تقسیم جزو لایعجز ہی حال آگے با و زہر ہر نے لبوہ شک کے دیا تھا اب آتش و فتنہ نے سنا سہا جلا دی اس غایت نامہ آیا آج رقم فرما کر کتنے میر خط کا جواب نہیں بھیجا مجھ کو جو عفا سیلای زبان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب کچھ چکا ہوں اگلے اب کو ہو گا یا اگر وہ لفاظہ ڈاک میں تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ بتوقع ہوں کہ اسکا نہ پہنچا میری نرسانی بخت کی تاثیر سمجھا چکے ہیں مجرم ٹھہروں۔ زیادہ حاداب۔ نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۳۷۷ ع۔

ایضاً تم سلامت رہو ہزار برس ہزار برس کے ہوں دن پچاس ہزار آج منگل ۱۷ جون ۱۳۷۷ ع ۱۲ بجے غایت نامہ آیا۔ سزما نہ چھکھک سیفدہ صبح مراد سمجھا۔ ننگا آپ چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان چھا ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کہ اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کچھ کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفاظہ انگہ نیری اقبال نشان شہاب الدین خان سے لکھو اگر نیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان میں اس لفاظہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہر ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ قیاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفاظہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفاظہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب اور ارق اشارہ بھیجوں گا۔ زیادہ حاداب۔

جس شخص کی جن شکل کا ذوق ہو اور وہ اس بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عش ہے تمہاری توجہ معطر بطرف
شعر و سخن۔ تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو بھکاری سخن گسری ہو اس کی شہرت
میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کچھ ہو
اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد کیا
ہے سو گاہ گاہ جب دل لٹنے لگتا ہے تب اس پنج بارہ مقطع زبان پر آ جاتا ہے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ حذار کھتے تھے
پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ ٹپھ کر چپ ہو جاتا ہوں اے مرگ ناگہاں
تجھے کیا انتظار ہے یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرنا ہوں جو دکھ
محبوئے اسکایاں تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو ان رسیا
کالوں کے باعث سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست
اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز۔ کچھ دوست۔ کچھ شاگرد۔
کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا نام کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے
عزیزوں کا نام وار ہوا اسکو ریت کیونکر نہ دشوار ہو۔ مائے اتنے یار مرے کہ جواب میں مردگانا
تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق۔ فقیر مرخاف۔ مین معی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ ہمتناشہ
یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقہ ارادت سے خارج کر دیا۔ عارض جواب طلب کا جواب نہیں
ایک عنایت نامہ سابق میں اب زہل میر و بر پر چنگ۔ یہ جملہ مرکہ لکھا ہوا تھا۔ مین اسکو ٹپھ نہجی سکا
مستی تو علاوہ رہے۔ مین نے عرضہ لکھا اور چل کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا

ہیں نواب و افتخار خاں اور نواب سد خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تھاری لموں جیسا یعنی نواب میر
 مغفور کے بڑے دوست ہیں اب یہ توکری کی جتو کو کھلے ہیں اب ان کی تعظیم و توقیر میں فی وقتہ خود کرا
 نہ کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور مالی سرکار سے ان کو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملو
 تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب پر موصول ہو جائیگا کیا خوب ہو کہ اس سرکاری میں کر جائیں اور
 اگر توکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی خدمت بابتیں شائستہ عمل میں آوے نواب سد خان عالمگیر
 کے وزیر تھے اور فرخ سیران کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو از روی
 کتب تو تاریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی۔ اور خود فرخ سیر بر کیا گری قصہ کو تاہ ان کی تقریب
 میں جو راج آپ صرف کریں گے اور جس قدر آپ انکی بہبود میں کوشش کریں گے احسان مجبور ہو گا۔ نیا و زیادہ
 ایضاً سید صاحب میل الناقب علی خاندان سعادت و اقبال تو امان جگہ اپنی یاد سے غافل اور سید
 کی خدمت گزار سے فلغ نہ سمجھیں بر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب غریب یہ نہیں اور ان کا بجائی
 باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل جائے گی۔ صامتہ ناطق سیم وزر و پادہ شرفی منتا ہوں کہ
 کچھ نہیں ہاں جاو او سوئید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہوگی۔ کرا اب اس کا تقسیم ہو جائیگا
 میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں
 میاں بھی بیٹھا تھا باہم ان دونوں صاحبوں میں بھی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت
 تھے قضا و قدر کو چھوڑ دینرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں
 املاک کا کرایہ بٹ رہیگا گھبرائے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفایت کے حالات ہیں تمہارا بھتیجا
 یعنی حیدر حسین خان چکلیا۔ عوارض کی مذمی دفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت
 کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اٹھایا۔ ہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاویں گے انشاء اللہ

بنام سید الدین احمد المعروف فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا
عنایت نامہ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میراجی بہت جلا۔ زمانہ ان دنوں میں اُن کے
برسر ہر خان ہے پروردگار اُن کو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے۔ علاقہ سعادت روڑگا
کی وہ مشہور شہید برج سفر کی وہ حالت۔ ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتوں سے علم
یہ کہنتی بڑی مصیبت ہے کہ جو ان امانت و جاوے اور بیٹی بیوہ بیو جاوے۔ مرگ زلیست کا سر شہرہ خدا
تا تھہر آدمی کیا کر دیں پر میرے جو گریزی ہو وہ میرا دل جانتا ہواں بحسب ہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔
حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس تپ سے نکھوں ناچار ابھی تامل ہے جبہ ہجرت پر آجائیں تو آپ
اُن کے آنے کی محال اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجوں گا۔ نواب علی نقی خاں جیسا کہ خط کے جواب میں آئے
محکو لکھا تھا وہ محکو یاد دیجیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں اُن کو سمجھا دوں گا آپ ہندی اور فارسی غریب
مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں چار لکھی تھیں
سو وہ یا تہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس یا حیناء الدین خاں صاحب پاس۔ میرے پاس کیاں
آدمی کو یہاں اتنا وقت نہیں کہ وہاں سے دیوان منگو کر نقل آتروا کر بھیجوں۔ سید محمد صاحب کو
انکے دونوں بھائیوں کو میری دعا ہے۔ اسد اللہ گشت چار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۸۶ ہجری ۲ جوزی ۱۲۸۶
ایضاً مخدوم مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن ہوئے محکو یا نہیں کیا اور محکو کچھ لکھا حال معلوم نہیں
بابو صاحب خدا کا کجاں میں کس کام میں ہیں انکا بھی کچھ حال معلوم نہیں منشی برکوبال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر
تہا بہر خیریت گاہ گاہ نصیحت ہو جاتی تھی سو بہت دنوں سے علی گڑھ میں ہیں۔ اگرچہ خط اُن کے
آنے رہتے ہیں مگر ان کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بعد ہی ہے پھر تمہاری خیریت
یا بھکیں بہر حال معذرت اس تحریر سے ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے لیں گے یہ بہت عالی شان

تاج تیر حواس دن ہے کہ تپ مغارت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ تھے موقوف ہوتی ہے
چار پائی کاٹ دی ہے حواس اٹل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام
والاکرام مرقومہ ۲۴ رزی قعدہ ۱۲۹۹ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا
سبح الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالجیم
خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرتے
گئے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف غلام علی کے یادہ ربط نہیں ہے سو ان کا حال مجھ کو معلوم
اکر وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج کچھ
لکھیں وہ بظلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی اللہ
باللہ نہ مجھ سے نہ اوکسی سے پڑھی گئی ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ
فرمایا گا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھ کو بجا اپنے گاہر اور جلد شیفت مکرّم
جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

ایشنا۔ جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم ماہ بقید روز و
پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا
ٹو اک کیا ہے خاک ہے خیر اور دھڑا اور دھڑا جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ یہ ایک گویا
ہو گا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب لکھا حقیقت میری مجلایہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی
مقام سے بدستور جاری ہو گئی ہے نواب لعل شہ گورنر بہادر غربت شمال کو نسخہ و متنبو بسبیل ڈاک
بھیجا تھا ان کا خط فارسی مشعر تحمین عبارت و قبول صدق ارادت و موت بسبیل ڈاک لکھا

ایضاً۔ پیر و مرشد آج نوان بن ہو جسین مرزا صاحب کے الور گئے اگر ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ حضرت میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُس پر کسے پڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت کیا سمجھے اب یہ حقیقت مجھ سے سینے سے لٹائی یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہاں چھپی بچاں جلدیں میں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کی آپس میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمہارے کس کام کی ہو تھیں تم مانگتے اور میں نہ دیتا تو گنہگار تھا اب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور و جگہ جھا پا گیا اور میری جگہ اگر وہ میں چھپ رہا ہے فارسی دیوان بیس بچسین سب کا عرصہ واجب چھپا تھا پھر نہیں چھپا۔ مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نو لکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خان نے عذر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھپانا شروع کیا وہ بچاں جو میں یعنی کوئی مصرعہ میرا اس سے خارج نہیں اب سنو کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو دھڑ بھجکر بیس جلدیں منگو اوں۔ جب آجائیں گے ایک آپ بھی بھج دوں گا۔ نواب محی الدین خاں صاحب کا حال سنکر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا۔

ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں دیر لگ اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میان کے نزدیک آج وہ مجھ سے مل گئے اور ان کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سنو صاحب یک منشی محمد تقی تھی نہیں یہاں تو سنا رہا ہے۔ محمد تقی ایک اس کی وہ نہیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیا اور ایک بیٹا چارہ سات مدعی سب ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں جنگو میں جانتا تھا نہ وہ علم ہے جس سے میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد میں جنگو بچاں برس میں نے دیکھا ہے ایک کو نے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشہ دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفظ در و زبان ہے تمہارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہی جو بچے

پاس رسد بھجوانی انھوں نے محتاج ٹھیکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب
پارسل کی جوابدہی وہاں والوں کے ذریعے یہ سنکر میں نے مناسباً تاکہ وہ رسید آپ کے پاس بھجوں آپ سکندر
راؤ کے ذمہ داری میں جو اگر اسے پارسل گولیس اور ڈاک اس سے کوئی غیر مری طرف راجع ہونا کسی صورت

میں ضرور نہیں۔ والسلام

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور ہر گشتی کا شکر بجا لاتا ہوں آپ کا خط مع قصیدہ
وثنوی پہنچا۔ ثنوی کو جداگانہ بطریق پیمنٹ باکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لغز اس کا بھی آپ کے نام کا ہے آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصداور پھر اپنے چچا صاحب کے ہنو
سے نظر تابستان پر اس عزم کا لتوی رکھنا معلوم ہوا آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منج کیا
ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک جاتے تو ممکن تھا گر ہنا شہر میں حصول
اجازت حاکم اطفال ضرور رکھتا ہو۔ اگر غرض نہ ہو تو نہ ہوا اگر خبر ہو جا تو البتہ قیامت ہو۔ زہار کبھی گیان کیسے جگا
دلی کی عکاسی میرٹھا و اگر وہ اور بلاد شتر قہر کی مثل ہے۔ یہ پنجاب طوطہ میں مل ہے نہ قانون نہ آئیں جس حاکم
جورے میں ہو وہ ایسا ہی کرے ہر حال سے اس کے محمودی دیدار کو نہ پہنچا۔ انشاء اللہ عظیم دین جہنم میں تان بھی
موت اہل امان کی ہو جائیگی مگر میری آرزو بابتیغا اس صورت میں بھی بڑی آئیگی تیس تیا کے ہوئے ہوں کہ میری اور تجاری
ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں
اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں ماہرہ کو آتا ہوں۔ حضرت پیر و مرشد کا
اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا نہ دیکھا
صاحب یہ ثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا کھاؤ پڑے
ہوں گے تب یہ تراوش خوتا بہ ظہور میں آئی ہوگی۔ فرمایا ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب
ابنیں کے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجھوں

پھر قصیدہ بہار بہت محنت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب یا جہربان دستان القاب
 کا عند افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ ٹنگری صاحب لکھنؤ گورنر بہادر ظفر و پنجاب
 مح میں تو بسط صاحب کاشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ توسط کاشنر بہادر
 کل جھکوا گیا۔ پنشن ابھی تک جھکوا نہیں ملی جب یلگی حضرت کو اطلاع دیجا یلگی پرورد شد عالم میں
 میں جاہل ہوں انکی تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا۔ اسی حضرت جناب مخدوم
 مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی
 عبارت آرائی نہ طبع آزمائی۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مٹی و جون میں آپ کو پہنچ جانے آپکا
 بھی تواضع کا خط جھکوا اب آخر اپریل میں پہنچا ہے۔ جناب شیخ صاحب کیوں جھکوا مجرب کرتے ہیں
 اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجتے
 لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کر دوں گا۔ میرا سلام کہئے
 اور مثنوی اور قصیدہ ان سے لیکر جلد بھیج دیجئے۔ اپنے عم عالی تقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچا
 اور کہئے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق ہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمدون ہو تو ہوشیار دی
 بعد ہزار سرت آپ کو مبارک ہو اور ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو
 فیض علی خاں صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا ترحم رہو
 خط کا لفظ اس خط میں لغوف کر کے یہ بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا
 جواب لکھا۔ کاتب وہ ہی ہے جو لغافہ لغوفہ کا مکتوب الیہ ہے *

ایضا جناب چودھری صاحب آپ کے لطف نامہ کے درود کی سرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
 کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور بالآخر خط جواب طلب تھا جواب
 لکھوں۔ بندہ پرور میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کار پر دازان اُن کے

کیا ہر آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیجتے میرے پاس آئیگا تو میں
 کم کو اطلاع دیدوں گا۔ غایت اہلی کا کون شخص شاق بہرگا۔ اس کی پریشانی میں خدمتگاری
 حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجیں میرا سلام اور پیام کہیے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پروردگار
 کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں کبھی تم کو فرماویں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہر حال
 میرا سلام و نیاز عرض کیجئے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھے اور یہ لکھنے کہ اگر خدا خواست
 وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچائیے
 اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا۔

ایضاً میرے شیخ دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے چچا
 اب عالم ہو کہ تمہارے نام کیجکے تمہارے چچا کا نام بکھا تھا اس طرح سابق کے خط میں سہنا پر یہ بکھا گیا ہوگا

بہار پیشہ جو اپنے کہ غالبش نامند	کنوں بہ میں کہ چہ خوں بچکد زہر نفسش
----------------------------------	-------------------------------------

جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی ادب اپنی
 ناکامی پہلے سے میرے و نشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی استاد کہتا ہے

تھیدستان قسمت راجہ سودا زہر کابل	کہ خضر از آب حیوان تشنہ سے ارد سکندرا
----------------------------------	---------------------------------------

وہ اخبار نہ کہیں سے آتا آیا اور نہ آئے گائیں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر ان کے لکھا گیا
 بندہ پروردگار کلام کیا نظم کیا شکر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔
 دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو ان کے لاکھوں
 روپے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتب خانے بھی گئے اُسین وہ مجموعہ ہے برٹان بھی غارت ہوئی
 خود اشنی کیو سٹے خون جگر ہوں باؤ کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجے نخل اندیشہ ہو خدا نے بچایا جو
 اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا ازراہ احتیاط پارسل میں سے نکال لینے۔

اس واسطے انجام آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکم اصلاح کو آپ نظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں
 میں مجبورتاً ہر جگہ منشا اصلاح لکھ دیا ہے شیخ صاحب میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں؟
 سزا دیوں؟ مدد نہیں کر سکتا اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہباز ہے والسلام
 ایضاً شیخ مکرّم منظر لطیف و مکرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا
 ہوں کہ آپ کی مہربانی نامہ آبا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول
 میرا مدد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باب میرا بڑا ایر تھا۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا
 اب سبیل اچھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہو گا بھیجا دوں گا
 جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کا سنہ گرائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل کہ مروی
 باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے لکھا جا رہا ہے میں چار بار لکھتا ہے سنی بدلی اردو اخبار۔ بعض
 اشخاص نہیں ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اچانا آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع
 ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر ۱۳۲۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھ جائیں
 جس میں مجاہد شاہ کی تحت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکے ان کے نام کے لکھ کر نذر کرنا
 اور کر مندج ہونے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل مجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے آپ کو معلوم ہے
 اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۳۲۷ء میں یہ تحت پڑھیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں
 یاد و ایک مہینہ کے بعد سکے کہہ کر گزرنے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیں
 جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر مثل کسی ادھر شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو
 اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوانیے۔ والسلام مع الاکرام
 ایضاً شیخ میرے غایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہوں نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی
 طرف سے لہو میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہان نامہ کو کچھ بھیجا ہے اور ترکی

رہا کرتے تھے اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لَنَشُدُّوْا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ
 ایضاً۔ پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے۔ کف الخشب حضور جنونی میں سے ایک صورت ہوا اس کے
 طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں۔ آخر شناساں ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور ان کی زبان میں
 اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبولِ عاقبت طلوع بمنزلہ مضامین شہری ہے جیسے کتان کا پرتو
 میں پھٹ جانا اور زمرہ سے افی کا اندھا ہو جانا۔ نصف الاول نے اپنی تلاش کر کے منکویا اور قطیف زمرہ
 اس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایرانِ روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں چھلکے
 سُکا بھی نہیں۔ تحویلِ آفتابِ محل کے باب میں موٹی بات یہ ہو کہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی
 ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آ پڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں رہا طلوع وقت تحویلِ درست کرنا بے کتبِ فن اور
 مبلغِ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ۷

ندام کہ گیتی چہ ساں ۷ رود چہ نیکو چہ بد درجہاں ۷ رود
 میں تو اب دوز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھئے موت کیسی ہو ۷
 عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ۷ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
 میرا بڑی شعور ہے اور میرے ہی حسابِ حال ہے۔ سگہ کا دار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھریا کوئی گراب
 کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں۔ یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں۔ یعنی جب
 بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرائے۔ بادشاہ نے پسند کئے۔ مولوی
 محمد باقر ذوق کے متعقد میں تھے انھوں نے دلی اردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے۔
 اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اس نے مانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے
 سنے ہیں اور انکو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرائے ہوئے ثابت ہوئے
 میں نے ہر چند قلم و ہند میں آئندہ خبر کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ متعجب پر رہا۔ پیش بھی گئی اور وہ

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق سے شہرِ اسلام بود و ز شایاں بالغب ہوا تو غائب
 ز نظر تو ایان من بہت ہے آپ کے خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے مختصر التماس ہے کہ میری طرح
 تحریر جو خط میں کبھی تقصیر ہوگی لیکن اغلب اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روئے اضطرار ہے
 بھیجتا ہوں اسطے خدا کے میرے پروم شد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے
 بھیج دیجیئے تاکہ مجھ پر نصیب معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب
 کی خدمت میں سلام نیاز دستاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام ہے۔
 ایضاً میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشاء کا پارسل بھیجا اور آج خط۔ انشاء کا نام بہار
 اور آپ کا تخلص سہر۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ۔ بہارستان سرور اجماع نام ہے
 قطعہ کا وعدہ نہیں کرتا۔ کسو اسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف زیادہ دیگا۔ اور اگر نہ پہنچے گا
 تو محل شکایت نہ ہوگا رخِ قند و فدا اور بلا دیں سلم۔ یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے
 اہل بلی عموماً بڑے ٹھہر گئے۔ یہ دماغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا۔ میں ہوا میں
 ہوں مردہ شعر کیا کہیگا۔ غزل کا ڈھنگ بھل گیا۔ معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روشنی میں
 آوے۔ رہا قصیدہ مدوح کون ہے۔ اے انہری گویا میری زبان سے کہتا ہے

اے درینا نیست مدوحے سزاوار مدح	اے درینا نیست معشوقے سزاوار غزل
--------------------------------	---------------------------------

گر غزلت کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر کرتا ہے اشرفیاں نہیں اور
 ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جینہ سر بیچ مالا نے مردارید مجھ کو بلا کرتا ہے اب نواب
 گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلاے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سو قصیدہ لکھوں
 صناعت شعرا اعضائے و جراح کا کام نہیں دل چاہیے۔ دماغ چاہیے۔ ذوق چاہیے۔ رنگ
 چاہیے۔ یہ ساماں کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں۔ چوتھ برس کی عمر دلوں شباب کہاں۔

ہجو۔ میوہ کے مول انج پکتا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرہ ۱۲ سیر گہیوں ۱۳ سیر چنے ۶ سیر
 گھی ۱ سیر۔ ترکاری جھنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہو کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے
 دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ اور ٹو چلتی ہے۔ جیٹھا ساڑھ کی سہی گرمی پڑتی ہے
 حضرت رفعت درجہ جنا صاحب علم کی خدمت میں دستا نہ سلام اور میدانہ بندگی بٹھکا
 تام عرض کرتا ہوں۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے۔ میں نے مرشد زاو
 کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقر
 سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو
 زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور قبل
 میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب
 کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع رواد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گو بند پر شاد صاحب نے
 میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دُنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری خُو ہے۔ انج
 مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کر دوں تو ایمان نصیب نہ ہو ان شاء العزیز وہ فقیر سے
 راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب خطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد
 سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے ابکی بار کے
 کبھی نہیں پہنچا اب ان سطور کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت
 خوش ہوا۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس
 رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت
 اسی شہر میں ظلم خون کاشتا و رہتا ہوں۔ وطنہ سے باہر قدم نہیں رکھتا
 پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں کہ میرے خیال نے مجھ پر کیسی عنایت کی

ریاست کا نام و نشان خلعت دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضا الہی ہو اُس کا گلہ کیا
 چوں جنبش سپہ بہ فرمانِ داوڑ
 بیداد نمود آنچه بجا آسمان دہد
 یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل تنکایت۔ گویند از ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ علیہ پرسش رفت کہ
 چہ حال داری فرمود کہ ام حال خواہد بود کہے را کہ خدا ازوے فرض طلبہ و ہمہ سنت وزن مال
 و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اُن زیست باُمید مرگ ہے۔ قاطع منقطعہ دیکھا جائے اور بے حیف و
 بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام سنوں اور دُعائے قزوینی عمود دولت پہنچے
 ایضاً میرے شفق آپکا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری بخشش کا دوسوہ میرے دل سے مٹایا۔
 ایک قاعدہ اُکھوتتا ہوں اگر اُسکو منظور کیجئے گا تو خطوط کئے نہ پہنچنے کا احتمال ٹھ جائے گا اور جڑی
 کا درمختار ہو گیا آدھ آنہ نہ ہی ایک آنہ نہ ہی آپ بھی خط بیزنگ بھیجا کیجئے اور میں بھی بیزنگ بھیجا
 کروں۔ پید خطوط تلف بھی ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کا جیسا کہ
 میں وضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیزنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا
 چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد ادا سے قرض ہو گئے۔ اب ماہ چارہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین
 ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ ستمبر شائع سے تنخواہ شناسا ہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات
 ہے کہ چار روپیہ سلیکٹا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ
 ہوتا آیا ہے۔ کچھ رام پور سے ماہ باہ آتا ہے یہ دونوں مددیں مل کر
 خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھرا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار
 اور اردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب تہ بھی نہیں کہیں
 جا جان اکنہ و دو کاکین نہیں تباہ کئے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی بڑا
 پھر پتہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طعیناتی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گران ہو تو

یعنی اگرچہ ایک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی۔ اور تباہی سلطنت دہنی برس میں ہوئی۔
 کی سلطنت کچھ تخت جان تھی سات برس مجبور ہوئی دے کر گردی۔ ایسے طالع مربی کش اور محسن
 کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یا درہے کہ متوسط یا مہاراجہ کا
 یا مغزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونوں مواقع نہ ہوئے تو کوشش اسکی صنائع جائیگی اور دلی شہر جاکو
 دیگا اور اچانک اگر اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائیگی۔ اور نکلیں گدھے کے پل
 پھر جائیں گے اور خداوند بندہ پروریہ سب یا میں قومی اور دھتی ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر کے
 قصیدہ کا قصد کروں۔ قصد تو کر سکتا ہوں تمام کوں کر لگا سواے ایک ملکہ کے کہ وہ بچا پنچ پن
 برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ
 جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیوں کر یہ شعر
 کہے تھے بعد اتفاقاً در بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہو گا عالم بہرہ فائدہ ماوار و دہلی
 پایاں عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔ سوز و پیہ رام پور کے ساٹھ روپیہ پنشن کے
 روٹی کھانے کو بہت ہیں۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ میں سے ہے۔ دینا کے کام خوش و
 ناخوش چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے قافلے آنا و راجیل ہیں۔ دیکھو منشی بنی بخش مجھ سے
 عمر میں چھوٹے تھے۔ ماہ گذشتہ میں گزر گئے۔ مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں
 اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں۔ قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دیکھیں
 متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کئے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے
 تک میں کیونکر جیوں گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مَعْبُوْدُ اِلَّا اللّٰہُ
 لَا مَوْجُوْدُ اِلَّا اللّٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ وَّ اللّٰہُ اَلَا اَنْ کَانَ *
 ایضاً جناب جو دھری صاحب کو سلام پہنچئے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا

اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال مایرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جبکہ حضرت نے جو میہ لقب دیا ہے اُس کا حال دہر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد اور شائق تصور فرماتے رہے گا۔ مرشد زادہ مرثوی دو دماں سید شاہ عالم کو سلام و دعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں مجھ کو اوقات ضعف سے طاقت نہیں اگر بحسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہہ دوں گا آپ اپنے خوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجئے گا۔ بندہ شاہ شائیم و ثنا خوان شاہ ایضاً میرے شفق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجے گا مجھ کو شکر گزار اور قصیدہ سابق کی ایک اصلاح نہ پائیں شمس الدین صاحب فرمائیں اور اُن کو قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں نوید وصل ویم سے دہستارہ شناس نہ نکرہ و شرف نگاہ ہے مگر درخیز من و تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب جامع درج جمع الحج بزم وحدت کے فروزندہ شمع مستغرق شاہد شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف سے اور شیر افتتاح کلام ہے پہلے باتیں کہ باوی النظر میں خارج از صحبت معلوم ہوں گے لکھی جاتی ہیں۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرزا نوربس کا تھا کہ چچا مرزا۔ اُسکی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکا حقیقی کیواسطے شائع کیا۔ نواب احمد بخش خان سہزار روپیہ سال مقرر ہوئے انہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے ہر کار انگیزی میں یہ عین ظاہر کیا کہ کوہرک صاحب بیادریڈنٹ دہلی اور سترنگ صاحب بہادر سکرٹری گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر ریزڈنٹ معزول ہوئے۔ سکرٹری گورنمنٹ بنگالہ گاہ مرگئے بعد اُنکے نے کے بادشاہ دہلی نے بچاؤ روپیہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو پے سال۔ ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مرگئے واپس لیا۔ بادشاہ دو دھکی سرکار سے بصلہ مع گسٹری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس زیادہ جیئے

۵۔ زیا کہ عہد جوانی گوشت + جوانی گو زنگانی گوشت + اب اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا
دیکھنا اس کے واسطے متعلیٰ رنج سفر ہوں تو جاٹے میں برسات میں آج و آج ز محرومی دیدار و گریہ +
ایضاً - بندہ پر وہیت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سزا نامہ پر دستخط اور کے اور نام آپ کا
پایا - دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا - خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بجا رضہ تپ و لرزہ
ربخو رہیں - اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں - حذا وہ دن دکھاؤ
کہ تمہارا خط تمہارا دستخط آئے - سزا نامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو - خط پڑھ کر دوئی مسرت ہو جب
ایسا خط نہ آئے گا - دل سودا نہ وہ آرام نہ پائے گا - قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا
جناب اتر دی میں سرگرم و عار ہوں گا - آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموگوار کو میرا سلام
مع صنوف اشتیاق والوف احترام - جناب چودہری صاحب آؤ - ہم تم حضرت صاحب
کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں ان کے کھن پائے مبارک سے ملیں - میں سلام کروں گا
تم معرفت ہونا کہ غالب یہی ہے - اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے - میں
عزم قدمبوسی کیا - پیروم شد نے مجھے گلے لگایا - فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے - عرض
کرتا ہوں کہ الحمد للہ - حضرت کا فراج مقدس کیسا ہے - ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن
تیرے بہت تعریف کرتے رہتے ہیں - جناب یہ ان کی خوبیاں ہیں - میں ایسا نہیں ہوں -
جیسا وہ کہتے ہیں - کاش وہ میری ربخوری کا حال کہتے - ضعف قوی و انحلال کہتے -
تاکہ میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا - ان کی غنچاری اور درو مند نوازی کا دم بھرتا
دکشا کش ضغنم نگسلہ رواں اترن + ایں کہ من نمی میرم نیم ناتوا اینہاست
حضرت نے میری گزقاری کا پیار رنگ نکالا - بوستان خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا -
مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اٹھاؤں

کچھ نہ کھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیونکر اطلاع پاتا۔ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصولِ صحت
 کی دُعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقتِ خاص میں میں دُعا مانگے گا ہوں۔ یقین ہے کہ پہلے تم نذر
 ہو جاؤ گے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحبِ طرف و جانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم
 بھیجتے ہیں۔ اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب مہرِ نیروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو
 لے کر کیا کریں گے۔ صاحبِ مہرِ نیروز کے دیباچہ میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام
 پرتوستان ہے۔ اور اس کے دو مجلد ہیں۔ پہلی جلد میں ابتداءِ خلقتِ عالم سے ہایوں
 کی سلطنت کا ذکر۔ دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ
 کا نام مہرِ نیروز دوسرے حصہ کا نام ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا۔ چھاپا گیا۔ جا بجا
 بھیجا گیا۔ قصہ تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیرِ ترک کا نام و نشان مٹ گیا۔
 آنِ دُقر کاؤ غوردو کاؤ راقصا ب بُرد و قصاب در راہ مُرد۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو
 وہ بھیجوں کہاں سے۔ پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادوں کو دُعا۔ خداوند مجھے
 ماہرہ بلائے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں۔ ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور
 طاقت بھی تھی۔ شیخِ محسن الدین مرحوم سے بطریقِ تنہا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ برسات
 میں ماہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں
 طاقت کہاں سے پاؤں۔ دُعاؤں کی طرف وہ رغبت نہ معذہ میں اتنی آموں کی گنجائش
 نہارمہ میں آم نہ کھا تھا۔ کھانے کے بعد میں آم کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں
 میں الطامیں ہاں۔ آخر روز بعد ہضمِ معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا۔ بے تکلف عرض کرتا
 ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دُم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت
 کھاتا ہوں مگر دُش بارہ۔ اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ ساٹھ دریا کہ

پھر ہاتھ دھوئے کھلی کے پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں بیٹھا
 کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیٹ جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحبِ فرّاش ہرنے کو
 اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعبیت کو
 تصور کرو ایک بھڑا دائیں پٹنجے میں جس کو ساعد کہتے ہیں۔ دو بھڑے بائیں پٹنجے میں یہ پہل میں
 بائیں پاؤں میں کف پاؤشت پاسے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت رَوادِ عاتِ محلات
 کچھ نہوا اب تجویز یہ کہ نیبا بھڑتا باندھیے۔ جب پکے بھڑے تے تب مرہم لگائیے۔ کہو کف پا میں جراحت کا
 عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اور پرکھ آیا ہوں محل و جزوی ہے۔ میرا قیاس اسکا
 مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحبِ عالم مجھ سے آرزوہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے
 ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس قعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں حضرت صاحب
 صاحبوں کو کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قصیل اور وقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک
 اس میزان میں تولیں۔ ردو کی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری و غیر ہم تک ایک گروہ
 ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
 موجد ہوئے۔ خفائی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی
 تکمیل کی لہورن نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ قالہ سخن میں جان پڑ گئی۔ اس ش کو بعد اس کے
 صاحبان طبع نے سلامت کا چرا دیا۔ صائب کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفقانی اس زمرہ میں ہیں ان کی
 وادسی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل متبع ہونے
 رواج نہ پایا۔ خفائی کا انداز بھیللا۔ اور اس نے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں ہیں
 خاقانی اُس کے، ترقی، غمیری اُس کے اشال۔ صائب اُس کے نظائر خالص اللہ ممتاز و اختر و نجوم کا کلام
 ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو پہنچا

حضرت بیچ تو یوں ہے کہ عنہائے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا تنگ کر دیا ہے ہر بات سَو طرح سو خیال میں آئی۔ پر وِیل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو باتیں سوچنا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں بُوں ہی رویا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایک ن ایک دن مَرُوں گا۔ یہ صغریٰ و کبریٰ دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہیبات سے منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید نا اُمید اُس کی دیکھا چاہیئے

لے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام بھیجئے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجئے گا۔

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ ساہی بھسکی۔ کاغذ تپلا۔ پر مرشد کی عبارت ایک طرف آپ کی تحریر بھی منوش ہو گئی۔ بہرا ہو گیا ہوں۔ مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے۔ مختاری عباد کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سولے سعادت تو ام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو نیدے پھوٹیں۔ ایمان نصیب ہو وہ خط بدو آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ اُردو لی سفید کاغذ پر حرف جرت اس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجئے تاکہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد۔ آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ لکھتے ہیں الحمد للہ

ایضاً۔ بندہ پرور پر سوں تھا را خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں مجھ کو دوں گا میرا حال کیوں بوجھو اپنے کو دیکھو جو تھا را ڈنگ ہو وہ ہی میرا رنگ ہو۔ شور و اورام مرض خاص اور بیچ عام یہ ایک جاں۔ دوسرا اجمال سنو کہ جینا بھر سے صاحبِ وراثت ہوں۔ صبح سے شام تک پلنگ پر ٹپا رہتا ہوں۔ محل میرے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جاکوں جبکہ نو بجے کھانا نہیں آجاتا ہے۔ پلنگ سے کھل پڑا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

پانویکف پاسے جہاں وہ پھڑپھڑا ہے۔ پنڈلی پر دم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے۔ کھل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح کیقلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد الہدی میر سرفراز حسین تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دُعا اور پھرتے بیان کہ عذر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد عذر دربار اور خلعت اور ملاقات سکڑوں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انہوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی بار اور خلعت کھل گیا۔ انہا نے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انہا نے نہ جاسکا بالفضل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ بھٹن صاحب اللہ میں آگئے۔ راجہ صاحب بارہ روز کرتے ہیں۔ اہل اغراض کے عارض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ ضرورہ پنوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پالنے کا بھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لاٹو صاحب احتتام سفر جب شلے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں سوال کی اور ستائیسویں پارچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی بڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھاؤ۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ جب کے مہینے میں بسد سے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی۔ پھنسی پھڑپھڑا ہو گئی۔ پھڑپھڑا کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کھ دست وہ گوشت ہوا

کہ ان کی طرز چوتھی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہو۔ دارالفرہ
شاہی کا سکہ نہیں ہے کمال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف

اگرچہ شاعران نغز گفتار	زیک جام اند در برم سخن مست
و لے ببادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساتی نیز بوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز
پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ

بدنام ہو گے جانے بھی دو تھان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی ہاں جنس گراں کا
قام اور تجھے طلب ہو گی کیونکر مانوں	ہے تو نادان بگڑتا بھی بد آواز نہیں
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیر نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعرا اس وقت یاد نہیں آتا
یاد کیا تو سے لیٹا ہوا ہوں۔ دبدبم پانوں کے دم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ خباب جو دھری علیہ الغفور صاحب کے نام کا ہو گا پہلے ہرگز
پھر میر پیر و مرشد کی نظر سے گزرائیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برسن سے فنا
خون کے عوارض میں مبتلا ہوں۔ شور و اوارام میں لدا ہوں۔ برسن میں اوجاع بہتے بہتے روح تحلیل
ہو گئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی او بھڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں پٹیوں کے
قریب دو بھڑے ہیں۔ کھڑا ہوا او پنڈلیوں کی پٹیاں چرانے لگیں اور رگیں بھٹنے لگیں۔ ہیں

آتے ہیں۔ کیا مجمع برہم ہوا ہے۔ مجھ کو کیا غم ہوا ہے۔ تم اس جگہ سے جدا ہو۔ ٹکواندیشہ کیا ہو
میر تقی علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو۔ میر ہمدی صاحب را حظلہ کر کہیں گے مجھ کو دعا بھی
نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں ج
یہاں ہیں یاد ہاں۔ ہوں تو دعا کہتا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی
حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں کھتے۔ بھلا دیکھیں تو یہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

بنام میر ہمدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو۔ برہم فرزند آدم ہر چہ آید بگزد۔ لیکن مجھے ہوس اس بات کا ہے کہ یہ
زیر باری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلافت میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں
اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور
قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اُردو چھپ چکا ہو
لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا تھا اُس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن خط
الفاظ کو چھپکا دیا۔ دلی پراور اُس کے پانی پراور اُس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان
کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور
تھا۔ متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے تھے تصنیف
ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جون کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار
خط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہر حال خوش و ناخوش کنی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو وہی
ہفتہ میں تین مجلد صاحب ثلثہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش
ہو گے۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلال نہیں۔ سوداگر
نہیں۔ مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امجد علی صاحب شاہ

انہلے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روناتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مرادار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے بُرے اُردادوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ نوح چشم راحت جان۔ میر سر فراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تمہارے دشمنی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بڑے پیر میں نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میان یہ ہم تم ٹوٹے ہیں یا جوان ہیں۔ ٹھانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی ہر حال غنیمت ہے کوئی جلا جھٹکتا ہے یا دو کار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ یہی ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں۔ میر طہیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سر فراز حسین آئے۔ وہ یوسف میرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخان آئے۔ مرے ہو وہوں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہو وہوں میں سے کچھ گئے نہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کامیں ماتم دار ہوا۔

..... میں مڑوں گا تو مجھ کو کون روئے گا نہ غالب رونا پٹینا کیا کچھ اختلاط کی باتیں کرو۔ کہ میر سر فراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کو کیا پیوں شام کو میر شرف علی صاحب میر پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل بارہوں پانی پت کو جاؤ نگائیں انکی نبتانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہو اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ کا ہے کہ صاحب بن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام شرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجئے تو میں صوفی ہوں بہت کا دم بھرتا ہوں موجب مصرع کے مل بدست آور کہ رج اکبر ست بدست سے کب نکلا کرتا ہوں اگر گھر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام شرف جانو تو رخصی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال گھٹے ہو وہ سچ ہے۔ راجوت الیا ہی پکرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر دہا

کیا ہے ہون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہو گئی ہے۔ سوائے اناج اور آپلے کے کوئی چیز بچی نہیں جس پر محصول نہ لگتا ہو۔ جامع مسجد کے گرد چھپچھپس فٹ گول میدان کھلے گا۔ مرنے والے حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ ہولاکے بڑے تکٹے بیٹے کا۔ دو نو طرف سے بھاڑ بھل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سن رہے ہیں۔ دیکھئے دلی آئیں یا نہیں۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو یمن گنہگار بلایا جاؤں یا نہیں۔ بلایا جاؤں تو خلعت پاؤں نہیں۔ پنشن کا نہ کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۷۷ء۔

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جادوی الثانی کی ہے۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاد حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اٹھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا اور جادوی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط مرگزمجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا اجائے وہ خط مسترد کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور میں پھیروں۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ اگر وہ اور اور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمھاری والدہ کا مرنا سن کر محکوم بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عقیقہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیا پنشن اور کہاں اُسکا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ہے سوچ زن اک قلم خوں کاش یہی ہو + آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا مرے آگے اگر زندگی ہو اور بھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹٹ کے نہ آنا۔ میرا محمد علی صاحب کو کہتے ہو کہ یہاں ہیں مجھ کو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں

میں۔ محمد حسین خاں دلی شہر رانمان کے کوچے میں۔ مصوروں کی جویلی کے پاس قیمت کتاب
 ۷۔ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں
 جس کو سنگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دلی رائے مان کے کوچے مصوروں کی جویلی
 کا پتہ لکھ کر خط ڈاک میں بھجواد کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی۔ قیمت چاہو نقد چاہو
 ٹکٹ ارسال کرو محکو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو۔ دبا تھی کہساں
 جو میں لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیا سٹھ برس کا مرد۔ ایک چوسٹھ برس
 کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مڑتا تو ہم جانتے کہ دبا آئی تھی۔ تفت بریں قبا
 پنجشنبہ ۸ راہ گشت کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو موٹے سے رکھ کر
 کئی آدمی دیکھا کیئے۔ ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب ۶

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے نقافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ
 پڑا ہے۔ کتاب میں سے یہ کاغذ چھا کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر
 بھیجتا ہوں۔ نگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ و
 ٹکٹ سنگالوں گا۔ ۸ شنبہ ۸ روزہ صبح کا وقت ہے جس کو عوام بڑی فخر کہتے ہیں
 برسوں تمہارا خط آیا تھا۔ آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں ہوا سٹے یہ چند سطریں لکھیں۔
 برخوردار میر نصیر الدین برآن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو۔ نام تاریخی توجہ سے ڈھونڈا نہ
 جائے گا۔ اہل عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے۔ کہ اس میں ایک رعایت ہے۔ شاہ محمد عظیم
 صاحب رحمہ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم ان کو
 اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے۔ یہ بے ادبی اچھی نہیں۔ میرن جہا
 کو بہت بہت دعا کہنا۔ او میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیسا جالوں

ایضاً۔ بر خوردار کامگار میر جہدی دہلوی۔ اردو بازار کے مولوی صاحب لڑے والے
مر تضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے
انھوں نے علی علی علی۔ دیکھئے اب معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہو کو کتب
طلب کے تھے ہیں۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ میں آکر اسد کو بلاؤں گا۔ البتہ اگر وہ
بلاؤں گے تو میں کیوں کر نہ جاؤں گا۔ ظاہر ہمارے مختار سے واسطے زمانہ انتہائی مصیبت
اور وقت پیش آمد دولہ ہے۔ اب مجھ کو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب
نہیں گے۔ اگر میری قسمت لڑے گی تم کا میا بی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو چھپر
نہر بان کر رکھنا۔ بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب ہیں یا امیرن صاحب ہیں حضور کے
..... بڑے مصاحب ہیں۔ جس کو وہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملو ادیں۔
فرقہ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں دلو ادیں۔ اُن کو اور مجتہد العصر کو میری دعا کہنا
نجات کا طالب غالب۔ +

ایضاً۔ میاں بخاری تحریر کا جواب ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد فضل کو دی تھی
وہ انہوں نے واپس دی اور اس کی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی رتار نہیں ہے جب وہ
تیار ہو جائیگی میں اُن کو روپیہ دیکر لے لوں گا خاطر حج رکھو۔ پنشن ہر ہر سب کو ششما ہی ملے گا
حکم ہو گیا۔ ہر مہینے میں سودے لو اور کھاؤ۔ کشمیری کوڑہ کر گیا ہے وہ اونچے اونچے در
اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دوڑویہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں۔ آہنی سڑک کا آنا اور
اس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے۔ چاروں سے پُر وا ہوا چلتی ہے۔ اُڑتے
ہیں مگر صرف چھڑ کاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہیں برستا۔ گیہوں۔ چنا۔ پلو۔ تینوں اناج ایک
ہیں نو میر سائے نو میر۔ میر فرخ زمین اور میرن صاحب کو میں چچی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں۔

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ میں تنہی نہیں ہوں، روپوش ہوں۔ حکام جانتے ہیں کہ یہ یہاں
 مگر نہ باز پرس گیر و دار میں آیا ہوں خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہے! اینہما میں بھی
 نہیں ہوں دیکھئے انجام کار کیا ہے۔ شر کیا کھوں گا اور نظم کیا کہوں گا۔ وہ شرجو تم دیکھ گئے
 ہوموئی دو چار ورق اور بھی سیاہ کئے گئے ہیں۔ بھیجا ممکن نہیں جب آؤ گے یا جگو جلیا بڈو
 تو دیکھ لو گے۔ میکش چین میں ہے بائین بنانا پھرنا ہے۔ سلطان جی میں تھا اب شہر میں
 آ گیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی
 اور رٹکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدنا پھرنا
 ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ معلوم ہو کہ وہ وہاں مع قبائل میں یا تنہا
 ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ مختارے چھوٹے بھائی کو تو میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں
 اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ نکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو انکو
 ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خطا بھیجنے میں تردد نہ کرو۔
 اور ڈاک میں بے تاثر لکھجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب کتب خانہ ہنتم فروری ۱۸۵۷ء وقت رسیدن نامہ
 ایضاً۔ نور چشم میر ہمدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا بیچنا محکو معلوم ہوا۔ یہاں
 اس میں غلط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمہیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور
 بھائی خدا کرے محکو بھی۔ لو صاحب! جنٹ بہادر جہت تان کا حکم اور کے اجنٹ کو آیا
 کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت میں
 ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیویوں کو ہم اور جائیں گے
 راجہ صاحب کو سند پر بٹھائیں گے خلعت شاہی انہیں پہنائیں گے۔ ستم ستم
 برد و آرد و داد * شنبہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء * از غالب۔

پوچھنی اور کہہ دینا کہ میری دعا کچھ بھیجنا۔ بس تباہی ختم باقی ہے۔ کل میرن صاحبہ آئے پوچھا کہ اللہ سے کوئی
 خط آیا فوایا کہ اس غنتہ میں کوئی خط میں نہیں پایا کیا کہوں کیا حال ہے بیش ازین پناشیرٹرا کر تھا
 بس ہجوم ناامیدی خاک میں لجا میں گئے * یہ جو اک لذت باری سہی بجاصل میں ہے
 اب اس زمرزمہ کا بھی محل نہ رہا۔ یعنی سہی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی۔ اناشد وانا اکیتر
 راجون ۛ مرگو ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۲۸۰ ہجری۔ *
 ایضاً۔ صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب غنہی سانولے
 سلونے۔ ڈارچی منڈے۔ بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمہارا خط دیا۔ صرف ان کی
 ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے ان سے ام شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی۔ تومیت کا استغفار
 معلوم ہوا سید ہیں۔ پشہ پوچھا حکم کھلے۔ یعنی حکیم اشرف علی۔ میں ان سے مل کر خوش ہوا۔ خوب
 آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں۔ کتنے اوچھے ہو۔ مصطلحات الشعر مصطلحات الشعر۔ بھائی
 وہ کتاب تمہاری ہے میں نے غصہ نہیں کی۔ میرے پاس تھا ہے۔ دیکھ چکو گنا۔ بیچہ دوں گا۔
 تقاضا کیوں کرو۔ میان محمد فضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سرفراز حسین
 میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائیں۔ غالب صبح چہار شنبہ۔ ہفتم رمضان ہشتم مارچ *
 ایضاً میاں تلوکونیش کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار نشن کو کیوں پوچھتے ہو۔ نشن جاری ہوا اور نشن کو
 اطلاع نہ دوں۔ ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہوا اور کب ہو۔ میرن صاحب جیو رہتے۔ تم
 شاہ پوری تباہ ہو۔ شاید سچ یہی ہو۔ ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابو الفضل تو تھے گود بچا چاہیے
 درخت جگہ سے اکھڑ کر بدستواری جتنا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اب بچہ ہوئے یار
 کہیں قیامت ہی کو حج ہوں تو ہوں۔ سو وہاں کیا خاک حج ہوں گے سٹی الگ۔ شیدہ الگ
 نیک جدا۔ بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی۔ پھر دعا۔

یابہاں ہیں۔ میر نصیر الدین دوبارہ سیکر پاس آئے اب مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ قاسم علی خاں قطب الاقطاب یکدن کہتے تھے کہ میراجد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہوئی ہے اور کہاں ہوئی ہو گی ہے اس خط کا جواب کھو تو صاحب الٹ مفصل لکھو۔ غالب صبح چار شنبہ ہم جنوری ۱۸۷۷ء ایضاً میاں بھٹائی خط کا جواب تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں۔ تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہیں کیا لکھوں پہلی بات میاں محمد فضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار دو تیسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کے جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا ان کو عاشق تمہیں ہوئے نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ غور کرو یہ مقدمہ مجھ میں نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس سو بیس ہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ لو اور دریہ اور چاٹری اور اجیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھر او اور دو بازار اور خاص بازار اور بلاق بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی جوہلی کے کھنڈر گتے پھر لے میر محمدی تو در ماندہ و عاجز پالی بت میں پڑا ہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈتا پھرے۔ اور میں ان غنہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا سے لے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۳ جمادی الثانی۔ ۱۸ دسمبر۔ *

ایضاً قرۃ العینین میر محمدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو میں خط نہیں لکھتا۔ *

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے؟

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جب جواب لکھتا۔ میرن صاحب تمہاری خیر و عافیت

غرت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بابر مرہبان دستار
الاقاب۔ خلعت سات پارچہ اور جعبہ و سر پہنچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے
برابر پیار کرتے تھے۔ بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان
یہاں وہی نقشہ ہے۔ کوٹھڑی میں بیٹھا ہوں۔ ٹٹئی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا
جھجھو دھرا ہوا ہے۔ تھک پی رہا ہوں۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یا باتیں
کر لیں۔ میر فراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور
میری دعا کہدینا۔ جمعہ ۱۶ مارچ ۱۸۷۱ء۔

ایضاً۔ جو ابے حال دہلی والو سلام لو۔ مسجد جامع و اگڈاشت ہو گئی۔ چلی قبر کی طرف
بیٹریوں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈامرعی کو تر کینے لگا۔ دس آدمی جہنم ٹھہرے۔
مرزا الہی بخش۔ مولوی صدر الدین۔ تفضل حسین خاں تین بیات اور ۷ نومبر ۱۳۷۱ء جادوی الاول
سال حال جہ کے دن ابو ظفر سراج الدین بیادشاہ قید فرنگ قید حرم سے رہا ہوئے تائب اللہ وانا الیہ راجعون
جاڑ پڑ رہا ہے پک پاس شرب لکج کی اوزہ کل سے رات کو زنی نگہی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف
راجہ پٹیلہ مر گیا۔ مہند سنگہ اس کے خلف پر خطاب فرزند ہی اور اقباب بجال دیر قرار رہا۔ بالفضل
دیوان ہنال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہر جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے۔ وہ نواب
گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فردی جینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی رہت
کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیلہ اور الور کے راج کا انتظام
اسی وقت پر ہو گا۔ بالفضل ابھی صاحب کچھٹا لوار دہلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں۔ جہ
صاحب تجارہ تک لگی شایست کر گئے۔ یہاں ابھی صاحب سے کوئی صاحب نگہ ٹھیکہ دارا الور کی
شرک کا بر اس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم

کتاب کا نام دستور کھا گیا۔ اگر وہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تھامے ماتھ کے اوراق کھے لوں گا تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز وود نامہ پنجشنبہ، ۲۷ ستمبر ۱۲۵۷ء *
 ایضاً۔ میر ہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناعد ہوئی ہے میں اس جہنم میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب باغ ہے اور بہت منع کرتے ہے۔ بڑا آکے آموں کا لالچ دیتے ہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آپنا ایکشنبہ کو غورہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جا کر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جا کر نماز تراویح پڑھتا ہوں کبھی جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جا کر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں انھوں نے میرا ناک میں کم کر دیا۔ تہنا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر سے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورد گرمی برسات وہاں کا تھا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرار دیا ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۲۵۷ء سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ باہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت آوردیا یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپیہ مہینا پاؤں اور دلی رہوں تو سو روپیہ بجائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب تہانہ و شاگردانہ جیتے ہیں جگو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دو تہانہ رہی معافہ و تعظیم جس طرح احباب میں رسم وہ صورت ملاقات کی ہو۔ لڑکوں سے میں نے نذر دوائی تھی۔ بس بہر حال غنیمت ہے رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریز کی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال چھڑے اس میں سے جگو ملے ساڑھے سات سو روپیہ سال۔ ایک صبیٹا نہ دیئے۔ مگر تین ہزار روپیہ

دیکھے کب جہاں شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو ان پچاس جلدیں مل سکیں گی۔ دیکھے تو من تیل کب میسر ہو۔ اور ادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سر فراز حسین میرے گھر نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے۔ میں تو آج جمعہ ۱۶ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب ہے۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تو تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سر فراز حسین اور میر نصیر الدین کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے۔ میر سر فراز حسین آئے ہیں اور میرے ہاں نہیں اترے۔ لا حول ولا قوۃ اترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ فہوس ہے جن کو میں اپنا سمجھتا ہوں وہ مجھ کو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا اور مجاہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیوں نہ کر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۸ رجا دی الشانی کی اور الراجزہ کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے ہیں۔ میں سمجھا میر سر فراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن بے پور سے آئے اور خدا جانے کہاں اترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ بہتے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے ابنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ میراجی ان کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اٹھا ہمن۔ سردی رفع ہو لے دھوپ نکل لے آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کہنت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے ہیں۔ اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے پھانک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن جہاں

نہیں گے۔ اسفندیار بیک متوفی کا کوئی متبنی مدعی پرورش ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔
اب اور یوں کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ میر سنگھ بیٹھے ہیں۔
کھانا پیتا ہوں۔ خط لکھ کر بند کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالاں میں دھوپ
آتی ہے وہاں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا۔ بسن سے
ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا پھر اُس کے بعد خدا جانے کون آئے گا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر
میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر حسین میل فضل علی عرف میرن صاحب کو دُعا۔ شگل کل دن
جمادی الثانی ۱۶ دسمبر پھر دن پڑے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ دہلی باہم۔ صاحب آج تھا راحظہ دوپہر کو آیا۔ اُس میں میں نے
مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے
کہ آنتیس روپے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ میں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
اب سوقت جو میں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو۔ مجتہد العصر
میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تو دلچ کے اور اگر نہ جائیں گے تو
موافق معمول گے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر
خط بند کر کے بھیج دوں گا۔ خدا کرے اُردو کی شرف کا لفظ انہوں نے ڈاک میں بھیج دیا ہو
شام کو مجھے دے جائیں گے تو میں کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج
اگر دُورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لہذا چوڑا سفر کیوں کریں گے۔ آٹھ سات
دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی بھاری
جوا چائی کو کھنکھنے کا مجھ میں دُم نہیں۔ تم جانو وہ جائیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔
۶۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی صحیح بیار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔ اب

میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میرا جہنمی خفا ہو گا نا چار جو کچھ الود کا حال
 سنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہر چند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں
 پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبر واحد ہے کہ
 اُن کو راولپنڈی نے صاحبِ لکھنؤ سے اجازت لے کر بلایا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحبِ لکھنؤ
 الود نے راجہ کے بلوغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ اُن کا
 راج اُن کو بلجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں بچا سناٹھ جڑو
 کی کتاب ایمر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدحِ جم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔
 شرہ بولیں بادہ ناب کی تو شک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب پکھا کرتے ہیں
 رات بھر شراب پیاتے ہیں۔

کے کیں مرادش میسر بود اگر جم نباشد سکنہ بود

میرزا خیر حسین کو اور میرن صاحب کو اور نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔
 ایضاً اے خباب میرن صاحب السلام علیکم۔ حضرت آداب۔ کہو صاحب آج اجازت ہی میر جہدی
 کے خط کا جواب لکھنے کو حضور میں کیا مسک کیا کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ
 تندست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف بچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی۔ میں
 اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن
 صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہو گا جواب لکھنا
 ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے۔ بھائی آخر کوئی
 وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو۔ بھان اللہ لے لو حضرت آپ خط
 نہیں لکھتے اور مجھے فراتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم

تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں
لکھنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور
مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ بخت کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۱۱۔ جزوی شہادۃ
ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو اور دھڑا خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا
ولی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر ملی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرض کہ
پنجشنبہ ۱۹ دسمبر کو پیر دن چرٹھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی تفصیل کے تیلے
ڈیرے ہوئے۔ اسی وقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میرٹھ سے بلا اُن کے حمیمہ
میں بیٹھ کر صاحب سکریٹری کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سن کر نو میدی کی بوٹ
باندھ کر لے آیا۔ ہر چند نشن کے باب میں ہنوز لاؤنچ نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا
ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں۔ ممکن تجزیہ
ٹاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت درپیش آئے گی۔ مسلمانوں کی املاک کے دائرہ
کا حکم عام ہو گیا ہے جن کو کراہیہ پر ملی ہے اُن کو کراہیہ معاف ہو گیا ہے آج کیشنبہ یکم جزوی شہادۃ
ہے پیر دن چرٹھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ
چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب میری
دعائیں کہنا اور حکیم میر شرف علی کو بعد اعلیٰ کے یہ کہدینا کہ وہ جو بوجہ تم نے مجھ کو دی تھیں۔
اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم اپنی مرگ کا طالب غالب۔
ایضاً۔ برخوردارتھا راجا آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الود کا کچھ حال معلوم
کر لوں اور کپستان الگنڈر کا خط آئے اور میں اُس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو
اُس وقت تمہارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آج تک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچتا کہ اگر یہی تھا

نام ہے بے شبہ چشمہ آب حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی اچھا
 عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تھارا خط پہنچا تو دو جھٹ۔ میرا مکان ڈاک گھر کے
 قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت۔ نہ محلے کی حاجت۔ بے وسو اس
 خط بھیج دیا کیجئے۔ اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
 اس وقت جہاں ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گزشت نہیں ہے
 لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ ہر وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ ۛ
 ایضاً او میاں سید زادہ آزادہ ولی کے عاشق و لداوہ۔ ڈھٹے ہوئے اردو بازار کے رہنے
 والے حد سے لکھنو کو بُرا کہنے والے۔ نردول میں جہر و آرم نہ آتھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین
 ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ اکیا آرزوہ سوخا موش۔ دوسرا غالب۔ بخود
 وند ہوش۔ نہ بخند رہی نہ بخندانی۔ کس پر تے پرتا پانی۔ ہاے ولی واسے ولی۔ بھاڑ میں جا
 ولی۔ سُنو صاحب پانی بت کے بیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد
 دلاور خاں۔ اور نانا اُس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد صاحب خاں۔ اس شخص کا
 حال از روئے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے۔ عمر کیا ہے۔ طریق کیا ہے۔ حسین
 خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھو اور جلد لکھو۔ ۛ
 ایضاً۔ سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو
 اٹھایا ہے۔ ایک غریب تہذیب مظلوم کے چہرہ نوزانی پر جہاں سا نکلا ہے نکو سرا یاہ آرائش گفتار ہم پہنچا
 میری دعا اُن کو پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے۔
 سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے۔ اہل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوتی تھی
 آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس سہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے۔

کیوں نہیں جانتے کہ میں جیدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں جانتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھنے لگا۔ میاں بیٹھو ہوش کی خبر لو۔ تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں میں آگیا اور آج تک اُسے خط نہیں لکھا۔ لاجل ولاقوتہ۔ سُنو میر جیدی جیسا میر کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب نکھو تب تو رفع ہو گئی۔ پیش کے رفع ہونے کی خبر شتاب نکھو۔ برہنہ کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں۔ تمہارا پرہیز اگر ہو گا بھی تو عصمت بی بی ازبے چاوری ہو گا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر شرف علی میں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی منحل میں تمہاری کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذکر را گاہ خوردا سکے معنی کیا ہیں پوچھو اور نہ چھوڑو جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو اندھی جلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے۔ میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھ کر چھوڑ دوں گا جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا پہنچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا۔

ایضاً بابا میر بابا میر جیدی آیا۔ اُو بھائی نراج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رام پور دارالسرور ہے جو یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سجان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوئی اس کا

لکھوں میری بنا سکے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لئے سلام تک بھی اُس میں ہو گا تو میں اُس کا جواب اُنکھوں سے لکھوں گا۔ اور ماں میاں تم نے میرا شرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مزنا ہوا گا۔ اُس غریب قول یہ ہے کہ میری دونوں بہنیں اور بایخ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو نہ معلوم ہو گا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کوئی بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلوں۔ اس امر میں حق بجانب اُس مظلوم کے ہے تو ضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب تھا اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین کو پہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سہرا حسین الہی کے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک ن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے۔ میں اُدھر آیا۔ ظاہر پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب گئی اب اُن تک کیوں کر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے ستمو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین جہان کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔ اس واسطے میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمہارے علاقہ سے دعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر حفظ مراتب کی زندیقی بد یہ جواب ہو تمہارے اس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی۔ یہ بات اچھی نہیں تین دن گئے کہ اگر تمہارے خط میں اُنکو دعا سلام لکھو گا تو اتنے تم کا ہے کہ کہو گے۔

آج ۱۲ راج کی ہے پانچ چار دن جینے میں باقی ہیں۔ آج ویسی ہی تیر ہے خدا نے بندوں پر رحم کرے مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غمزدگی میں ایک خوشی کو کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہو گا کہ ایک دستبنو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچ دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے پہلے ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین ہر بانی کلمات کبھی تم کو دیا یہاں لائیکا تو اس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع پڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے اس بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دُعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔

ایضاً بخور دار نور چشم میر جہدی کو بعد دُعا سے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بنجار کو کیوں آنے دیا تب کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بنجار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو مانع نہ آئے تب اتن بنکر آئی تھی جو اسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھا آج ڈاک میں بھیجا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کڑا تھا ہر حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر محکوم سناے۔ سُنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں محکوم ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال سیر کہتا ہے بغیر در شکر آبت رُوبا دارو۔

پڑھتا ہوں اس خط کو اور دُعا دیتا ہوں کہ میرے واسطے کوئی بات ہو محکوم کیا پیام ہے کچھ نہیں۔ شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اُدھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یارب سزنا میرے نام کا آغاز تحریر میں تھا میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سیر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے ان کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق
 عمل کروں گا۔ جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو اسید اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو
 کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک جھوٹا بچا سا بھی رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا
 دہندہ ہے میرے تفتد کا حکم بھجوا دیا۔ حکام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد
 ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میرے سر فراز حسین کو
 یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دے گا کہنا۔ ۴

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے۔ نشر میں خود نمائیاں کرنے لگو
 کئی دن سے تمہارے خط کی جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے خرم حرکت کر دیا ہے آج
 جو سبب ابز کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر ساز
 کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قاتل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں ہنر کے کنارے بہتے بہتے
 روئیل بن گئے ہو۔ کیا قاتل کیا روئیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لوستو اب تمہاری دلی
 کی باتیں ہیں۔ چوک میں بلگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا
 اُس میں سنگ نشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں
 ڈھا کر رہتہ چڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے
 حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جواں نخت کے سالے ولایت علی بیگ
 جے پور کی زوجہ ان سب کی آبادی سے رہائی ہو گئی۔ دیکھیے کبپ میں رہیں! لندن جائیں
 خلق نے از روئے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو
 سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۲۵۹ھ میں عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے
 اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپیے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بُدھ کا دن ۲۲ نومبر

پیر زادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین انکی بندگی مجھ سے کہی ہو خدا کی واسطے میری دعا ان سے کہ دنیا ۔
 ایضا میری جان سنو ہستان صاحب کشنر بہادر علی یعنی جناب نڈرس صاحب بہادر نے مجھ کو بلایا ۔
 ۲۴۔ فروری کو میں گیا ۔ صاحب سکار کو سوار ہو گئے تھے میں اٹا پھر آیا ۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا ۔
 ملاقات ہوئی ۔ کرسی دی ۔ بعد پرش مزاج کے ایک خط انگریزی جاوے کا اٹھا کر پڑھتے رہے ۔
 جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منگلو صاحب اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے باپ سے
 لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ منظمہ سے خلعت
 کیا مانگتے ہو ۔ حقیقت کہی گئی ۔ ایک کاغذ اولایت لے گیا تھا وہ پڑھا دیا پھر پوچھا تم نے
 کتاب کیسی لکھی ہے اسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلو صاحب نے دیکھنے کو مانگتی ہے اور ایک
 میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا ۔
 دیکھو میر ہدی حاکم پنجاب کی مقدمہ لایت کی کیا خبر ۔ کتابوں سے کیا اطلاع ۔ پنشن کی پرش سے
 کیا مدعا ۔ یہ اتفاسار حکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے ۔
 غرض کہ دوسرے دن کیشنبہ یوم لتیطیل تھا ۔ میں اپنے گھر آیا ۔ دو شنبہ ۲۸ فروری کو گیا ۔ باہر کے کمر
 میں بیٹھ کر اطلاع کروائی ۔ کہا اچھا توقف کرو ۔ بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چھٹی آئی ۔ سواری
 مانگی ۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہانسی جیون لال کو دے جاؤ
 وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اُدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا ۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات
 سے باتیں کرتے رہے ۔ کچھ سٹیفٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے ۔ ایک خط
 منگلو صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ ہستد عا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی
 بھیجا جاوے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا ۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن کے باب میں
 اجڑن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم ان سے ملو ۔ عرض کیا بہتر ۔ اجڑن صاحب یہ دیکھا کہ مکمل معلوم تھا

اُڑا لے اُسکو دیکھ لوں پھر فطری کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد منشن کے لئے نہ ملنے کا تردد بہت دور ہے گا۔ شبک سیر کیوں جہاؤں کہ یہ سب موٹوی چھوڑ کر نکل جاؤں۔ پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوار ام پور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جہاؤں اور ضرور جہاؤں۔ تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں صہطراب کی کیا وجہ چُپکے ہو رہو اور محکوم کسی عالم میں عین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا اعلیٰ میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطرین دستخط خاص سے لکھی تھیں اللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کیس تقدیر کا ذکر ہے ایضاً تہ صاحب اپنا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کے اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر جہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مڑتا ہوں۔ میر سر فراز جیس نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے۔ کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندہ ہر وفا ہوں گرفتار نہیں تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام صلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤں گا۔ میں نے سلام پہنچے دیا۔ اور منتظر ہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو نہیں اُن کو دو ٹیگا۔ محرم تام ہوا آج سہ شنبہ عرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہر برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو جھلاسنے ایک عذر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ اہندام مکانات کا ایک آفت و بآکی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آ جاتا ہے جطرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے۔ سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

کی ہے ایسے بنہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال میں ہو۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ غریمت کیا ہے میرے نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلالائے حضرت اپنے سلام علیکم۔ مزاج مبارک کیسے مولوی منظر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ میر شرف علی صاحب و میر سرفراز حسین کم اویہ ستم پیشہ میر حمیدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ کیا کروں میں کہیں تم کہیں وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جاہلوں کے تو انتقام لیا جائے گا۔ ہے ہے کیوں کر ایک جاہلوں گے۔ دیکھئے زمانہ اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے۔ بنیے سے سیانا سودیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیعہ صوفیہ کا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا۔ جو تم محکوم سمجھاتے ہو کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موت فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لوٹنا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہو گا بھائی تو میں نہیں اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزویوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا ایک حسرت کا یہاں تھا نہ خواہش کا۔ دیکھا اس منشن قدیم کا حال۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن جب تک جو اب پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں۔ حاکم اکبر کے آنکلی خبر گرم ہے دیکھئے کہ آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک درپنچ

میر نصیر الدین کو دُعا۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا۔ یوسف ہفت کشور کو دُعا۔
 ایضاً۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے کھٹنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہو کہ میرا لپکاٹا کچلا
 میرا بچھونا منجھولا۔ میرا تاج منجھولا۔ میرا بیت الخلا منجھولا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو
 میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی۔ اکتون شب بین شب بہت روزم روز بہت
 بھی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میر خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا
 اگر پہنچتا تو بیشک یہ تمہاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اہل حقیقت تم سے پوچھتے
 اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے منجھوہ رو داد لکھتے جو میرن
 صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔
 اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا
 اب اتنے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حُسن بھی کیا چیز ہے۔ تاو کا اتنا
 خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو
 میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا
 جواب اُن سے لکھو اگر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔
 تپیں متولی۔ اندھ جہنگا۔ بیچارہ منشی میرا حسین کا بھتیجا میرا داد علی آشوب کا بیٹا۔ محمد میر۔
 شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اُس کو دفن کرائے۔ جوان صالح۔ پہنیز گار۔ مونین کا
 بیش نماز تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجتہد العصر کا حکم بجالاؤں گا۔ اور رئیس کو بلکہ
 دارالمہام ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائیگا اور دارالمہام
 امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دُعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب
 نہیں لکھا۔ ہم بھی مختاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر شرف علی کو دُعا کہنا۔ اور کہنا کہ

گلی گلی ندی بہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مہنہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ بچن کال ہے پانی و بارسا کہ بوئے ہوئے واسے بہ گئے۔ جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بوئے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال۔ اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہو۔ جناب میرن صاحب کو دغا۔

ایضاً

بے نہ کند رکھ من خامہ دانی سُرست ہو آتش بے دود کجائی
میر جہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگلیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی نہیں۔ گرہائے آتش سیال کہاں کہ جب دو جڑے پی لئے فوراً رگ و پنے میں دوڑ گئی مل تو انا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفسِ ناطقہ کو تو جہدیم پہنچا۔ ساتی کو شر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہائے غضب ہائے غضب۔ میاں تم نشن نشن کہہ رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور نشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں۔ تم کو نشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ میں نے اس کا اہل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو گا تم کو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی۔ یوسف دہر سہی۔ یوسف سہی۔ یوسف کشور سہی۔ انکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت کہہ گئے ہیں کہ میں ساڑھے سات روپے مہینا بھیجے جاؤ گا۔ اب انکا تقاضا ہے ریم بھجوانے اور کہتا ہے کہ بھجوا جان کو لکھو کہ بھجوبھی جان بھوک کی مرتی میں۔ خرچ جلد بھجو۔ ورنہ نالش کھیا لگی اور نگو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھا دینا۔ میر سر فرارین

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیپور کے مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن جیسا بھلا انگوہاری دُعا کہنا ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم و دوات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا کر تو جو بے روزہ شکوہ شکایت و عتاب خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سرسند واد اللہ ہے مَحَلِّقِینَ رُوئے سَکَمَ بِرِعل کیا ہے۔ میں نے کہا سرسند وادیا ہے۔ تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے وائیں کجا آرم کہ جامہ ندارم۔ واللہ اُن کی صورت قابل دیکھنے کے ہے کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آگئے اور برقرار و بجال ہے خدا کا شکر بجالایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خبر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارکباد دینا۔ خردار بھول نہ جایو۔ تمہاری شکایت تہا سے بیجا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خطا پانی پت سے بھیجا تھا اور کرناں کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرناں سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پتجا بھی نہیں تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیلہ ہے۔ ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بیجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرناں سے بچکر خط لکھنے میں کیوں دیر کی اور ماں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے نہیں نکلتا۔ اُن کی خیر و عافیت نہ اُن کی بندگی بندگی لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ باتیں سچی نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں واللہ اُن کی پانی پت میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر واللہ کو وہیں بلالیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آجائیں گے یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بُود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرن نشین اُس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دیجائیگی۔ شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ کو مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھرا آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میرا حمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ
خفیہ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل بھارے نہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو فیض
ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ۔

میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکاں
برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ تناسم جان کی گلی سعادت خاں کی ہنر ہے۔ میں جس مکان میں
رہتا ہوں۔ عالم بگیخاں کے کمرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے والاں کو جاتے ہوئے
جو دروازہ تھا گر گیا۔ ٹیرھیاں لڑا جا رہی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں
چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گڑی بھر رہے تو چھت گھٹنے بھر رہے۔ کتابیں خلدان سب توشہ خانہ
میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بٹھکے بکھوں۔ باجی چار دن
سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرت ہے۔ آج ایک من کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میری
کے خط کا جواب لکھوں۔ آؤر کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرجی کی شرارت۔ یہاں
حالم کثرت اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال جو کچھ کہو
کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نو مبر میں ہمارا جہ کو خستہ مارے گا۔
مگر وہ اختیار لیا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضہ قدرت میں رکھا۔
آؤمی کو بدنام کیا ہے۔ بارے رخص مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی
حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں تندرستی ہزار نعمت ہے و ہائے پیش مصرع
مزا قربان علی ہر گیب سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجھ کو پسند آیا ہے
تنگدستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے
مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دُعا۔ آہا ہا ہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت

حاکم صدر محکوم پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دُعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی تہر کی جواب عربی لبربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دُعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو فرزند ہیں۔ میں دُعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دُعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ۔ چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ بہتر غصہ سیر حنا کے پل کی۔ ہر سال سیلہ پھول الوں کا یہ پانچویں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب گوہر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہو گئے دیکھئے کہاں اترتے ہیں او کیونکر دیا کرتے ہیں آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھج۔ بہادر گڑھ۔ فوج نگر۔ دو جانہ۔ پاٹودی۔ لومارو۔ چار معدوم محض میں جو باقی رہے۔ اس میں سے دو جانہ دلوہارو تخت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کشتہ بہادر اُن کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔

اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی صدر الدین خان۔ بلی باروں میں سگے نیاموسوم اسد۔ تینوں مردود و مطرود و محروم و منعموم ٹوڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و صوبہ پھر ہم کو کیا آسمان سے بارہ گلفام گر برسا کرے۔ تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خاں کے چھتے گی۔ خان چند کے کوچہ کی ٹرک دیکھ جاؤ۔ بلاتنی یکم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر بہتر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالباً فردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز جین کو دُعا۔ حکیم الملک حکیم میر شہرف علی کو دُعا۔ قطب میر نصیر الدین کو دُعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دُعا۔ غالب۔

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہو ہے۔ آئندہ کیا ہو گا۔ سلطانِ اعلیٰ مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر ان کے دلِ علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیریتیں عزیز داری و بیگانگی کی آئینہ سے دعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ زیادہ کیسا لکھوں۔ ❖

ایضاً۔ میاں کیوں ناپاسی و ناقتی شناسی کرتے ہو۔ چشمِ بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشمِ بیمار کے لائق کہاں۔ چشمِ بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گوار چشمِ بیمار کو کیا جانو۔ خیر مہنسی ہو چکی اب حقیقتِ مفصل لکھو۔ تم زحیر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارضِ چشم سے تم کو کیا علاقہ۔ میرے چشم کی آنکھ کیوں دکھتی۔ میں نے خط تھیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں دہاں آؤنگا جبکہ خط بھیجنے میں تاثر ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کر تے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار سو پچاس روپے ہوئے۔ سو نہ خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ میں اس کا قرضدار ہوں روپیہ اس نے اپنے گھر میں رکھا اور مجھ سے کہا کہ میرا حاب کیجئے۔ حاب کیا۔ سو بوتل سات کم پندرہ سو ہوئے۔ میں نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حاب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپے کھلے۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے۔ نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو جبکہ دو۔ پانسو سات تم لو۔ یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ میں نے آنکھ سے دیکھا تو پچیس پھوٹیں بات رہ گئی پتہ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے میں جیسا نکلا جھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامتِ اسد اللہی ہے ان میوں کا ہاتھ آنا عیضہ یا اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز نیشن پانیکا سختی نہیں

جسٹا نہیں دیکھو خط لکھتا تھا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دُعا۔
 ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود دُوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اُٹ بچھا
 ہوں۔ تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۳۸۵ء تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ کے
 نصیر الدین لائے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں ب کی بار درو میں مجکو غفلت بہت رہی کثر جا
 آنے کی خبر نہیں ہوئی جب اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں لائے۔ تمھاری آنکھوں کے غبار کی وجہ سے
 کہ جو مکان دلی میں ڈھلے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے
 ازراہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین
 کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزدگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔
 یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید
 مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اطلاع پائیں۔
 ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دے رہے تھا راحظ پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین
 تمھارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سُن لو گے میں کیا لکھوں میں
 بھی جو کچھ سنا ہوا نہیں ہے سنا ہے اُن کا اس طرح ناکام بھڑانا میری تمنا اور میرے مقصود کے
 خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہی میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہو گا۔
 سو روپیہ کی ناحق زیر باری ہوئی چونکہ یہ زیر باری میرے جود سے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی
 میں نے اس جھپاٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور ویسا ہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں
 ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری سے دل گڑھا ہو۔ وہاں کو کیا چھتہ
 ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ ٹوٹ ایسی سخت۔ کال
 بڑا۔ وہاں کیوں نہ ہو۔ سان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔

ایضاً۔ جان غالب مختار خطیہ پنچاغل مہراج کے بعد پہنچی ہے۔ ہر اکے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے؟ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس تہ کا ہو گیا۔ اسی میر ہمدی تجھے شرم نہیں آتی میاں یہ اہل دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں جس کی ٹٹی پروا ہو اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ حجت اوسمت بدلی ہوئی ہے بہر حال میگزد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا۔ لال ڈنگی کے کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے۔ خیر کھاری ہی پانی پتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسوں میں سوا ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا۔ مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ نکلتے۔ مہاراج ایک صحرائی ووق ہے۔ اینٹوں کے ڈھیر جوڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہو کا مکان ہو جائے یاد کرو مرزا گوہر کے باغچے کے اس جانب کو کئی باغیں نشیب آتے وہ باغچے کے صحیح کے برابر ہو گیا یہاں تک راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فیصل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا۔ کشمیر دروازہ کا حال تم چمکے ہو اب ہنی سڑک کی واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہو گیا۔ پنجابی کٹرہ۔ دھوبی واڑہ۔ راجی گج۔ سعادت خاں کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ راجی داس گودام دے کے مکانات۔ صابرام کا باغ حویلی۔ انیس سے کسی کا پتہ نہیں ملتا۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جگہ کنوئیں جاتے ہیں اور پانی گوہر نایاب ہو گیا۔ تو یہ صحرا صحرا کر بلا ہوا۔ اللہ اللہ ولی دے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہہ جاتے ہیں واہ رے خیر اعتقاداری بندہ خدا۔ اردو بازار نہ رہا اردو کہاں ملی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہو کیسے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہرواؤ کا حال کچھ اوسے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگنڈر مدنی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہر انکی

یوں نہ لکھو وہ خط نہیں ہے۔ چاہے آج۔ آج بے باران ہو۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ ہو۔
چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امضوری لکھ لیا۔ زوائد
کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی سار
تین طریقوں میں بھی میں نے لکھ دیں کیا قصا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے
بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصو عارف کرو خانہ ہو۔ میر نصیر الدین
ایک بار آئے تھے پھر آئے۔ فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمہارے چچا کو یا لکھو بھیدوں
نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علی خاں مرگئے۔ حامد علی خاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو
روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلوداروغہ بیار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خاں
کو مہینے بھر سے تپ آتی ہو۔ حسین علی خاں کے گلے میں دو غزوہ ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ۔
نہ کہیں بھاؤ بھاؤ بجا ہے نہ شہر نگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہو کہیں
دوڑ نہ بنتا ہے دلی شہر خوشاں ہے۔ کاغذ بڑ گیا ورنہ تمہاری دل کی خوشی کیو سٹے ابھی اوکھٹا
ایضا سید صاحب تمہارے خط کے آئینے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن نہ
وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں حظ سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپے
ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس سہولت کے
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپے گئے بلاتے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ انور چلے
جائیں شاید نئے بندوبست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجھو لکھیں۔ نیشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عکلم میں ہر خیزہ شخص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں
بتاؤ۔ بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگہانی اور ہے
 میان شہ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا وہی اس میں میری
 کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب اسی ہفتہ میں غایت
 اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپہ کی بھی تدبیر ہو رہی ہے
 اگر ڈول بندہ کیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائی گئے ہیں
 اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں نے شرکت خیر اُسکو چھوڑ دینا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور
 کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔
 میرا خدا اکرم۔ میرا خداوند سبحی علی دارم چہ غم دارم۔ وبائی آج بدم ہو گئی ہے۔ پان سات دن
 بڑا زور شور رہا۔ پر رسول خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو
 اُس کا نو برس کا بیٹا بیضہ کر کے مر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ الوریس بھی وہاں۔ الگ نڈر مرنے
 مشہور الگ صاحب مر گیا۔ وہی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں دلچسپی میں تھے
 تھا۔ اس جرم میں ناخود ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہلکوا گیا۔
 ایضاً۔ ماں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیج دیا۔ اب کیا لکھوں
 تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے لغافہ کو گریڈ
 کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں
 خیریت ہو وہاں کی خیر غایت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہو
 مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میرے سر فراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ماں حکیم
 میرا شرف علی اور میرا فضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتو
 رہو۔ کیوں سچ کہو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ مای کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف بننے دیا۔ نہ اپنا ہم ٹخلص ہم پہنچایا۔ فقط فیشن کی صورت یہ ہر کہ کو تو اس کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی کھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں گسٹ کی محکو ابرٹن صاحب بہا نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے گئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔

ترو داگر ہے تو اس میں ہے کہ ہمیں پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آئندہ کو مقرر ہوتی ہے غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روبرکاریاں ہوئی ہیں۔ صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو رومی ہو صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ ذکر بند کیا۔ اور یہ لکھ دیا کہ یکم گسٹ ۱۳۵۷ء تک میں نے ۱۵۔ جینے کا حال لکھا اور آئندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقروہ اخیر لکھ بھجو۔ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میرا شرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میرے فرزند حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو محکو اطلاع کرنا۔ *

ایضاً۔ ارڈالا یا تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج زقار کا برا ہو جنے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و گوشہ تھا۔ چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے۔

سو بھی نہ کو کوئی دم دیکھ سکا ایو فلک۔ اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا یا دوسرے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہو۔ کل سے محکو کئے کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی تباہ کہ میں تم کو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں سے پاس نہیں بچھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی۔ بہر حال کچھ لکھتا ہوں نہ کچھ لکھتا ہوں۔ سنو فیشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھی میں تم کو بت آرزو ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کبے بیان میں اتنا رست نہ محکو نہایت بلکہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں نشین پائے کا استحقاق رکھتا ہوں پس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو ضرر میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہیں محاف تو شک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگہ اندر والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دکھایا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ اگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو میں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ سودہ بھیجا گیا۔ رنی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگہ نے لیں۔ پچیس روپیہ بچا بے خانہ میں بطریق ہندوی بھجوا دئے جس پر طبع نے بشمول سنی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا اگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیے ہو۔ حکام نے بحال خوشی اجازت دی پان سو جلد چھاپی جاتی ہے اس ن پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی امید سنگہ محکوم دیں گے۔ بین عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ برسوں خط لفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرسہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۸ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک محاکمہ لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ اُن کو جاگیر گسٹ میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی امید سنگہ اندر جانے والے تھے اگر ختم کر کے سودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔ *
ایضاً خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میرا شرف علی صاحب نے تمھارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصہ تمھارا ہی کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو۔ جہاں دوسرا میر جہدی بھی ہو محکوم دیکھو کہ میں کیسے دلی میں رہا ہوں نہ کوئی اپنا ہنام

روپیہ کے کیشت پانے کی اور آئندہ ماہ باہ ملنے کی رپورٹ منگو کر اپنی منظوری لکھ کر ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دیں سو یہاں اُس کی تعمیل بطور مناسب ہوگی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب پیسے مل جائیگا اور ہاں صاحب کشر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو تنور و پیہ خزانہ سے منگالو۔ میں نے کہا صاحب کیسی بات ہے کہ اوروں کو سب دن کاروپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلو اتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ و اجرا کا حکم مل جائیگا۔ اوروں کو یہ بات برسوں میں میری آئیگی۔ میں چپ ہو رہا۔ آج دو شنبہ یکم شعبان ۱۲۸۷ ہجری بمقام ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر تنور و پیہ منگالوں۔ پر یار ولایت کے انعام فی حق خدا ہی سے ہو حکم تو اسی کے حکم کے ساتھ اُس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستوں منگا کر اور تم دیکھ کر ہوا لکھو کہ وہ کیسی ہے اور انہیں کیا لکھا ہو چاہے حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی لکھ کر مجھ سے مانگی اور میں نہ دی۔ اب انہوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہو وقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجھ کو باتیں کر نیکامز ملا تو دونوں کا جواب بھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میرے فرزند حسین۔ میرن صاحب میر نصیر الدین کو دے دے عا۔

ایضاً۔ سید صاحب تم مجرم نہ میں گنہگار۔ تم مجبور میں لاچار۔ لو اب کہانی سنو۔ میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفیٰ خاں بمیعا دسات برس کے قید ہو گئے تھے سو ان کی تفصیر معاف ہوئی۔ اور ان کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور نیشن کے باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میر ٹھہری میں ایک دست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔ میں مجر د تلخ اس خبر کے ڈاک میں ٹھیکر میر ٹھہر گیا ان کو دیکھا۔ چار دن ہاں رہا۔ پھر ڈاک میں آیا۔ تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا۔ منگل کو آیا۔ آج بدھ دوم فروری ہے منگل کو آئی ہوئے

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا انکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب نے یہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمھاری ہلکوپسند نہیں آئیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہو گا بغیر الفاظ لکھتا ہوں۔ کیوں نہ میرن کو مختتم جانوں؟ دوئی والوں میں اک بچا ہریشہ میر تقی کا مقطع یوں ہے۔ میر کو کیوں نہ مختتم جانیں؟ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ آئے میاں تم نے کچھ اور بھی سنا کل یوسف مرزا کا خط لکھتے آ یا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد ان کا دائم تحسب ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کا ہے کو کچھ کا خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو۔ لوجھی اب تم چاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے کھلونے سنگا دو۔ مین بھی بجا جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سنا دینا برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔

ایضاً۔ میر مہدی جتتے ہو۔ آفرین صد آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجبور شک آنے لگا۔ سُنو دوئی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے حملہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر میں نے اُس کو پہل کیا۔ اللہ بڑا دے۔ میری نیشن اور اوتار کے انعام کا حال کما ہو حقہ سمجھ لو تو لا الرحمن اللطاف حقیقہ ایک طرز خاص پر تحریر ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی نیشن کے پڑھے ہوئے

ایضا میری جان خاتم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بوڑھا ہونے آیا۔ ڈاڑھی میں
 بال سفید آگئے۔ مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔
 یہ تو جانتے ہو کہ ولی کے سب پنشن داروں کو میری شہادت سے پنشن نہیں ملا۔ یہ
 فروری ۱۹۱۷ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا
 روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ ماہ
 غننے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُنکو
 کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انجلی ہے۔ چل بسوال لے گئی
 تو کا ہے سے پٹھکوں راب بد علی بخش خاں پچاس روپیہ مہینا پاتے تھے بائیس
 مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو کچھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آئندہ ملنے
 میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خاں سو روپیہ مہینہ کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو
 روپیے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے
 کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مٹا جھدار دس روپیہ مہینے کا
 سیکھ لبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ
 کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کمی خطر پر خط لکھے تو
 اخیر خط پر صاحب کشتربہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجا دیں
 میں نے وہ سو روپیے نہ لئے۔ اور پھر صاحب کشتربہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ اٹھانے
 مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب
 پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھ کو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں۔ مثل اوروں کے
 مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے۔ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے

نوان نہ ہو۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے کچھ صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو
 میں جواب لکھتا ہوں۔ روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
 میرے پٹے سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہو اور حالت ہو کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے بلکہ
 دروازہ کا تھانہ دار موڑ جا چکا کر ٹرک پر بیٹھتا ہے جو باہر کے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر آٹا
 میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
 رہتا ہے اس سے علاوہ سببوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ کھتا ہے
 تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جھدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو
 مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسدا اللہ خاں پنشن دار شدہ
 حکیم شیلے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں
 کے زمانہ میں نکلا اور نکلا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار
 اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جھدار نے
 محلہ کے نقشے کے ساتھ کوٹوالی میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر نکال دیں
 کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انہیں ڈھا دو۔ اور آئندہ کو مخالفت کا حکم نہ دو۔ اور
 بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر
 مقدور نذرانہ دے۔ اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے
 گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بننے کی
 کون جہورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کئے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
 شہر میں آتے ہیں الْمَلِکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نوحہ میرزا حسین اور برنخردار میر نصیر الدین کو دعا
 اور خباب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

تائیں کی بُرائی اوروں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیئے۔ میں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے
مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے
خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی
بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام تپلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور میں
ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر شرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کُنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں
چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دُعا کہہ دینا۔ ❖

ایضاً۔ کیوں یا کیا کہتے ہو۔ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمھارا خط پڑھ کر دو
بار یہ شعر پڑھا۔ وعدہ وصل چوں شود نزدیک بد آتش شوق تیز تر گرد و چ کلو کو
مولوی منظر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں میں آتا ہوں۔ بھلا
بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا۔ اُنھوں نے جواب میں کہلا
بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں میں حاضر ہوتا ہوں۔ دو گھنٹی کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات
ادھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اہی کیوں حضرت آپ
میرن صاحب کو نہیں بلاتے۔ صاحب میں تو اُن کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام
کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں پھٹ کر محکواطلاع کرو میں شہر میں بلا لوں گا۔ صاحب اب وہ
ضرور آئیں گے۔ آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تک لکھتا ہوں کہ اُن سے مختصر یہ کہہ دو کہ
بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو
باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے نزق جینے کا ڈھب محکوا گیا ہے۔ اس طرف سے
خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آئندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے
نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

دھندھورا پٹوا کر ٹکٹ چھوڑا اگر جرٹن صاحب ہلاد و بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حقا جوبابا
 پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جبہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی
 اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کے دعائیں نہیں۔ بنو دار
 کامگار میر ہمدی قطعہ تم نے دیکھا بیچ بیچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جو وقت میں یہ
 قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے بتایا کہ دادا جان چلو کھانا
 تیار ہے ہمیں جھوک لگی ہے۔ تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اُسی کاغذ کو
 لفافے میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ کھکھکلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چھپر بھی تھی کہ
 دیکھوں میرا میر ہمدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا۔ تم نے جلے پھپھو لے پھوڑے۔ لو اب
 تباؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم
 سنا ہو گا بے اہل باتیں ہیں۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بابر کے پیش نظر۔ یہاں کے
 حاکم نے اگر ایک رو بکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو
 ایک آدمی آگئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے کبس بند کیا۔ باہر تختوں پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ
 روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرمانے کی طرف سوٹ سے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا
 ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دو دمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک
 آدمی ساتھ۔ اُس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری پتھی ہوئی۔ میں نے کہا انا بابا سلطان العلماء
 مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے
 فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خل ہے بلکہ نعم البدل ہے۔
 ایک ایک آم کو ایک ایک نمٹھر گلاس سمجھایا وہ انگوڑے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھر ہے کہ
 پیٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے عیاں کہتا تھا کہ یہ اتنی تھ پندرہ گر گئے بلکہ سڑ گئے۔

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار تعطیل ہے پرسوں دو شنبہ سے دیکھے یہ کاذب کیوں کر تقسیم ہوں پتہ
 کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کو تو اں کو
 حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں نیشن دار کی کیفیت لکھو کہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کو تو اں
 موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کو تو الی چوتھے جائیں گے اور
 میری بے مقدوری ظاہر کریں گے۔ تم کہیں نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی پڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا
 اور آئندہ کو نیشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرے گا
 چھ مہینے یا برس دن کاروبار علی الحساب پانے کا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اس طلب
 کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں۔
 دیکھو اب اس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میرسرفراز جین کو دوا کھنا اور میری طرف
 سے گلے لگانا اور بپا کرنا۔ میر نصیر الدین کو دوا کھنا اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب

پنام شاہ عالم صاحب

محذوم زاوۃ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دوعاے درویشا نہ قبول فرماویں آپکا مع الخیر
 وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدموں اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو
 یوسف از مصر بکھان آمد بے تفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ
 ہنوز تمھارے مسودات دیکھے نہیں گئے۔ تا نزول باران رحمت الہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو
 اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا اور اپنے والد ماجد
 یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برے پہنچائیے گا
 اور عرض کیجیے گا کہ آرزو سے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مبارک
 میں اور انوار الدولہ کو کاپلی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں میری روح کو

میر سر فرزا حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کے
 اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ
 کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر پھٹریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ
 نہ لیں۔ شکرم میں۔ کراچی میں چوپہٹے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلی ماروں کے محلہ میں میر
 مکان پڑا تریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی منظر علی بستے ہیں میر ان کے
 سکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زہار کوئی نہیں روکتا یہ اصلاح تو ایسی
 ہے کہ اگر اس خط کے پتھتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔ ❖

ایضاً۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے۔ وہ وہاں اچھی طرح ہے
 حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے
 حکام سے ملتے ہیں وہاں نشین کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ
 میں ایک دو خط مکتوباتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ
 ہندوستانی علداری میں ایسا امن و امان ہو گا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی علداری میں چین
 ہو گا۔ امرا اور شرفاء کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تنظیم توقیر۔ نشین کی تقسیم علی العموم آبادی کا
 حکم عام لوگوں کو کمال نطف اور نرمی سے ایسا کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سنو وہاں کے
 صاحب کشنر بہادر عظم نے جو دیکھا کہ ملک میں ہندو بھرے ہوئے ہیں۔ اہل اسلام نہیں ہیں۔ ہندو کو
 اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دہلی ہی پر ٹوٹ
 پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں علداری کی وہ صورت ہو جو عذر سے پہلے تھی۔ اب
 یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ مین نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی
 درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی راے پر ہو۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

تو مجھے اطلاع دیجیئے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر رُوسے سخن آپ کی طرف سے آپ کا خط میرا
 نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میرویز علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ مجھوایا۔ جو آدمی خط لکھا
 گیا تھا وہ دوبار جواب مانگے گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل یو دو سری بار حضرت نہ ملے۔ میں نے
 اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تختانی کو چکا
 تھا کہ ایک چپر اسی یا اور اُس نے خط تھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا۔ اور کہا کہ ڈپٹی صاحب
 سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا سح اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں
 صبح کا وقت یکش بنہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہو ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ
 قطب الدین سو داگر کی عویلی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے
 ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی
 دُعا پہنچا ہے گا۔ والسلام۔

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا تجھوں اور اُس کا شکر کو کیوں بجا لاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیان میں
 کہ مجھ تک آفرینش کو اپنے خاصانِ درگاہ سے بھلا کہوتا ہے۔ ظاہر میرے مُقدّر میں بھی
 سعادتِ غلّی تھی کہ میں اس قلمِ عالم میں جتنا بچ رہا اللہ شہید ہے کشتیِ بنو عینی کو بوں بچایا۔ اور
 پھر اس تہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ
 تصور کرتا ہوں واسطے جزا کے اور شمار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویِٰ خدائی کرنے میں
 مجاہد نہ کرے گا۔ گناہِ فادتِ مآب و بیچِ آہنگِ نسخہ لطیف شریعتِ تالیف اس کے آگے
 غلام سے کچھ نہ پڑ جائیگا۔ مگر چودہری صاحب اور حضرت سیدنا و امیر صاحب دروہی و فیضی صاحب
 صاحبِ تین اہم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرا اسم میں متروک ہوں کہ آیا میرا قیاس مطالع

قبض کا حکم ہو۔ لیکن شہادہ میں دو مہینے باقی ہیں ان کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے۔ شفقتی گرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہئے گا اور یہ پیام پہنچا کہ حضرت صاحب عالم کی تنہاے دیدار بقید ماہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اگر کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے خواہش وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں ہے اُن کے اُس خط کا جواب جو برسوں محکوم پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ان شاء اللہ العزیز۔ ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر رُوئے سخن آپ کی طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی میاں تشریف لائے اور میرے سکن سے ایک تیر تپا کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین کی حویلی میں اترے ہیں۔ مرنی صاحب کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں۔ لیکن قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جن کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن میں جم ہیں انھیں اُن کے حسن صورت سے روشن ہو گئیں اور دل اُن کی سیرت سے خوش ہو گیا۔ واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔

ایضاً۔ مخدوم زادہ عالی شان مقدس دو دماں حضرت شاہ عالم اسرارِ امان و عروشانِ علم و عمر سے برخوردار رہیں۔ ہمارے حضرت حکو بھول گئے۔ ہاں سب سے اُن کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہرِ مہر و محبت کا عوض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عوض کہاں ہر حال جناب حضرت شاہ عالم صاحب کو میری بزدگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائیں۔ چودھری عبدالغفور خاں صاحب کو سلام کہئے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچا میرا گناہ ہے یا اُس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجئے۔ اگر کوئی جرم

آج لکھ رکھو۔ اٹھے کون کس کھولے کون۔ لڑکوں کی دات قلم موٹ سے پر لپٹا کے باپس لکھ لی۔
 اوتب مقصی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام قدس ہو۔ حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظریں
 مکمل ہو کر مسودات کا تہ کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو کھچے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں۔ پریوں
 تک آجائیں گے بعد اس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ غربت امضا پذیر ہو جائے گی۔
 حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید عالم کو سلام۔
 چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز۔ صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو منفی روح سمجھتے تھے
 باتوں کا مزمل تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیوں ہوا۔
 صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔ ۴۔

بنام مولوی عبد الغفور خاں بہادر نساخ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ سدا اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرست
 حال کا شاکر اور آئندہ افزائش عنایت کا طالب ہے ذکر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور بہت
 عطیہ سمجھ کر یا دآوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
 اس سچ میرزا چچاں کو قابل خطاب و لائق عطاے کتاب جانا۔ یتن دروغلو نہیں۔ خوشا
 میری خوش نہیں۔ دیوان فیض عثمان اسم باسئے ہو۔ ذکر بے مثال اس کل نام تجا ہے۔ الفاظ
 متین۔ معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ ہندش پسند۔ ہم فقیر لوگ۔ اعلان کلمۃ الحق میں کیا
 وگتسخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ آج
 بڑھ کر بصینہ بمانہ نساخ ہیں۔ تم دانائے موز اردو زبان ہو۔ سرمایہ نازش قلم و ہندوستان
 ہو۔ خاکسار نے ابتدا سے سن میر میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ

واقع ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں تردد ہوتا ہے۔
 معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر بیچ آہنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی
 بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ میری نظم و شعر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ
 مجموعہ شعر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانہ میں تھے۔ وہ
 کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہوں جتنے ہزار روپیہ کی مالیت کا ہو گا لٹ گیا۔ ایک ورق نہیں رہا
 ہاں چھاپے کی بیچ آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور میوب بہ دو عیب ہیں۔ ایک تو کہ جو بلوچستان
 از قسیم نثر تحریر ہوا ہے وہ اس میں نہیں۔ دوسرے کا پی نوٹس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی
 ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اس واقع سے بے مبالغہ یہ ہے
 کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیج دوں۔ مخدوم زادہ ہا
 والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے ان کی خدمت میں اور پھر تیسرے مقبول عالم
 کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں *
 ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قلمہ روح و روان خاں صاحب عالم صاحب
 ہنگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے ضحلاں ثوی کا
 حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تعلق کی ملاقات ہے آجائے تو اٹھ بیٹھتا
 ہوں ورنہ پتہ نہ ہوتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر
 میر عبد الغفر صاحب آئے ہیں بے کلاہ و پیر بن پنگٹ لیتا ہوا تھا ان کو دیکھ کر اٹھا مسخ
 کیا انھوں نے خباب شاہ عالم کا خط مع مسوات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا
 عرض کیا کہ کل آخر روز آپ نثر لایں خط کا جواب اور اصطلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف
 لے لیتے ہیں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے۔ جی میں کہا آؤ بیچار کیوں رہو۔ خط کا جواب

ہندی فارسی نظم و شعر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو ان دونوں گھروں پر
 جھاڑو بھر گئی نہ کتاب ہی نہ اسباب یا پھر اربین اپنا کلام کہاں سے لائوں۔ ہاں تھکوا طالع
 دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں شہ ۱۳۷۷ء سے جولائی کی اکیسویں شہ ۱۳۷۷ء تک پندرہ مہینے کا بیٹا
 حال میں نے نشر میں لکھا ہے اور وہ شرفارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی
 نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک فہرست
 جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی تالیف میں اس شعر کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلافت
 اگرہ میں فشی بنی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ دانشی ہر گروپاں تفتہ کے اہتمام میں
 جھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و شعر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب
 دانشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع
 میوند خلافت سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں۔ ❖

بنام قاضی عبدالجلیل صاحب

مخدوم کرم و معظم جناب مولوی عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام سنوں الاسلام کے
 بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہو۔ دو غایت نامے آپ کے اوقات
 مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی مطبع
 کی بھکی کہ حروف صحیحی طرح پڑھیں جاتے۔ اگرچہ مبنائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا
 محتاج نہیں لیکن با اینہما اس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرتا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ
 اصلاح کی باقی نہیں چاہتا جس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ
 جانیں کہ میرا حظ چھاڑ کر پھینک دیا ہو گا اور مہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

کا تو کہہ کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں۔ ہندوستان میں بتا ہوں گرتیج مہنائی کا گھائل ہوں جہاں ہمکے درجے سکافارسی زیاں میں بہت کچھ بکا۔
اب فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دینا میں توقع نہ تھی کی امید۔ میں ہوں دراندوہ ناکامی جاوید
جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ۵

چشم کشودہ اندکروارہائے من زائیدہ نا اُمیدم و از رفتہ شرمسار
ایک کم ستر برینِ نیامیں ہا اُج کھان تکے ہوں گا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک
فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا۔ تین سالے نشر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اُن
اُردو کیا ہو گا۔ بیچ کا صلہ نہ ملا۔ خول کی داو نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول
طالبِ اعلیٰ علیہ الرحمۃ ۵ لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ۶ دہن پر چہرہ زخمی بود بہ شد
بیچ توئیوں ہو کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ ستر میں
شور نہ رہا۔ پچاسن بچپن برس کی مشق کا ملکہ۔ کچھ باتیں یہ گیا ہے اسی سبب سے فنِ کلام میں کھینچو
کر لیتا ہوں۔ حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ مقررہ گفتار میں موافق سوال جواب دیتا
ہوں۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھئے وہاں پیش کیا آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ
کیوں کو بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ الناس ہے کہ آپ جو یاد کی آبادی اور محکوار سال
نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد
میرے مرنے کے دُعا سے مغفرت سے یاد فرماتے رہے گا۔ والسلام بالوفی الاحقر

بنام مرزا یوسف علی خاں صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجہ کہ اُن جان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لگا لگا ہوا
کلام میرے پاس کب تک نہ لٹا۔ ہاں بھائی ضیاء الدین خان صاحب نے ناظر حسین مرزا صاحب

آپ کے یس تو میرا سلام کہئے گا۔ اور میرا مال اُن سے بیان کیجئے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہر امر مولوی صاحب ل روز آئے ہوں گے۔ جیسے ہو جاتا ہوں تب بھی وچار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب سے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہرہ زن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا کچھٹا ایضاً۔ پیرو مرشد نواب صاحب کا وظیفہ غار گویا اس دور کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مرشد نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نائیش گاہ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نائیش گاہ کی سیر میں جس کو دُنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ اب عالم سیرنگی کا مشاق ہوں لا اَکْلا اللہ لا مَوْجِد اللہ لا مَوْشَرَفی اللہ لا مَوْجِد اللہ ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلیس اور چھٹا تک بھر سیاہی کہاں کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بجا طاعت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں ٹوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جاں رُو گیا ہوں۔ ایک کم شتر برس دُنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہاں لایا تھا وہاں پہنچی۔ جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً۔ خاتیا صفی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوتِ ناطقہ برتھیں باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب رنجور نہیں۔ تندرست ہوں مگر ٹوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے رُوح متحرک ہوں۔ یکے مُردہ شخص ہمردی رواں۔ اس مہینے میں رجب ۱۲۷۷ سے سترواں برس شروع ہوا اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔

آپ خود کچھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اُس میں ^{الاف}بہن
وہیں مصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑ سیئے۔ آپ کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے
روشن ہیں مگر بین السطور مفقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے بیخ کتاب اٹھانا
ہوں اور اُس دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھنا جاتا ہوں۔ سودہ تو آپ کے پاس ہوگا اُس
مقابلہ کر کے معلوم کر لیجئے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت
موقوف ہوئی مثلاً وہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزاد کاں تیوریہ جمع ہو کر کچھ غزل
خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجئے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں۔ پڑھئے گا۔
میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں۔ اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو
دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے آپ کے نہ ہو۔ اور آپ کے ہوتو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔
ایضاً۔ قبل آپ کے خط کے بھیجئے میں تر و دکیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے
آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہر کارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا
اشعار مجھ کو دوست خط بھیجتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔
آپ ہی انصاف کریں کہ پل لکناں لکھتے رہے اور مجھ کو بی ماروں میں خط پہنچا رہا۔ خلاصہ کہ خط
آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جواب نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کیا ہینک
لکھوں میں نے آئیں نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر
نہو تو کیا لکھوں۔ آپ کے خط میں تین مطلب جابگئے کے قابل تھے ایک تو وہ رہا ہی جو
آپ نے ہینک فریش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے۔ اور کورنش اور آداب۔
دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا و سوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا مرخا ب مولوی ایتنا رخاں
صاحب میرے ہاں آنا۔ اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھ کو ہزار رخ ہوا۔ مگر

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت - شعر سے نفرت - جسم سے نفرت - روح سے نفرت
یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع سے ختم آن روز کزیں منزل ویراں بروم چاہیے
مخلصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر ہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا - میں اس نادر دعا کے
قابل نہیں مگر اچھوت کا شیوہ ہے - بڑوں کو اچھا کہنا اس طرح کستری عوض میں طاب بجالاتا ہوں +
ایضاً جانا قاضی صاحب کو بندگی پہنچے - غایت نامہ کے درود نے شادماں کیا مگر مہینہ جو
نگارش پذیر تھی انھوں نے حیران کیا - ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں
آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا - اہل اکو دوام کیا ضرور ہے - خصوصاً جبکہ بذات خود شاہ
ہو - حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک بے مزہ ہے - آم کہاں سے
ہو نہ ہواوٹ نہ برسات - دریا پایا یا ہو گئے - کنوئیں سوکھ گئے اثمار میں طراوت کہاں
سے ہو - جناب ہکا خیال نفراویں اپنی کشف کو غلط کر دو مگر تبرک الائیہ تک جو لکھا آپ کے مہینہ آم کھاؤ گنا
ایضاً - حضرت بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا - سال گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا
پانچ شمع میں یہاں آگیا ہوں - اب یہیں ہوں - میں نے آپ کا خط پایا ہے - آپ نے
سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا - حق تعالیٰ والی رامپور کو صدوسی سال سلامت رکھے اُن کا
عطیہ ہماہر مجھ کو پہنچتا ہے - گرم کستری اور استاد پروری کر رہے ہیں - میرے بیچ سفر اٹھانے
کی اور رام پور جانے کی حاجت نہیں - خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھے ملے ہوں گے
مگر اللہ مجھ کو یاد نہیں - لیان کا مرض لاحق ہے - حافظہ گویا نہ رہا - شامہ ضعیف - سامہ
باطل - باصرہ میں نقصان نہیں - البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے - پیری و صد عیب
جنین گفہ اندہ بہر حال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے
پیام جو انکی زبان کے محل تھے بدستوران کی تخیل میں رہے - اور مجھ تک نہ پہنچے - یہ شہر

کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی محکمہ تحفیف میں آئے کوئی گانہ شلاٹ جائے
آپ کا عہد آپ کو مبارک آپ کا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن النحال کا اس محکمہ
میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اس کا انتہائی
کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل میں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر میں اور شنہ ج
کریں گے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں نہ بدستور ہوں دیکھیے کب بولتے ہیں اور جب
جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحرام۔ +

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری ہندگی پہنچے۔ مگر می مولوی غلام غوث خاں صاحب
بہادر میرنشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھر اچھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف
کی شدت ہے کہ خدا کا پناہ۔ ضعف کیوں نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں
ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اُس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا
میں کہاں جو اب پھر تولید دم صالح ہو۔ بہر حال زندہ ہوں اور نالمان اور آپ کی
پرسشہاے دوستانہ کا ممنون احسان۔ والسلام مع الاکرام۔ +

ایضاً جناب مولوی صاحب آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔
آٹھ پہر بڑا ہوتا ہوں۔ مہل صاحب فراش میں ہوں۔ بیش دن سے پاؤں پر دم ہو گیا ہے۔ کھن پ
وشت پا سے نوبت گذر کر نپٹلی تک ماس ہے۔ جوتی میں پاؤں ساما نہیں۔ بول وبرانہ کے
واسطے اٹھنا دشوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف درد مطلق رُوح ہے۔ مسئلہ ص میں میرا
مرنا صرف میری نگذیب کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا خرا بھکتا
رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زبست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں۔ یوح
میرا اب جسم میں اس طرح گھبراتا ہے جس طرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل۔ کوئی اختلاط

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپ کو نوازش نامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرائے بیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گوشتِ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع اثناس ہے اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ادا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بایں ہمہ رُواں پروری اور گرم گُٹری دیا و آوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دوپہر کے وقت کہا رہنچا۔ اور اُسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہاں سے اُس کو حسبِ احکام کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔ *

بنام مرزدان علی خان رعنا

خانصاحب علی شان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالباً سلام۔ نظم و شعر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم بیکتا ہو۔ خدام کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہو نہیں اہلِ دہلی و گھٹو کو باہم اتفاق ہے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتھی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک۔ والسلام مع الاکرام۔ *

ایضاً خانصاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام۔ کل تمھارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفظ آج رام پور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ درالخ شعر رعنا

بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ اکمنہ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا اگر میری نظم
 شرکے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیج دیا جائے گا
 دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں نہ ایک دوست کے
 پاس بقیہ الزہیب والغارة کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔
 ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے
 اُس کو بجالاتا ہوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اُس میں
 میں کہ جس کا آپ نے قافیہ درد دل لکھا ہے میں کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی
 درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند
 میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں
 کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی مُنیف
 اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں
 دونوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجئے **اَسَد**
 لینے کے دینے پڑے ہیں نہ میں نے کہا لا حول ولا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت
 اسی طرح زمانہ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا **اَسَد**
اَسَد اس جہاں پر بتوں سے وفا کی میرے شیر شاہ جت حذا کی
 میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے جت
 حذا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ **اَسَد** اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری نظر
 نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا
اللہ باشد وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔ *

کوزوال ہے اور یہ حال ہے

مضمحل ہو گئے قوی غالب * وہ عناصر میں امتداد کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب وستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اردو ہی میں نیاز تام لکھا
 کرنا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے
 ان میں سے جو صاحب لے آئے موجود ہیں ان سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج میں کتابت
 و مراسلت کا اتفاق ہو کر تا ہے۔ پارسی مکتوبوں اور رسالوں اور نسخوں اور کتابوں کے مجموع
 اجڑا چھا پا ہو کر اطراف واقصاے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی شروں کو کون فراہم کرے جو شریں کہ
 مجموع دیکھا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں انہیں کو جناب اخذیت جلت عظمت
 مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں انہیں تہا سے عمر ناپائدار کو پہنچ کر
 آفتاب لبیہم اور جہوم ارض جہانی والام روحانی سے زندہ درگوبہوں کچھ یاد خدا بھی جا ہے
 نظم و شری قلم و کا انتظام ایزد وانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اس
 چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم ہے گا۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انہیں
 نذر محقرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردو سے سادہ و سہل سہری کو عنایت جان کر قبول فرمائے
 رہیں و دریش و فرزندہ کشک کش معاصی کے خاتمہ خیر ہو نیکی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوی ہوسن *
 ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر باد رکا ہے۔ شنبہ چار شنبہ ان دونوں نوں میں سے ایک دن لازم رکھ
 ہو چکا۔ تقریباً ان کے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی نہایت دو چار جہینے وہاں رہنا ہو گا
 اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپو بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے
 مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھا تا ہوں
 حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست نگار یار و فاشعار علامہ روزگار خرم العلماء المتبحرین

گزر رہے مرانا لہ دل چرخ کہن سے | تھاروچ کا ہدم نہ پھرا جا کے وطن سے

نالہ دل بنا دیا۔ نواب صاحب رد و کا ذکر کہتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ کھی دیکھو صاحب
تم نے اپنے مسکن کا پتہ لکھا۔ سوین نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی
نول کشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند
اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مدارح اور یمن اُن کا ثنا خواں +

بنام مولوی عبدالرزاق شاگر

جناب لوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاگر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی
صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے۔
میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو یاد و شدت لیاں آپ کا
تشریف لانا یا د ہے۔ چھاپے کے اجزاء اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی بھی
تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں

خود را بخاک رہ گزر چہ در افکنم +

آوازہ آنا اسد اللہ در افکنم

ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست

منصور فرقتہ علی اللہ یاں منم

خدا کرے حضرت کو ابھی وقفہ یاد ہو۔ اتحاد اسی دلیل موت روحانی ہے۔ انجی تکریمی میر تقی
علی خاں کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلو جائیگا پھر حضرت
مکتوب الیہ سے کلام ہوا اشار بعد حکایت اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ مرتبہ میری ارزش کی فوق ہے کہ
میں آپ کے کلام میں خلل تصرف کروں۔ بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سو مرتبہ
پیرانہ مری و صف کے صدق سے محنت پڑھنی جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں ہی حرات غیری

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ میں نے اُس کو حزر باز و بنایا۔ آپ کی تحنیں میرے واسطے سراپائے عزت و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ قریبے معنی سرسبز دیکھا جائے نہ پیش نظر دھرا ہے بلکہ اکثر دیکھا جائے۔ میں نے جو نسخہ بھیجوا یا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ و ہرم ہوش مجھے اپنی بات کی فوج ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد چاہتا ہوں۔ طرہ عبارت کی داد چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش لفظ سے خالی نہ ہوگی۔ علم ہنر سے عاری ہوں لیکن بچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبداء فیاض کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک نسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ نہایت حذا داد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح۔ ترکیب بچانے فارسی کے غومض جاننے لگا۔ بعد اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا باسی کڑھی میں اقبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک یا یہ معارض اکابر سلفت ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان کی ایک غلط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لکھا۔ نینو۔ نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اُس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیونکہ برہان قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجئے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کے کام آئے گی۔ قطع تاریخ کیا کہنا گویا یہ کتاب متشوق اور یہ قطع اُس کا کہنا ہے خلب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرمانبردار ہوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پند آنے کا شکر گزار ہوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے

مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص آزرہ دام بقاؤہ
 وزاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا
 حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مرے لوٹے اور
 آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تاویر غدا لبیان اور طب اللسان ہے اور مجھ سے بعد میرے
 معلوم اور بیان کے آپ کے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خوش رہے ہوئے نایاب
 و غائبانہ یعنی محض شائقانہ تبتائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہذا میں کھتا ہوں قبول فرمایا

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو دیا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ تمام
 کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں
 اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے
 میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان
 انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل اور عشائر
 لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ بھارے مکان میں ج
 چھوٹی بیگم بستی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ کبھی کئی کان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین
 خان لاہور میں ایندو بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ ہر کردی حکیم حسان
 خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور بنی بخش خاں ساکن دریاہ نکی ہیریں ہو گئیں۔ محضر کے پاس
 بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیزنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ
 قاضی عبد الجلیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر کیا ہے آنکھیں چھوٹ جائیں اگر میں نے
 دیکھا ہو۔ آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیئے۔ اور خط کے پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے

نشوونش ہے خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے
پھر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سیدھے آتا۔
کئی طرح کے سالن پکاؤ متجن پسندے دونوں وقت روٹیاں بخیری۔ چائیاں۔ مٹھے۔
میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ شعلی۔ خاکروب سرکار سے متبرک
تجام اور دھوبی نوکر کھ لیا ہے۔ آجکے ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تنظیم تو صنف اخلاق کسی باب
کمی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دُعائے نیچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی داوی صاحب کے
پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور اُن سے یہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے
کہی تھی وہ غلط ہے۔ اُس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔

ایضاً۔ میاں تھارا حظ پہنچا۔ آج میں نے اُس کو اپنے حظ میں ملوف کر کے آگرہ کو روانہ
کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھ کو حظ نہیں کھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب
بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو لکھوں تو کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ کچھ قابل لکھنے کے ہر تم نے جو مجھ
لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس اتنا ہی ہو کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ
اس سے تم لکھو گے نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دُعائے کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ لکھو اور ظہیر الدین۔
اُسکی ماں کو اور اُسکی بہن کو اور اُسکی لڑکی کو تمھاری ماں دُعائے کہتی ہے اور دُعائیں دیتی ہے
یہ رفیع حیدر حسن خاں کے نام کا ہے اُنکو حوالہ کر دینا اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء۔

ایضاً میاں تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سچوہ سپاہی جو اُن کے اوپر متحین تھا اٹھ گیا اور اُن کو حکم
ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں
ایک بار کچھری میں حاضر ہو کر دو۔ چنانچہ وہ کچے باغ کے پچھراٹے مرزا جاگن کے مکان میں
آکر ہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا۔ یہ اُسکی زبانی ہے۔ جی اُن کے دیکھنے کو جا ہتا ہے مگر ازراہ

لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعاد و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاؤہ۔ تمھارا رقمہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مع عیال و اطفال جیتا ہوں۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں۔ قلم ہاتھ میں لیے پرچی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے در نہ انا لکھو انا لکھو۔ نواسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوڑ کر قسمت والی اور رحمت والی تھی۔ تمھاری آستانی نکلو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دُعا کہتی ہیں اور میں پیا کرتا ہوں اور دُعا دیتا ہوں۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۱۴ جنوری ۱۳۵۷ ع۔

ایضاً۔ میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جیتا ہوں۔ بھاگ نہیں گیا نکالا نہیں گیا۔ لٹا نہیں۔ کسی حکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا۔ معرض باز پرس میں نہیں آیا آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیرزاں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقمہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے۔ اب مجھ کو ضرور آ پڑا کہ اُس کو تمھارے پاس بھیجوں۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا۔ ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں اگر نہ بھیج جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا۔

غالب۔ مرسلہ دو شنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۳۵۷ ع۔ جواب طلب۔

ایضاً صبح شنبہ۔ ۲۱ مارچ ۱۳۵۷ ع۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ کی دُعا پہنچے۔ تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

کرو۔ بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم حسن اللہ خاں سے جمع کی اور وہ تمہارے بھائی بھی
 ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو اُن کے باپ
 تم کو نسبت تلذذی کی ہے ابتدا میں اُن سے پڑھے ہو۔ پس یہ غریب سولے تمہارے اگر گیا تو تمہارا
 ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر۔ اور خفقان سے تنگ آکر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے
 اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُس کا مطالبہ کرو۔ التفات کا طالب۔ غالب۔
 لکھنا۔ میاں پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں
 یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو کہ
 لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام
 اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں۔ خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات
 خدا سے اور تم سے اس رحمہ کے جواب کا طالب۔ غالب +

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے۔ چھڑا بدستور
 رہتا ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں ہے ریس ریس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و فرسودہ
 ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہر حال سہ ٹکڑے
 ہمارے اندکانی حضرت غور کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سر۔ بازار کا تماشہ۔ دو کمرے۔
 دو کوٹھریاں۔ آئینہ ان۔ صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے
 دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوردہ
 گوہ کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوروں کا بچہ ہلکا رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں
 پڑا ہوا ہے۔ عیاذ باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں۔ تم نے وہ سودہ کیوں نہیں بھجوا۔
 میں خدمتگزار ہی کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب۔ غالب +

احتیاط جانیں سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ اب اس وقت سنا ہے کہ وہ خاں صاحب کے پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قابل اور عشار ٹپا کو گئے ہیں بمقتضائے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں اس طرح کہ مجلس اس زمانہ اور دیوان خانہ میں مردانہ۔ نشین کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے دیکھیں بعد کیفیت کے جانے کے نشین ملتا ہو یا جواب پختہ ۱۱ ارشدان ۱۲ مطابق حکم مئی ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

لیٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاظم جمع رہے۔ غالب *
ایضاً۔ میاں چاول دے۔ بڑھتے نہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ کرو پڑے
اور پتلے چاول آئیں۔ ایک پیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوئے ہیں
اور پڑے چاول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ شام کو میر محمد والدین صاحب کہتے تھے
کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی و تل بارہ جزو کی ایک کتاب شرعی جو لوگوں کی
ہے یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھیں گے اور رو بکس قدر لکھ سکتے ہیں یہ تو
اب لکھو اور پھر دوپہر کے بعد ان کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ
کر دوں۔ ظہیر الدین کو دے گا کہو اور اس کا حال لکھو۔ غالب *

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سنا اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی استاد اور باب کہتے ہو۔ یہ امر
از روئے تمہارے تو خیر اور اگر از روئے عقائد ہے تو میری عرض مانو۔ اور میرا سنگد کی تفصیل

کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور خبر دو۔ زیادہ کہ لکھوں۔ کیوں نہیں لکھتے
 کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا جس کا
 غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اس بندگی کے
 آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ۔ المدحوری سنہ ۱۲۷۳ ع۔ ۴

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی ہے
 ہے ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تامل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گنہگاری سے خوش نہیں
 پٹیلے جانے میں ایک شبکی اور ذلت تھی اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میرا جاتی لیکن اس تنہائی چند
 اور تجربہ مستعار کی کیا خوشی۔ خدا نے لا ولد رکھا تھا شکر بجالاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول منظور

یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے۔ یعنی جس لمحے کا طوق اسی لمحے کی دو تھکڑیاں
 پڑ گئیں خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جاب حکیم صاحب ایک روز ازراہ عنایت یہاں
 آئے کیا کہوں کہ اُن کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے خدا اُن کو زندہ رکھے میاں میں
 کثیر الاحباب شخص ہوں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس یا سٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً
 اس فقہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھ کو دوست
 باقی میں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اہل انجاریں سے کوئی میرے سامنے نہ

کیا معنی کہ جو میں مروں کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو۔
 مصطفیٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مراحہ میں چھوٹ جائے ورنہ جہنم مفت
 کی تاب اُس ناز پروردہ میں کہاں۔ احمد حسین نے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہو چکا ہے
 غنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست دے رہی
 ہے بشرط ابراہیم میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی

ایضا صاحب تمیح کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غجاری اور دوکاری کیا کہنا ہے۔ ہر اور
 محکوم کہنا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بغرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ
 سواہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ ان کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اچانک اگر خدا
 میرے عقیدے کے پان سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو یا
 فضل کو دیکر محکوم لکھنا۔ باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ جلی بنا خاں
 پلاؤ بچالیا۔ اب روواؤ سنو۔ نواب صاحب اخلاص التفات روضہ افزوں ہے۔ آج منگل کا دن۔
 ہر عادی الشانی کی اور ہر اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑوں اور سیلوں کو کھانسنے کی
 نقدی ہو گئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہو گا
 ہفتہ دو ہفتہ کے مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے ختم ہوں گا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک
 تم کو آدیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دُعا۔

ایضا۔ صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء اللہ
 خاں صاحب کے پاس بھیج دیا۔ یقین ہے کہ انہوں نے پڑھ لیا ہو گا مکتب فیہ معلوم کیا ہو گا۔
 تمہارے یہاں ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہو۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہو۔ کہو بن خیر سے کتب
 کے برس کئے مہینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے
 زمین سخت ہے آسمان دُور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ تو اگر غور سے غفلت
 سردی سے اکثر رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قیہ شدہ
 نے مارا۔ دھرا انداد و رواڑہ آبکاری ہے۔ اودھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا اللہ
 وانا الیہ راجعون۔ مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید آگے سو
 وہاں میں محی الدولہ محمد یار خاں شورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیرزاں خاں نے دیا ہو گا۔ پھر ظہیر الدین خاں نے تم سے کہا ہو گا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمہارے آنے کی بھی بٹھری یا نہیں۔ بقیہ کس کوں اور آدھ کوں کا برابر ہے۔ میری جان تم ہنوز دو جانے میں ہو چکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں ہنا باجائزت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کروں کیوں کرواں آؤں شہر میں تم ہوتے تو جرات کر کے تمہارے پاس چلا آتا۔ شیرزاں خاں صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور انکو میرے پاس بھج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھ کو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دُعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہی خدام کو مبارک کرے سنا ہے کہ لوہار و بھی اُن دنوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔ مجھ کو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ عذریں تم کہاں تھے جو مناسب وہ کہا گیا دو ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھائے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز ادا سے نشن کا جمال برقرار نہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پندرہ مہینے بچھلے طے نظر نہیں آتے۔ میان بہالویں کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو ہو جائے اُس سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سادات و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دُعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی تم جہاں گاہ خط کیوں لکھا کرو۔ خط لکھا اور بی رنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس۔ ڈاک مندرجہ اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیوڑھی پر جاؤ اور جسے خط جمع ہیں وہ لو مان سنگی مضبوط کاغذ پر

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول غلام چاہے ولد نہ ہوگا۔ تجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال اور خوش حال رہتا یہ بھی خطبہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہو گا یا نہ ہوگا۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجراء پنشن میں سخت چٹا ہوں اور وہ مبہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزادیتا ہے ۵ نہ شام مارا سحر وید نہ صبح مارا دم سپیدی بد چو حاصل است نا آمیدی غبار دنیا بفرق عجب ۶ اس وقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

بنام حکیم غلام نجف خاں

جان جانان از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہاں سے لٹکائے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پایہ یا سوار تھی تگائیت یا مالدار۔ مستویات کو تو تھیں دس دی تھیں۔ ذکر کا حال کیا ہوا۔ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں رہے اور کہاں نہیں گئے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفتد و ترحم ہیں یا نہیں۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں۔ تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا منٹل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین کا مرحوم کا خویش ہے اُس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں او غانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بافرا د لکھئے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری فرمائی اور ماں صاحب آپ جلستے ہوں گے۔ علی محمد خاں کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر کچھ اُس کا بھی کر سنا ہو تو میں اُس کا خیر طلب ہوں۔ غالب۔ جواب طلب۔ ۶

اگر مراد آباد آیا چلتے ہیں۔ مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحبے چار دن پھر آئیں گے اگر ان کی ملاقات کو مراد آباد جائیں گے۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقعہ یہاں ہمیں لکھوں گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گا۔ اسانی کو لکھتا ہوں کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ، اب ان کو خیال ہو گا انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ۔ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں۔ کبھی جھکواتے ہیں۔ بکریاں۔ بکری بیٹریں۔ مکمل۔ کنگو آ۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے ٹیکر دس دن میں اٹھا ڈالے۔ پھر برسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جاں کچھ ہم کو قرض سنہ دو ایک روپیہ دونوں کو قرض سنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے ہینا دڑ ہے دیکھئے کئے بار قرض لیں گے یہاں کارنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہو گا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ماں بھائی یہ بھی گھر میں بچے لینا کہ اراتھ نے اندر باہر کی خبر بانٹ دی تھیں تو وفادار اور حلال غوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہو غالب شنبہ ۱۴ فروری سنہ ایضاً صاحب تھادے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا اگرہ جانا میرا خط اس کا جواب تھا کہ پاس پہنچا اور اس کا اگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی وادی کا بارضہ شرف وصال بخیر کدرا تھ کا جج سے خطا ہوا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفعہ کرنایہ مراج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا وہ منلو فیض تم پر خطا ہو گا اس کی وادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک نسخہ اس کے پاس عام لکھ کا ہے وہ کچھ ادا و اور ذرا خیر لیتے رہو۔ کدرا تھ لڑکا ہو وہ مجھ سے کیا خطا ہو گا

امیر بنگ کہہ کر کلیاں کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہو وہ
 مفصل لکھو۔ خاج حکیم صاحب سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دُعا کہنا۔ اب میرا حال سُنو
 تعظیم و توقیر بہت ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ میں مکانوں پر مشتمل ہے رہنے کو ملا
 یہاں پتھر تو دو دو کچھ میسر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچھ دیواریں اور کچھ ترل
 سارے شہر کی آبادی ہی طرح پر ہے مجھ کو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ
 گفتگو درمیان نہیں آئی میں خود اُن سے ابتدائے کروں گا وہ بھی مجھ سے بالمشافہ
 نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں میں
 سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ مجھ آٹھواں دن
 میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے سادہ وہ سب
 کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔
 ایک دیا ہے کو سی سبجان اللہ اتنا بیٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے
 صاف بنگ گوارا سرب النغزو۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہوں
 صبح کو جھوک خوب لگتی ہے۔ رات کے بھی تندرست۔ آدھی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت
 دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ۔ ۳ فروری سنہ ۱۲۸۶ھ
 ایضاً یہاں تم نے بڑا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج شنبہ ۴ فروری صبح
 وقت یہ لفافہ پُچھا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹ گدہ زبہاد کا نہیں خط نواب
 گورنر جنرل بہادر کے چیف سکریٹری کا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ ازوق غایہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے
 عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد
 فرمائیں گے۔ ازیکم یوہ حیانہ۔ ۲۸ فروری سنہ ۱۲۸۶ھ یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹ گورنر بہادر

خطہ پہنچا ہو ایسے وقت تھا اخطا کرنا۔ میں نے لٹے لٹے یہ سطر لکھیں۔ آپ عنایت اللہ کو تھما دے
 گھر بھرتا ہوں اور بھجوا سکتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا کھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ! یہ
 یہ پرنزہ لایا ہے تہہ سزا پر لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھجوں گا۔ حکیم ظہیر
 خاں کو دو عایشیا ہاؤس وقت مجھ میں دم نہیں دے گا پر قناعت کر۔ میرے خط کا جواب جیسا کہ آپ
 آیا ہوں بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر لعنت تو بھی کہہ بیش باد۔ غالب مصطفیٰ خاں کل شہر میں
 صبح قبائل لئے ہیں۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختمہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی
 کریں گے۔ آج ہانچوان دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے برابر اڑے پڑے کہیں کہیں اس سے
 بھی۔ نواب قسٹ گورنر بہادر جدید آئے۔ مبارک کیا۔ میری تعلیم اور مجھ پر عنایت میری۔
 زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۳

ایضاً یہاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اس ٹکٹ کے قصے میں لگا کہ تم سے کہنا بھول گیا۔
 میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ جن امر میں یہ تم سے کوشش جا میں تم کو
 میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر در صورت
 سخی خدا کے اس سے تم کو بڑا اجر ملے گا۔ اور میں تمہارا ممنون ہوں گا۔ نجات کا طالب غالب
 ایضاً یہاں میں تم سے نصرت ہو کر اس من مراؤنگ میں ہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرے
 نواب مصطفیٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ امر جڑی یہاں مقام ہے۔ فوج گئے۔
 بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ کل شاہجہان
 برسوں کے مکینہ میں ہوں گا۔ مراد آباد سے پھر ٹکو خط لکھو گا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے۔
 انکی وادی کو بھجوا دے یہ میں تم اس بچے نام کے خط کو لیکر ڈیڑھی پر جانا اور اسٹانی جی کو ٹوک
 شادینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ غائب نصیب کو میرا سلام پہناؤ اور ظہیر الدین احمد کو دعا کا

جو خزانہ میں حج ہوگا آخر وہی لایگا۔ خفائیں ہوں کہ رویہ دام دام پایا اور میرے شکیا اور چٹاپے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح نکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔
 شمس علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لگتا ہوں۔ ستمبر کے صدمے آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر۔
 صدمے اگر دوں گا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہیہ یہاں سے بطریق ہندوی حج دوں گا۔ امیل خاں
 صاحب کو میری دعا کہو اور یہ کہ ڈیڑھ سی کی سیرھی بنوا دیں اور جوبلی کے پائے خانہ کی صورت درست
 کروا دیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر امنت کہ میاں فضل حسن میرے مربی و محسن نہیں اور پھر واپس
 مجھ کو یہ مطلب آری نہ ہو۔ خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان نہ ہر قاتل ہے۔ فضل اللہ خاں
 میرا بھائی ہے اس کا احسان مجھ کو ارا۔ سو بار اس سے کہا اور نہ رابرار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔
 اب آپ اس سے زہار نہ کہئے گا اور نہ لکئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والا لا۔ نواب صاحب
 دوسرے سے آج شام کو یا کل آجائیں گے جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا

تب۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲۔ نومبر ۱۲۷۸ ع۔ صبح کا وقت۔ ۴

یضاً۔ شنبہ ۱۳ ذیقعد۔ یکم اپریل۔ میاں تمھارا لکھ میرے سر و چشم پر۔ لیکن میرا حال سن لو اور
 اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر الدین کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے
 دن ڈاک میں بھیجا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ تم جو بھڑے بھنسی میں مبتلا رہتے ہو اس کا سبب کہ
 میں تمھارا ہوتا ہے اور میں احرار خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمھارا خط آیا۔ تیسرے دن اس کا
 جواب بھیجا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جانتے وقت مجھ سے مل گیا
 اور وہاں پہنچتے ہی مجھ کو خط لکھا۔ رید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں پڑ گئے۔ یہاں تک
 ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط لکھے ہوں۔ شیخو کی ڈاک کے ہر کلوں نے
 نہ پہنچا یا میرا کیا قصور۔ البتہ مزاح پر صرف ایسی کا نام اور تمھارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس

جناب فیض آب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہاں کے حضور میں کوئٹہ میں پہنچا ہوں۔ زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بھان اللہ کیا توپ جس کی آواز سے روح کا دم بند۔ اور جنگ کمر شک سے بجلی کو بیچ۔ گولہ اس کا خدا کا قہر۔ دھواں اس کا۔ عشق کی لہر سے غفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جو ٹ سے دفر بھرتا ہوں کیسی جنگ کی دھواں۔ کیسا گرات۔ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رستم کا ہر ہتھیار ہو جاکر آب بارود ہو تو جنگ اڑے آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھڑا کر اس میں بھریں طاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن کو توہین اس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدا سے صور سے دونا ہی مگر ہمیں یہی کہتے ہیں آتا ہے کہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہو دیکھو تو کیسی مدت ہو توپ کا گولہ توپ ہی میں دھجائے اور جو قلعہ روبرو آئے وہ ڈھ جائے۔ دانا آدمی اسے نہ بخیر گی گولا کہتا ہے کہ توپ سے نکل کر پھرد میں الجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کہاں سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ شاہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میرابراہیم علیخان صاحبہا المتخلص بقفا

ولی نعمت کو غاب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمتگزاری میں درنگ واقع ہو جائے تو معاف رہوں۔ قاصر کبھی نہ ہو گا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے۔ دوسری غزل ہفتہ آئندہ میں پہنچ جائے گی۔ خدمت اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہو

بھائی میں از روئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں اب جو شخص تم سے پوچھا کریں
 اس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور کوئی
 تذبذب میں نہ رہے۔ مرقومہ چاشت گاہ شنبہ ۲۲ جنوری - ۴

ایضاً۔ برخوردار حکیم غلام بخش خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ بدھ کا دن پہر بھر
 پڑھا ہو گا کہ میں فقط پانچویں پر مراد آباد پہنچا۔ ۲۰ رجادی الاول کی اور اگر اکتوبر کی ہے۔ دونوں
 لڑکے دونوں گاڑیاں اور تھ اور آدمی سب پیچھے ہیں اب آئے جاتے ہیں۔ رات بخیر گزری
 بشرط حاجات کل رام پور پہنچ جائیں گے گھبرا یا ہوا ہوں میرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے
 بخیر و عافیت ہیں اپنی آستانی سے کہہ دینا۔ مرزا شہاب الدین خاں کو نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا رقبہ ان
 دونوں صاحب کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین عاے خدا ہو گا اسکو میری بندگی کہنا۔ غالب - ۴

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۲۸۷ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔
 کہو میاں تمہارا مزاج کیسا ہے اور تمہارے بھائی مرزا افضل حسین خاں کیسے ہیں اگر ملو تو میری دعا
 کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا کہ تمہارا خط میرے خط کے جواب میں
 تھا اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی
 چلے جاؤ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خبر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خاں
 نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیئے یا نہیں۔ کدرا ناتھ ڈیوڑھی پر اگر
 جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں۔ اچھا میرا بیٹا۔ یہ دونوں باتیں
 اپنی دادی سے پوچھ کر حسلہ کجہ کو لکھو ورنہ کجہو۔ خط کے جواب کا طالب غالب - ۴

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام نجم الدین حیدر صاحب عم الباشا

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد خاں سید ابراہیم علی خاں صاحبِ ہند کی غزل پہنچی ہے خط اندوہی و احتیاط
 یہ رنگ بھی ہے۔ قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہے کہ۔
 غزل نہیں بھیجے۔ یا مرآن کے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت
 بجالانے کو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ ہم ربیع الثانی سترہ ہجریء
 ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و جناب میر ابراہیم علی خاں بہادر
 مقبول یاد تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی۔ اور میں نے زید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپ کو اس کی
 میں تر دے۔ اس سال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر میان داد خاں کی معرفت
 کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہوگی۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں۔ اپنی خواہ
 ہے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کر دیں۔ نجات کا طالب غالب جوہرہ اگر تشریف
 ایضاً۔ جناب تقدس متا سید صاحب قبلہ والا مناقب الی شان نواب سید ابراہیم علی خاں بہادر
 مظلہ العالی۔ بعد ہند کی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مظلہ العالی کی تحریر۔
 معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکل الاخبار میں بین۔
 چھوادی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب معروض کا جو انہوں
 یہاں بھیجا تھا وہ بھی چھوادی۔ اور تین قطعے تاریخی بہاری لال مستظم اور میر فتح الدین ہمت
 سطح نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھوادیں۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی
 قطعہ عرض کرتا ہوں رباعی

فرخ پسرے کہ وہیب ست الکاش
 رشا حسین خاں کہ باشد ماش

حق داوہر سید زپئے النامش
 تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش

ملکہ وکبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آئندہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی
 ہیں۔ دیکھئے اس پہلو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی
 نہیں آتا کہ آئندہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید اس بندہ خدا
 و حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گے۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب
 میرے پاس بھیج دے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں۔ اگر ایسا نہ ہو اتو ان غزلوں
 جو اب آئی ہیں انہیں گاہ یہ اکثر برس کی عمر کی خوبی ہے اب میر صاحب قبلہ کو خط
 پڑھاؤ دیجئے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر ۱۸۶۲ء ع۔ ۶۔

ایضاً۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علی شاہ کا سلام۔
 غزل جن کا مطلع یہ ہے۔ بس شوقِ قتل سے ہے الخ گم ہو گئی ہے پھر کھ کر نیچے۔
 اور قصورِ صاف کیجئے یہ غزل جو اس غزل کے بند بھی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے
 صاحب قبلہ سید عالم علی خاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں جب کہنے پہنچے
 میں ملن کو جاؤنگا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحسابِ جنتری ۲۷۔ اور آئندہ جنتری
 ہر جب کی ہے۔ غزلیں ان کی موجود گز بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بیگناہی کے گواہ ہیں
 قبلہ صفت نے مضحک کر دیا ہے۔ جو اس بجا نہیں۔ اس پہنچنے یعنی جب کی آٹھویں تاریخ سے
 شروان برس شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبارِ اردو برج منقود محض۔ صبح کو پان سات بادام کا
 شیر ۱۲ بچے آب گوشت۔ شام کو چاکر کباب تلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ماں حضرت با
 حکیم لکھنوی صاحب کی تجویز سے کچھ حال سازی کا اخوان اُجاب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توجہ
 میرا متوقع ہوئی کہ اس فساد کے نفع ہونیسے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کھ گئی بخشیتے۔
 بس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا آمد بے دستگاہ پنجم دسمبر ۱۸۶۲ء ع۔

شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہوا شاعر بھی ہو مخلص کیا ہے نامہ نگار کا حال سبیل اجال یہ کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں۔ یونانی کا داغ نہیں لگا ہے نیشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ چھا دیکھتا ہوں۔ دیکھنے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ یہ کرم مخدوم آپ کے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب علیہم السلام ظاہر بیت درویش نوازیں کہ اس گناہ گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام بابتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام۔ راقم جواب کا طالب۔ والسلام۔ المخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم کرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعا گو ہو۔ تمہاری شرکی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمت نگاری منظور

عشق نے غالب بھکت کر دیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قوی۔ ضعف داغ۔ فکر مرگ۔ غم عقبی جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اس وہ نہیں ہوں۔ نظم و شعر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہو ورنہ جو ہر فکر کی خوشگاہاں۔ بڑھا پہلوان بیج بتاتا ہے زور نہیں دلا سکتا۔ بہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ نے مختلف اپنا کلام بھیج دیا کریں یہاں بعد حکم اصلاح خدمتین پہنچ جایا کریگا۔ غالب ۲۷ ستمبر ۱۹۰۷ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب ہودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صبیح النبیام انت مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ۔ جب آپ مجھ کو قبلہ و کعبہ لکھیں تو بھروسہ آپ کو کیا لکھوں۔ خدا کی واسطے غور کیجیے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ یہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپ نے مجھے اُستاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے زہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھئے یہ سودا دہ ہے بہ نسبت قبلہ عیاذا باللہ۔ آپ کا عطف نامہ پہنچا۔ میرے پہلے خط کا بدیر پہنچا اور اس کی دیر سی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھوں یہ آپ کو

معلوم کن فرجستہ فرزند	غالب حال سنین ہجری	قطعہ
این ست شمار عمر و بسند	چوں کبید و بخت و چار اماند	

یہ تو ظاہر ہے کہ ششہ میں جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے ششہ لے لئے تو ایک سو چوبیس بچے ہیں اُن کو میں نے دُعا سے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمہارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب غالب۔

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہارِ آشنائی ہو۔ میری طرف سے یہ بھیجائی ہے کہ مجھ کو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سو نہ سچا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہ نیان خراب۔ عشرۃ قتالہ کے مرحلہ کارہ پیمائشوں شاید اگر جیوں گا تو اس کا بھی مجھ کو علم نہ رہے گا۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵۔ جس کی عمر ہوئی جو اس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل۔ حواس باطنی میں سے حافظہ و زائل۔ بسبب بیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدا یا کیا اس عمر میں سبک دہی ایسے ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو تید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دو گنا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف ہے۔ حضرت کا دل غبارِ کدورت سے صاف ہے۔ مولوی عبد الجلیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلاتے رہتے ہیں۔ نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد لائیں بہر حال تمہارا دُعا گو ہوں۔ خیر میں جو ہوں۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤں۔ کہ بٹے تھے۔ کئے ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ سب مراجع جان جاؤں شر کے

بادشاہ کے دم تکت باتیں تھیں۔ خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھڑا س طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزاسوئے کا تار پشینیہ کا بال باقی نہ رہا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک اچھے گانوی کی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔ وہاں کے رہنے والے اگر گولی سوئے ہو گئے تو خدا ہی جانتا ہو گا کہ کہاں ہیں۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدد حاصل نہ ہو سکے گا یہ صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر بھی مرضی ہے تو اتحاف و اہدا تکلف محض ہے۔ فقیر نے سوال میں اگر کچھ بھیج دیں گے رُوند نہ کرونگا۔ کم و بیش پر نظر نہ کریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیج دیں۔ والسلام از اسلا اللہ۔ روزِ شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۳۶۷ء۔

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض خرق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہو گا۔ کوئی عنوان یا کثودہ پڑا رہا ہو گا البتہ حاجی مصطفیٰ خاں کا آنا محکوم یا د ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ اُنھوں نے از دوسے مشاہدہ میری خشکی تن کا حال حضرت کو لکھا ہو گا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ ٹوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدعواس۔ ناتوان۔ فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپ کا خط آئے گا اُس کا جواب لکھوں گا۔ جب غزل آئیگی اُس کو دیکھ کر پھر بھیجوں گا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفیٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپ کو بھیجا دیں گے۔ آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴۔ جولائی ۱۳۶۵ء۔

ایضاً حضرت پیر و مرشدان دونوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

معلوم ہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے۔ دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا
اسکو سمجھئے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے۔ بہاگلستان احمد حسن +
یہ سچ کیا بُرا ہے۔ دل حیدر وجان احمد حسن + یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے
ایک سچ مہر پرکھ دالیں۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غالب - ۱۹ - ذی الحجہ -
ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں۔ دونوں میں
پہنچتی ہیں۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجھ کو تعارف اسی ہے اُن کو میرا سلام کہئے اور کہئے کہ
حضرت جامع لوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں ہو۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبرو بکاریاں
ہوئیں۔ آخر صاحبان کورٹ نے بجان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ
لاہور گئے۔ فائنل کسٹنر اور لفٹنٹ گورنر نے اذراۃً رقم نصف جاداد و اگلاشت کی۔ اب نصف جاداد
پر قابض ہیں۔ اپنی جو ملی میں رہتے ہیں۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد انکی گزارے کو کافی
ہے۔ کسواسطے کہ ایک پلا و ایک بی بی تیس چالیس روپے مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش چیر اسی کی
اولاد اُن کی عورت ہو اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ مالی سے نہیں گزرتی۔ ضعیف پیری نے
بہت گھیر لیا ہو۔ عشرہ نامہ کے آخر میں میں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں۔ غالب - یکشنبہ ۱۹ جنوری
ایضاً سید صاحب قبلہ غایت نامہ ص ۱۵ قیصہ پہنچا۔ پس و پیش ایک افت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیہ السلام
بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیہ السلام کا پہنچا میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خاندان
لیکن بوڑھا و ناتوان اور سلوب الخواس اور بے سروسامان۔ خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار
درنگ توقف کا مضائقہ نہیں لا یتلف النفس الا وسعہا۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد و قلعہ کو سمو
اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن ابی
فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ ابن دقتر را گاؤ خورد و گاؤ راقصاب بُرد و قصاب در راہ

ایضا پیر دُرشد - کم محترم کا خط کل ۱۸ - محترم کو پہنچا - آج ۱۹ - کو جواب لکھتا ہوں - آپ پر فخر میرا
 اور میر عالم علیخاں پر میری جان تیار ہے - معنی نامعنی - اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب مجیدیا
 کیجئے - اسی طرح میں فردہ فردا بعد اصلاح بھیج دیا کرونگا - مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ و مس
 ار سال فرمائیے گا - اسکی اصلاح میری حدود سے باہر ہے - میرا بیوہ نہیں ہے خط نیزنگ بھیج دیا - یہ خط
 عمداً نیزنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پٹیکے تلف ہوئیگا احتمال ہے اور نیزنگ کا نہیں اسلئے شنبہ دوم جون ۱۸۶۶
 ایضا قبلہ ڈاک کے ہر کارہ نے کل و خط ایک بار پہنچائے ایک کچھ خط مع غزل در ایک نوبت ابراہیم علیخا
 کا خط مع غزل - آج تین باتیں ضروری لکھتی تھیں - اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں - ایک بات کہ غزل کا
 کاغذ و پس بھیجتا ہوں نہ اسکو بچاڑ سکوں پانی میں دھو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں تغیر
 ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہئے آپ اور غزل لکھے اسکو ہرگز دیوان میں
 لکھئے - یہ بھی اس ضمن میں مناسب ہے کہ میرا براہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی سیدل کے
 خط میں لکھ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی سمجھتے ہیں - اسی فصل میں
 یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سلا کر سوئے اور نہا کر سوئے اور تار پختا ہے بناے مسجد بکھر
 اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید
 صاحب کا حال مفصل لکھئے - ایسا کئے لاکھ کا ٹکٹ بڑودہ کی سرکوسے ہمارے محسن کو بلائی کہ اُن سے
 دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے - آگے اس آج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مہتمم
 مشول تھے اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے - سید ابراہیم علیخان صاحب اسی خاندان میں ہیں
 اور اُن یہ بھی لکھئے کہ میر عالم علیخاں کو اُن سے اور آپ کو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت
 تیری بات یہ ہو کہ جنے ٹ بھیجئے تو اہل کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دوا بار کر کے نہ بھیجئے گا - میرے نام کا
 لغاف جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں

جواب نہ ہونے ہوں تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر اقداد بہ پیری غالب | انچہ از پائے نیامد ز عصا سے آمد

راپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دغا گوے دولت کو در دولت پر جانا وجہ ہوا۔ ہفتہ کمکتو بر کو دلی سے راپور روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل تہ و ماں پہنچا۔ بعد اختتام ہرم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ غرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مراد آباد میں صاحب فراش رہا اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا ویسا ہوں۔ جواب خطوط مجتمہ کچھ سکتا ہوں۔ نواب میر جعفر علی خان مہرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ

ایں سلسلہ از طلائے ناب ست | ایں خانہ تمام آقاب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں۔ راہ و رسم نامہ پیام دست سے باہر گرجا رہی ہے آپکا حکم نے تکلف مانو نگا۔ جناب میر ابراہیم علی خاں صاحب اور حضرت منیر علی خاں صاحب کی خدمت گزاری کو اپنا فخر و شرف جانو نگا۔ اس وقت کہیں کھولا ہے خطوط اطراف و جواب کچھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجالائے گا۔ اسلئے ۱۴۔ جنوری ۱۳۶۷ ع

ایضاً پیر و مرشد۔ آپکو میرے حال کی بھی خبر ہے۔ ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ ریشہ پیدا ہو گیا۔ بینائی میں بڑا فتور پڑا۔ حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجالایا۔ اوراق شہا لٹے لٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا اب آنکھ سے اچھی طرح سوچے نہ ہاتھ سے اچھی طرح دیکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف بوعلی قلند کو سبب کبر سن کے خدا تعالیٰ نے فرض و سیر نے سنت معاف کر دی تھی میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار معاف کریں خطوط شوقہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا زیادہ خدا و اب۔ رقم اسلئے خان غالب۔ ۸۔ اپریل ۱۳۶۷ ع

اور بزرگ ہیں میرے حق میں دعا کریں کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور توجہ تھی تو
تھوڑی صحت اور طاقت غایت کرتے تاکہ دوستوں کی خدمت بجالا تا ہوں۔ غالب۔ ۳۔ جولائی ۱۳۶۵ء
ایضاً جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کی بندگی مقبول ہوا دیر
بھی قبول ہو کہ جناب علی القاب نواب برہیم علیخان بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کریں
بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت
میں چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر ہوں گا عنایت کی
نظر ہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا
ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال ہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لوں گا
تب قطعہ یارباعی جو کچھ ہو گئی ہوگی وہ بھیجد ونگا اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی
غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے۔ جس مہینے تک
میں زندہ ہوں اس مہینے تک خدمت بجالاؤں گا۔ ۱۴۔ جولائی ۱۳۶۵ء۔

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز
ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو
وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجکو دے ڈالو تمکو مبارک ہے مجکو مستعار دو۔ میں اس کو دیکھ لوں جو میرے
پاس نہیں ہے اسکی نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں۔ اس طرح طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے
کہ مجکو جھوٹا جانتا ہو۔ میرا اعتبار نہیں یا کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب بھی میرے
آدمی کو دیدو۔ باللہ واللہ میں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تمکو بھیج دوں۔ اگر تمکو واپس نہ
تو مجھے لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب بدل قہہ کو نہ دو تو تمکو آفریں۔ غالب۔

پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ - ۲۵ - ستمبر ۱۸۶۶ء کے

ایضاً حضرت یہ آپ کچھ امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تو اترو دو اشعار پھر یہ نہ بجا کر سوتے
بچے سید سوار مانگتے ہو۔ میرا براہیم علیخاں صاحب کی غزل جن کا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا تا سحر تو یوں سمجھے | کہ ذوالفقار سے کشتی ہے اب ہاری رت

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپس کا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپ کی برستی ہیں کہاں تک
دیکھوں۔ آپ کی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہتر برس کا آدمی پھر بخود داعی
غذا کی قلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایک بار آب گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشک۔
آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ متولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کا غزل
وہ وہیں رہا۔ میرا عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں کھکھ بھول گیا ہوں خلاصہ کہ
نوٹ عطیہ سید صاحب آپ کے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ معاً خرچ ہوا۔ ان کی ایک غزل ساری رات
ہماری رات۔ جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل ان کی اب میرا
ہنیں۔ اور جناب میرا عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر لجاؤں گی تو بعد اصلاح
بھیجوں گا۔ آپ کی غزلیں شمار سے باہر ہیں کس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈوں گا۔ مدعا یہ آپ اور
دونوں سید صاحب اس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں جیہ غزل اور اس کا جواب بھیج جائے
تب دوسری غزل خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھیں
اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھو ادیں از روئے احتیاط بیزنگ بھیجتا ہوں۔ اسد یکرنگ ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء
ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیجاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو اپنے سنا ہے کہ
اب غالب کو مرض سے افاتے ہوئے مضمحل غلط ہے۔ آگے نا تو اس تھا اب نیجاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا
ایک لڑکے سے یہ چند سطر لکھوا دیں ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہو۔ آپ سید ہیں

اور وہ دو ہزار روپیہ مہینہ جو اُن کو سرکار انگلیری سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے کچھ نہیں کھاتا کہ اُس ہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرٹھ کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر چھل نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کاکشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہر اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا افتخار کو دعا کہیے گا اور اُن کی اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی اُنہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روئے تحریر مرزا افتخار آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی بنی بخش نے دوبار لکھا کہ میں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علیصا نے لکھا ہوگا۔ یاریاں کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا۔ اپنے حسن اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بقصد اسے یکدلی ہے جبنا کام سمجھ لیے تو محکو لکھنا کیا ضرور مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطیع اخبار آقا باجمال کتاب میں یکم ستمبر شہادۃ حال سے حکیم حسن الدخاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار اکیسا بھجوا دینا۔ اور آئندہ ہر ہفتہ کے ارسال کا طوٹھرا دینا۔ کیوں صاحب امر کیا و شوا تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اسکی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ متوقعی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا افتخار کے ایک خط میں قصہ لکھا ہوا تھا کہ کیا اُنہوں نے بھی وہ خط لکھو نہیں پڑھایا ہر چند عقل توڑائی کوئی دہنگ کی وجہ خیال میں آئی اب حصول دعا سے قطع نظر میں سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس نہ بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابلِ سماعت کے ہو۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
سخن کو خامہ غالب کی تشافشانی

غلام ساقی کو ترہوں مجھ کو غم کیا ہے
یقین ہے بلکہ بھی لیکن ابس میں دم کیا ہے

علامت محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوند غلامی جناب رضی علی کو بیچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ
بنیانی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ انا کہ روشنائی اُس کے اجارے میں
آئی ہے یہ بھی دلیل شنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے اپنے کو رنگا نہ کد گز بھیں
البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے
خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہوا چاہا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا
سے لیکر پڑھ لیجئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا
اے میجر جان جا کو ب کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ اُس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا
اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا۔ یہ بھی نہیں میں ہے کہ جن کائیں ماتمی ہوں۔
ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی غمخوار نہیں۔
مروں تو کوئی غمخوار نہیں۔ غزلیں آپ کی دیکھیں۔ سبحان اللہ۔ چشم بدوور۔ اُردو کی راہ کے
تو سالک ہو گیا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاوے
لطف پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب ملی اب یہ حال ہے۔

لباز گفتن چنان بستم کہ گوئی | دہن بر چہرہ ز رخے بود بہر شد

جب اپنے بغیر خط کے بھیجے خط مجھ کو لکھا ہو تو کیوں کر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا
حال لکھئے کہ میں نے سنا تھا کہ اب کہیں کے صدر امین ہیں۔ پھر اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس
ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی راجہ بلوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں

اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگہ دوست کھائے ہوئے ہیں مسخرت کرے۔
چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ با آنکہ یہ کوچہ چھٹ کیا۔ اس فن سے میں بیگانہ محض ہو گیا ہوں
لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرزا زندگی بھر بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے
دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامہ عشق مجازی چھوڑو۔ سعدی اگر عاشقی کنی جوانی
عشق محمد بس ست و آل محمد چہ اللہ بس یا سوی ہو نس۔

ایضاً شرط اسلام بود و زرش ایماں بالغیب چہ لے تو غائب ز نظر ہر تو ایمان من ست
حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں غیز نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا
کبھی میں نے بزم اجاب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سننا ہوں کہ وہ
طرداری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا جس مادہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کے نوکر تھے
اور اُس میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرہوں احتلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمہارے
اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے۔ بہر حال تمہارا حیلہ کچھ تمہارے کیندہ قامت ہونے پر مجبور شک آیا
کسو اٹے میرا قد بھی دوازی میں گشت نا ہے۔ تمہارے گندمی نگ پر شک آیا کسو اٹے کہ جب میں
جیتا تھا تو میسرانگ چنپی تھا اور دیدہ و رنگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ
آتا ہے تو چھاتی پر سانپا پھر جاتا ہے اس مجبور شک یا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈار
گٹھی ہوئی ہے وہ مرے یاد آگئے۔ کیا کہوں جی پر گیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں

تادترسم بود ز دم چاک گریباں	شہر مندی از غرقہ پشیمندارم
-----------------------------	----------------------------

جب ڈارھی موچہ میں بال سفید آگئے تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر کرنے لگا اس سے
بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار سستی بھی چھوڑ دی اور ڈارھی بھی مگر یاد رکھئے کہ
جو بڑے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ باطلی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ ستھ۔ بھٹارہ۔ جولاہ۔ کچھڑا۔

ایضاً صاحب میرے عہد و کات مبارک ہو۔ موکلوں کو کام لیا کیجئے۔ پروں کو تسخیر کیا کیجئے۔ ثنوی پہنچی۔
 جھوٹ بولنا میرا شکار نہیں۔ کیا خوب ل چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جیشوں
 کا استغناء کیا ہوں کیا مزدے رہا ہے۔ اس ثنوی نے اگلی ثنویوں کو تقویم پاریہ کر دیا۔ بیان بخشائیں
 ہم گنگا دس تک کیوں پہنچے گا گنگاں اس راہ سے ۷۷ کہ مستحق کرامت گنگا را ند بہ بخشش کا
 متوقع ہوں۔ میں ابھی تک بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا کہ شریعہ۔ اور مضمون اسکا کیا ہے۔ مرزا یو علیخان
 آٹھ دس مہینے سے مع عیال اطفال ہی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کر ائیو بلیا
 انہیں بہتے ہیں ان کو خط بھیجتو میرے مکان کا پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آج کو معلوم ہے کہ میرے خط کے
 سزا مہ پر مجلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یا عزیز کے خط پر میرے مکان
 کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ سو روز سے شماع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو ابنا
 ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اٹھ کر
 گئے ہیں۔ تھکوا سلام کہتے ہیں اور شماع مہر کے مزاج اور بیان بخشائیں کے مشتاق ہیں +
 ایضاً جناب مرزا صاحب! پکا غم و زانامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا۔
 جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اس کی طاعت اور تمھاری اس سے محبت
 سخت مال بہا اور بیچ کمال ہوا۔ سنا صاحب شعرا میں فردوسی اور قمر امین حسن بصری اور عشاق میں مجنوں
 یہ تین آدمی تین فن میں سرور قرار پڑے ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا
 یہ ہے کہ حسن بصری سے مل کر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو۔ بلی اس کے
 سامنے مری تھی۔ تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے کہ بلی اپنے گھر میں
 تمھاری معشوقہ تمھاری گھر میں مری۔ بھی مثل پہنچے بھی غضب ہوتے ہیں جبر فرماتے ہیں اسکو مار کھینچتے
 ہیں۔ میں بھی مثل پہنچ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مین نے بھی مار کھا ہے۔ خدا

آہا ہے۔ ہے ہے وہ خوراجین ہو جائیگی۔ طبیعت کیوں نہ گھبرا ئیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور مٹی مٹی کی
 کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک خور۔ بھائی ہوش میں آؤ کہیں اور دل لگاؤ
 زین تو گن لے دوست درنو بہار کہ تقویم پارسہ ناید یہ کار
 مرزا منظر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکر ہمہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع
 اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مگر مئی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں
 سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُن کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ وہ
 دیکے مجھ سے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قلم لکھ
 دکھائی گئے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجبور تم فرمائینگے۔ میں کیا جانوں کہ حضرت میر وطن میں
 جلوہ افروز ہیں۔ بار درخانہ ومن گرد جہاں میگردم۔ اب مجھے اُن سے یہ استدعا ہو کہ وہ خط
 سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب و جناب قلم لکھنے کا حال کچھ معلوم ہو وہ سبب خط میں درج کریں۔
 ایضاً مرزا بادشاہ ولیہائے من تو ان بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم +
 کل دو شبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی ہفتی۔ صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا
 دوپہر کو ڈاک کا ہر کارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ
 مانگتا ہوں وہ نہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر
 ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا۔ کس میں سے وہ تمہارے نام کا خط لکھ
 بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لغت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا
 معاف ہو۔ بعد چاہئے عفو کرم کے آپ کے کل خط کا جواب لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ جلدوں کی آراش
 باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شباب
 ہو جائینگے۔ اہل ہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اس کا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔

مُنہ پر ڈاڑھی سر پہ پال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی کھتی اُسی دن سُر مُنڈایا۔ لاول لاقوۃ الابل اللہ علی العظیم
کیا بک ہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستِ بنو جناب شرف الامر ارجل فرید کا ایڈمنٹن صاحب لُفٹ گورنر
بہادر غربہ شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سوان کا فارسی خط محررہ دہم پانچ مشعل تحسین وافرین اظہار
خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر میں نے تہنیت میں لُفٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا
اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر مضمین خط فارسی بسبیل فراموش چاہا دہم
آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مرح و تہنیت میں جناب یابرٹ منگلری صاحب لُفٹ گورنر بہادر پنجاب
کے خدمت میں بوسطہ صاحب شہر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مہری خط بندیدہ صاحب کشنر بہادر دہلی
آگیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آئے
اناج کھاتا بھی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاد بھر شراب رات کو لے جاتی ہے۔
ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکڑا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے
بجھج گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دیں گے۔

ایضاً مرزا صاحب ہکویہ باتیں پسند نہیں بنیٹھہ برس کی عمر ہے۔ بچاس برس عالم رنگ بونکی
سیر کی۔ ابتدا سے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہکوزہ دور معذور نہیں۔ ہم مانع فسق
و فحش نہیں۔ پیو۔ کھاؤ۔ مرے اڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی کتھی بنو شہد کی کتھی نہ بنو۔ سو میرا
نصیحت پر عمل ہے۔ کسی کے مرنے کا غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی ایشافانی کہاں کی مہینہ خانی
آزادی کا شکر بجالاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر اچھے اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چاہا جان ہسی متا جان ہسی
میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوجتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حمد ملی
اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکیخت کے ساتھ زندگی ہے۔ اس تصور سے جی گھبرا ہوا اور کلیجہ کھو

ہم تم ایک قافے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کرو گے یہ میری نگہ ساری میں محبت کرو گے کیا تم کو غیر جانوں
جو تمہارا احسان مانوں۔ تم سر یا مہر و وفا ہو۔ واللہ ہم با سنی ہو ۱۲ مبالغہ اس کتاب کے بیضی میں اس واسطے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہو صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت
بڑی خرافات ہے۔ بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہو متوقع ہوں
کہ وہ تکلیف نہیں اور ختم کتاب متوجہ ہیں۔ منشی نراین صاحب نے میری کاپی دیکھنے کو بھیجی تھی۔ سطح
میرے پسند آئی۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو پہلی خد اور بھی رنگت کی اچھتی ہو ۱۲ حضرت چا
جلدیں یہاں کے حکام کو دے دینا اور دو جلدیں لایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے
زندگی پر۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدیں کی کچھ ترنیں اور آرائش کیا دے تاکہ
بھائی صاحب ورن کا فیزند شید منشی عبداللطیف و منشی شیونراین یہ چاروں صاحبان ہم ہوں اور صاحبان
کونسل یہ تم کو زکریا جاوے مہنڈا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں روپیہ
۱۲ دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں پھر مرقع ہوں کیا آرائش کی گنجائش کہ ۱۲۔ ۱۲ چار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی
اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہ کہ نہ یا جائے کہ تیری رائے
کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ پیچیدہ ۱۲ مطالب مقاصد تمام ہوئے
اور ہم تم بزبان قلم باہم گہر کلام ہوئے۔

ایضاً مرزا صاحب میں نسخہ اندازہ تحریر ایجاد ہو کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا
کرو۔ ہجر میں وصال کے فرے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات
تمہارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا
بجھوایا۔ ہاں مرزا فتنہ نے یا تھر سے یہ خبر دی ہے کہ پلنچ و برق پانچوں کتابوں کے آغاز کے انکو دے آیا
ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے جھگڑ دی ہے کہ دو کتابوں

رہی بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے محکموں کو اطلاع دیتے تھے گاؤں میں مٹوش رہو گنا حضرت
یہاں دو خیریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر
میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈو راپٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندو
میں ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ٹنٹن صاحب درگورنٹ کلکتہ کے چیف سکریٹری آباد کے
لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خیریں دو نواچتی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے کھنے پر منحصر
ہاں صاحب ایک بات تو ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ مظہر انگلستان کی طرح میں ایک
قصیدان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عمارت شاہی ساٹھ بیتے منظوم تھا کہ کتاب کے ساتھ
قصید ایک اور کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب بھی لکھی ہے
یہ یعنی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات بھتی
ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تقی عثمانی شینو زین صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر
محکمہ اطلاع دین تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے وہاں
ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لکھایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے کے اس کی سیاہ قلم کی لوح
اور پہلے صفحہ پر طبع کتاب کا نام چھاپے میں اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ مرح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ علیہا میرا
کچھ ضرور نہیں کہ پہلے صفحہ پر ہو گا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب صوبہ یعنی نوید قبول جلد لکھے۔
ایضا بندہ پرورد اپکا مہربانی نامہ آیا۔ آپ کی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم کیسی بھلایا۔ کہاں حیاں ٹرے
کہاں سے دستہ کی نسبت کے واسطے یہ ریاضہ صوفیہ نکالا ہے آفرین آفرین ہزار آفرین۔ تیسرے صرغ اگر کوئی
توفیق کے نزدیک بہت مناسب نامہ خود سال خویش و نشان ۴۰۰ مرزا تقی کا خط ہاتھ سے آیا ان کے لڑکے
ہتھے ہیں آپ گہرائیں نہیں آئے کو آئے ہیں۔ اگر تھیں دنوں کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تھارے چین کہاں جیسا
بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہنڈ کرنا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲

ایضاً بھائی صاحب آپ کے خامہ مشکیا کے سریرے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ محلو انکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعل آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے محلو تو جواب اس مصرعہ کے خاموشی از تنائے توحید ثنائے تست بدول میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ محلو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کوئی ان کا عنایت نامہ لے گا تو بندہ درگاہ مدح گشتری کا جوہر دکھائیگا اس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آجائیگا اب تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر محلو کب آئیگی آپ کے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو تعجب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھلپے کے اختتام پر متوقف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی بنی بخش صاحب دربار کے شفیع منشی شیو زین صاحب کی ہمت اس کے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یاریا سی الکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تقیہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں۔ مگر دعا دوں اور دعا لکھوں صاحب بے حیل نہ کرو کام میں تعجیل کر دے اے زفر صفت بخیر درجہ باشی زود باش خدا کرے شر کی تحریر انجام پاگئی ہو۔ اور قصیدہ کے جھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا شر سے پہلے لگانا ازناہ اکرام واعزاز ہے ورنہ شریعت اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سرکشہ آمینش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستبنو کے بیچ میں ایک روق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ سائے امید سنگد کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو محلو بھی آگئی دو۔ چاہو تھیں ابتدا کرو اور ایک خط اُنکو لکھو اور اسکا پر دازا سبات پر رکھو کہ اب کتابیں تیار ہونیکو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہان بھی جائیں اور کیا پتا لکھا جا۔ یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا۔ ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پس پیش ست

کی طحلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر ان کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں دنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری جالیں کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائیں گی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئیں گی۔ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ انگھو کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے ان تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دترین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں خاص عام جا بجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مزاحج کر لیتے تھے جو میں نے کہا انہوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے لٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کی کتابا نے برباد ہو گئے اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور نرم مزہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھو لایا اُس نے وہ کاغذ جو محکود کھایا یقین سمجھنا کہ محکور و نا آیا۔ غزل تکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں۔ غزل

در دمنت کش و دوانہ ہوا	میں نہ اچھٹا ہوا بُرا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں قیہوں کو	اک تماشا ہوا رگلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دستانہ تانی ہے	لے کے دل دستانہ روا نہ ہوا
زخم گردوب گیس اہونہ تمھا	کام گرزک گیس روا نہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب رقیب	کھالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ غمزدگی حسدائی تھی	بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی دنی ہوئی اُسی کی تھی	حق تو یوں ہے کہ حق آوا نہ ہوا
کچھ تو پڑھئے کہ لوگ کہتے ہیں	آج غالب غزل سزا نہ ہوا

جناب انٹیشن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں غلطوں کی میری انکی ملاقات ہے اور نامہ پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر نے آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے نے ذریعہ جناب صاحب جنٹ بہادر دہلی - اور نواب لغٹ گورنر بہادر اگر بھجواتا ہوں اور صاحب سکرٹری بہادر گورنمنٹ کا خط اسکی رسید میں بسیل ڈاک پاتا ہوں جب جناب لڈ کینگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک بھجویا۔

انٹیشن صاحب بہادر حریف سکرٹری کا جو محکمہ خط آیا تو انھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا - قبل ازین خالصا جب سیار مہربان دوستان میرا القاب تھا - اس قدر شناس لے کر ازادہ قدر افزائی تھا مشفق سیار مہربان مخلصان لکھا - اب فرمائیے انکو کیونکر اپنا محسن اور مرقی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں - برخوردار مرزا الفتہ کو دعا کہتا ہوں - بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب محکمہ لکھو کہ لو صاحب دستبنو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا - مادہ تیغ میں کیا بُرائی ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو - ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا - یہ دونوں قطعے رہیں - اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں - اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ بڑے سخن ساری خدائی کی طرف سے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیئے - اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہر کارہ میرے مشفق منشی شیو تر این صاحب کا خط لایا - بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُسکا چھاپنا قبول کیا - یہ تشویش بھی رفع ہو گئی - اب اُن سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا کہ شکر قیام تو چنداں کہ مافق ہاے تو ہے اور یہ اُن کو اطلاع دیجو کہ اخبار کا فہرگز محکمہ نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا -

جلدیں آپ کی بخائی ہوئی آئیں۔ بالفعل ایک دھندلے سرشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی اردو اخبار مضید
 خلائق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب ٹنشن صاحبہ درگاہ آئیں گے اور سادہ لفظ گورنری
 پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحبہ دران کی جگہ چیف سکریٹری بن جائیں گے
 پھر دیکھئے کہ یہ جگہ ٹنشن گورنری میں اپنا سکریٹری کس کو بنائیں گے۔ منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام
 غوث خاں بہادر ہیں گے۔ ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہر حال آپ سے یہ سیدھا
 کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھئے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھئے جب تک ٹنشن صاحبہ چیف سکریٹری
 تو یہ خیال میں تھا کہ انکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس
 بھیج دینا اب حیران کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکریٹری کون ہوا اور ٹنشن گورنر ہونے کو تو انھوں نے سکریٹری
 کس کو کیا منشی ٹنشن گورنر کا کون رہا اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو گا اور جو معلوم
 ہو وہ دریافت کر کے لکھئے۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور منشی غلام غوث خاں کا حال پر ضرور۔

بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کٹھن ذہن
 اچھی طرح اس کو سمجھ لے نہادہ کیا لکھوں۔ مخالف

ایضاً بھائی صاحبہ تم کو دولت اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا
 کرے قیصر کے چھاپے کی منظوری اور ہندوئی کی رسید آئے گی یا صفر کے چھپنے میں عید آئے۔ ہندوئی
 کا روپیہ جب چاہو نگواد۔ اور کتابوں کی لوجیں اور جلدیں موافق اپنی راے کے بنالو۔ اب آپ ورتہ کا
 ڈاک میں بھیجنا متوقف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر بہت مصروف رکھیں۔ قیصر کے مسودہ کا درج
 مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہو گا آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی بنی بخش صاحبہ قیصر کو
 دیکھا ہو گا قیصر کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیئے کہ صاحبہ ملج کو کیا منظور ہے۔
 اگر وہ کاغذ کی قیمت کا غور کریں گے تو ہم اپنی سات روپیہ سے اور بھی ان کا بھرنہ بھریں گے۔

کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان بکیرہ
مضامین اچھوتے۔ معافی نازک۔ مطالبہ بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جواب نے
نقل کر کے بھیجا ہے۔ میں نے منشی شیونزین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم صاحب زاد
تو اکیات میری مانور قہات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت میں سے
پسند آیا کرے وہ خط میں لکھ دیا کرو خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمھارے خط کے آنے کا
نام ہو جایا کرے گا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا ہے برات
عاشقان بر شلخ آہو بد واقعی جو اخبار نگارہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑے جاتے ہیں
صاحب ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دُکانوں میں فریج اور شام بین کے
درجن دھرے ہوئے ہیں یا سا ہو کاروں اور جوہریوں کے رویہ اور جواہر سے بھر ہوئے ہیں
میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اٹھاؤں گا۔ بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اور
قصیدہ مجھ کو بھجوائیے۔ میں نے کتا میں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر
پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے۔ رات دن گردش میں ہیں سات سال
ہو رہا کچھ نہ کچھ گھبراؤں کیا۔ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے۔

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا	کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
سوج خون مرے گزر ہی کیوں جانے	آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھائیں لگاؤ	جب کچھ بھی ہو تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل نام نام ہے

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آثار بس است آید بزبان ہر پنجہ از دل برود *

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بڑا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ رست سے مُنہ نہ موڑے اور مہنذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا قریح آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ آٹے پھرتے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوا دیا کہیئے پانے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس مرد مندوں کو زیادہ سنا نا اچھا نہیں۔ مرزا افتخار سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج تو کلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اوقیصہ پہنچا۔ صل خط تمہارا الفاظ میں لپیٹ کر مرزا افتخار کو بھیج دیتا کہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ الطہاریہ پیش آد اقبال کو مبارک کرے۔ اور منصب ہائے خطیر اور مراجع عظیم کو پہنچا دے وقعی کیہ تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردی مردگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں۔ اب یقین یہ ہے کہ خدمتِ منصفی ملے اور جلد ترقی کروا لیا کہ سال آئندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک ذرا متھکا کہ منعل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب ایک نامہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ جو بھی آجائے گا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں۔ قلم بیکار ہو جائے۔ زبان بر سرِ گفتار آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

دو پارسلوں کا محصول۔ دو جیٹر لوں کا معمول۔ تین کتابوں کی لوجس طلائی۔ یہ ساری بات اس میں
میں کیونکر بن آئی۔ اور کیونکر معلوم کروں۔ کس سے پوچھوں۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس خبر کے
انہا میں توقف نہ کرو۔ حقیقی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں تھیں وہیں
روحانی وہاں تکلف نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں اور شکر سار ہوں۔ کیا لکھوں۔
ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں۔ داد و نیا کتنا شتاب لکھتا ہوں مگر
مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ بارگاہی خطوں میں محو غم و اند
کا شکوہ گزارا پایا ہے۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے بلکہ غم تو
نصیب دوستان درخور اغراض بقول غالب علیہ الرحمۃ

کسی کو دے کے دل کوئی نوبت فغان ہو + نہو جیل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
ہے حسن مطلع

یہ فتنہ آدمی کی خانہ دیرانی کو کیا کم ہے + ہوا تو دوست جس کا دشمن اسکا آسمان کیوں ہو
انہوں ہے کہ اس غزل کے اور ہتھار یاد نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ بد غم دنیا ہو تو بھائی ہمارے ہمدرد
ہم اس بوجہ کو فراموش نہ ہوں تم بھی ٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم

دلایہ درد و الم ہے تو مغنم ہے کہ آخر + نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے
سحر ہوگی۔ خبر ہوگی۔ اس میں نہ شعر معنی

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہیں بہتر + جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی
کتنا خوب ہو اور دو کا کیا اچھا سلوب ہے۔ قصیدہ کا شائق ہوں خدا کرے جلد چھاپا جاوے تو
ہمارے دیکھنے میں بھی جائے۔ کیا کہیے بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار جہاں طرح ہوئی تھی مگر ہوا ہی تھی
کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے + تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارے میں نشان اُور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لوگوں کو ہے خود شید جہاں تاب کا دھوکا
اُبرو سے ہے کیا اُس ننگہ ناز کو پیوند
یارب وہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے جری بات
ہر چند سبک دست ہوئے بُت شکنی میں
پائے نہیں جب راہ چڑھ جاتے ہیں نالے
مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے
ہیں اور بھی دُنیا میں سغور بہت اچھے

کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گساں اُور
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اُور
ہر روز دکھاتا ہوں میں ایک داغ نہاں اُور
ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کہاں اُور
دے اور دل اُن کو جو نہ دے محبو زباں اُور
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اُور
رکتی ہے جری طبع تو ہوتی ہے رواں اُور
جلا دے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اُور
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اُور

دوشنبہ کا دن ۲۰ - دسمبر کی - صبح کا وقت ہے - اگلیٹی رکھی ہوئی ہے - آگ
تاب رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشار یاد آگئے تم کو لکھ بیجھے - والسلام +
ایضاً - معنائی جان کل جو جہہ روز مبارک سید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا - چار گھڑی
دن نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب
بر محل پہنچا - آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو برآئی بہت محال ہے - میری آرزو ایسی برآئی کہ
بزرگ و ہم و خیال ہے - یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اس قدر خیال کرتا تھا
کہ جلد میں بندھی ہوئی - دو کی لوجیں زیریں اور پانچ لوجیں سیاہ قلم کی ہونگی - والد اگر تصور میں
بھی گزرتا ہو کتابیں اس رقم کی ہوں گی جب تک جہاں ہے تم جہان میں رہو - ائمہ اطہار علیہم السلام
ان میں رہو - میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجائے یہ کہ دو کتابوں کا
رنگ دکھلائے اب پن حیران ہوں کیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ

ایضاً جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے

گھر میں تھا کیا جو تراغم اُسے غارت کرتا وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سوہت
یہاں دھر کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں منظر ہو کہ چند روز
گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فرج نے باتفاق اسے ہمد گریا بند و بست
کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب بن مان ہے ناریخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست
صادق الوداد تھے مگر یک فن تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور ثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ
نہ تھا۔ بھان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ ثنوی کے
اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا

خدا سے میں بھی چاہوں اُردو ہر فرد غریب سزا حاتم علی قہر
اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ ثنوی کا رنامہ اُردو کہلائیگی خدا تم کو جتیار کھے تمہارا دشمنیت
ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا
تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی بنی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کاغذ مقبول و سبوح حق تعالیٰ اُن کو نذر
اور نذرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بالفضل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط
آیا اُنھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھرائی ہے وہ محکومہ آئی ہے
کل میں نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی تزیین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا تبصرہ آپ کو لکھ چکا ہوں
اُسی پر عمل رہے۔ میں نے مرزا افتخار کو کہ وہ خیانت للغات کے بہت متعقد ہیں اس امر کی اطلاع
کر دی ہے۔ بھائی جان میں نے ایک قصیدہ جناب ملک منظر انگلستان کی طرح میں لکھا ہے

رہے زبان تو قاتل کو خون بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرجا کہئے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کہئے

اور جو فلاتن فلاتن فلاتن فلاتن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ مین نے کلکتہ میں کیا
تھا تقریب یہ کہ مولوی کریم حسین ایک میرے دوست تھے انھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت
پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجئے میں نے وہاں
بیٹھے بیٹھے تو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں
جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں قطعہ

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہئے

خاتمہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگیاں کہ اسے کیا کہئے

انقر سوختہ قیس سے نسبت دیجے
خال مشکین رُخ و لکشمیں لیلیٰ کہئے

حجر الاسود دیوارِ حرم کیجئے فرض
نافہ آہوئے سیا بانِ حقن کا کہئے

صومہ میں اسے ٹھہرایے گر مہر ناز
میکدہ میں اسے خشتِ خیم صہبا کہئے

مسی آلودہ رنگشتِ حینیاں لکھئے
سر پستانِ پرزادے مانا کہئے

غرض کہ میں بائیس بھیتیاں ہیں۔ ہندو سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

اپنے حضرت کے کف دست کو دل کیجئے فرض اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہئے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا درودِ دل سُنو بر خور وارشِ شیو زاین نے
میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو
میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد
اور اگر اُس کے پہنچنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔ +

دوسرا بھی یقینی پہنچ کیا ہو خاطر جمع رکھو جناب ازاد صاحب آج تشریف لے گئے سنتا ہوں کہ کلکتے جائینگے۔ میم اور بچوں کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے میں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک ان کا شکر گزار رہوں گا مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو انکو میرا سلام کہنا مرزا الفتہ کو اگر کبھی خط لکھو میری ٹیٹا لکھنا از غالب۔ مرقومہ دو شنبہ۔ بمقدیم جنوری ۱۲۵۹ھ

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب آگے تمہارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۶ دسمبر کی ہے۔ ۷۔ کو بموجب تمہارے کہنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور محکو معلوم ہے کہ میرے ٹھہرائیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرے ٹھہر خط روانہ کروں گا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھیں محکو اطلاع دینا۔ رہی تمہاری مہر اُس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تمنے لکھا ہے بنجائیگی۔ مگر بھائی شہدائے ۱۵۵۹ھ میں دن کے باقی ہے ہیں۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۲۲ و ۲۵ دن باقی ہے ہیں۔ ۱۵۵۹ھ جنوری چھینے میں خدا چاہے تو کھد جائیگی تم میرے بجائے فرزند ہو۔ میرے بیٹھے ہو۔ جو تمہارا کام ہونے تکلف کہو شرم کیا اور تکلف کیوں یہ مہر کا کھدنا کونسا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب میں تو میرا سلام کہنا اور مرزا الفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خواہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے۔ غالب۔ ۶ دسمبر ۱۵۵۹ھ

بنام خواجہ غلام غوث خاں صاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو بارہ ابرکت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس سے خیر پاؤ نخت کی رسائی کا پاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو کچھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط سنا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کہ سہلے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام عرضی مضمون ہے۔ جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ایک ڈاک ایک

ساتھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پچھپ کر دستنبہ سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا آفستہ اور منشی شیونز این صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کریں گے اور جیسا اتفاق تم چاروں صاحبان پر ہو گئے تو گویا باجلاس کو نسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امید وہاں ہوں کہ اجرا سے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیج دوں۔ بہتم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبداللطیف کو دُعا کہنا۔ اور ان کے عذر مقبول ہونے کی اُن کو اطلاع دینا۔ بیگم کو دُعا پہنچے اور سب اڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تکو بندگی اور اپنے بھائی بیہوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دُعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک مرتبہ کے واسطے جداگانہ خط مرزا آفستہ کو کیا لکھوں۔ میری طرف سے دُعا کہہ کر اُن کو کہیئے گا کہ اخبار گزشتہ کے اوراق مع خط بہتم مطبع آفتاب عالم تاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کریں گے۔ آپ خوش ہو جائیں گے۔ سہاٹے سے کہہ دیجئے گا اور تاکید کر دیجئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کتاب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں۔ بھائی مجھ کو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم اور مرزا آفستہ میں مرسلت گویا مکالمات ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں۔ اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہیں گے خط سے خط لکھے گئے ہیں مجھ کو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤ غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہے ورنہ باتیں کرنے کا فرا معلوم ہوتا۔ چار شنبہ ۲۲ ستمبر ۱۲۵۵ ش۔ جو باتیں جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہے۔ - -

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرا پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔

ہاں اندر سے قیاس جانتا ہوں کہ آپ ہی منصب درستی قرین شاد و شادماں میں جواب فیلٹی کے سکرٹری
ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحبیہ در سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنری
اور صدر بورڈیہ دونوں محکمہ آہ آباد آگئے یا آئیں گے بہر حال اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب گورنر
یہاں کی روزگاری کی خبریں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں
فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت
واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہوتا کہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالبہ جوابتہ مجمل بلکہ
مفصل نہ دیر بلکہ جلد رحمت کیجے گا تو مجھ کو مل لے لیجے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔
ایضاً جا بجا لیج دو شنبہ ۳۔ جنوری ۱۳۵۹ ع کی ہے۔ بہرون چڑھا ہوگا کہ اگر گھر رہا ہو
شرح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے پینے کو کچھ تیر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے

افق ہا پر از ابر بہمن مہی سفالینہ جسام من از نئے ہی

غمرہ درمند بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہر کارہ تھا را خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط حاصل
لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس سے کہ حصول عاکے ذکر پر حاوی تھا افسردگی حال ہوئی

ماخانہ رسیدگان ظلمیم پیغام خوش ازدیاریانست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں با آنکہ خط جواب طلب تھا جواب کھنے لگا۔ پہلے
یہ سینے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب میں کار نشان مرقومہ
لغافہ کی مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب ابجواب منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاں مقصنی
استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاں کیا ہوگی کہ باسید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی
چلا ہوں۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ کیا بتا رہا
مزیکنانہ کون تبا سکتا ہے چاہیے الہام سمجھے۔ چاہیے لوگ سمجھے میں اس سے قطعہ لکھ لکھا ہے قطعہ

دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایکٹن پٹھے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو گناہ کیلئے
حضرت اُس ہر شے سے معلوم کر کے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانئے اور یہ دل سودازہ میں سکی سفارش
کر یو الا اور اس کے دعا کا گزارش کر یو الا کون۔ ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ
مجھ پر جالی کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں۔ میرے جگر کا دی کی قدر
ہوئی یا نہیں۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا
شکر گزار ہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجئے گا جگو جلا لیجئے گا۔ لو مارو کا خط
ایک مہر کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔

ایضاً قبلہ بھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہو وہ کیا کھاتا
پیتا ہے اور کیونکر جیتتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ میں ساڈول فوج جدید کا آئندہ
پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو انکا پیشہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ تینے میں نہ جواب ہر بانی نہ
عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب مہینے اودھ کی شہنشاہ سے بموجب تحریر وزیر علی شاہی کا
امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرمناؤں اگر گنہگار ٹھہرا تو گولی یا بھانسی سے تیرا اس بات پر
کہ میں بے گناہ ہوں مقبلاً و مقتول نہ ہونے سے آپ انہا کو اہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں
کوئی کاغذ بھجوا یا ہے بطور چیف سکریٹری بہادر اور اسکا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پنشن
گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اسکے قبول کی اطلاع نہ اسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم مورس
بہادر نے بھی عنایت فرمائی اُن کی بھی کوئی تحریر جگو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف۔ کہتو
ہیں کہ چیف سکریٹری بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالی شان
چیف سکریٹری ہوئے۔ مشہور جناب ولیم مورس صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ
لفٹنٹ گورنری کے سکریٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں

کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی رودہ گی کا خط آئے گا۔ لوہارو کو بھیجا جائے گا۔ جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی ظہار حسین صاحب اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیا نہ پہنچانے میں تو حق ہو

تم سلامت رہو قیامت تک +

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار نہریل ڈاک۔ تو سن بہت پر سوار چل دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا اتنا بیخود ہوں کہ جب تک تم جواب دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپ کا پہلا خط روڈ سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط راہ پور پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ مہذا جاڑے کی شدت مہاش کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہیں۔ پروے چھٹے ہوئے۔ نشین تدریک۔ آج تیر اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ خط لکھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اس خط کے مضامین اندوہ فرانے دل کو مضمحل کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تھا مے ماموں میں مگر ان کے اور تمہارے معاملات جہر و دلا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے عجب فراق اور پھیر دوام کیوں کر جاں گزاردہ ہو۔ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تلو صبر دے۔ حضرت میں بھی اپنی چراغ سحر ہوں۔ رجب ۱۲۸۰ء حال کی آٹھویں تاریخ سے اکبر واد سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب ہوئی منقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع کے مردہ شخضم بمردی رواں + آج میں ادھی باتیں کرتا مگر خاص تر اش لگیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں بوائی خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجا ہوں اور خط بنواتا ہوں ایضاً قبلہ پیری و صدیساتویں دہاکے کے مہینے گزرا ہوں۔ قونج آگے دُوری تھا۔ اب بائی ہو گیا مہینا بھر میں پانچ سات با فضول مجتہد دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشا حیات ہو۔ غذا کم ہونے ہوتے

من کہ باشم کہ جاودان شہم
در بگویند کہ اسی سال

چوں نظیری نمائند طالب مرد
مرد غالب بگو کہ غالب مرد

اب بارہ سو پچتر ہیں اور غالب نے کے بارہ ستر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچی ہو سیکے وہ بھی
ایضا پروم شد خط ہے یا کہ مسرت صاف صفائی ضمیر کشف حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری
التحریر اور اندیشہ نشان مسکن انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا۔ سبحان جس دن یہاں
محکومہ مطلب خط پر پیش آیا ہے اسی دن آپ نے وہاں لکھنے کو قلم اٹھایا ہے آپ کو عارفِ کامل کیونکر نہ پتہ
اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ نہ
سرسبتہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستبنو کا ایک مجلد اور ایک
میں تین مٹا بسیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں خطوں کا جو تھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں
پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے نام نہ
پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری
بہادری کا نام نامی ہے۔ اور ایک کتاب لے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹری دوم کا اسم سامی ہو
آج پانچواں دن ہو خط دونوں اگر نہ پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہو کہ اگر نہ پہنچے
ہوں تو بڑا غصہ ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں لکھا
پتا آج تک نہیں۔ اب کارپردازانِ ڈاک و اکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں
کو با حیا ط پہنچائیں۔ صرف غایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے
ابھی تو آپ سے مجھ کو ان کے نہ پہنچنے کا سوال ہے کہ سو اے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہیں گے ان کے
نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہر حال یہ نیا نامہ جس دن پہنچے اس کے دوسرے دن
جواب لکھئے۔ جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھئے۔ آپ کے غایت نامہ میں

دیسوں باریوں کو رئیس کا خط مع ہندوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اسکا جواب آیا۔ اب میں نظم و شعر کا مسودہ نہیں رکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے، دو ایک دستوں کے پاس اسکی نقل انکو ہوتی کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھیج دوں گا۔ بھائی میں اللہ تعالیٰ کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین خاں نے اسکی نقل انکو بھیج دی میں دیوان پر نہیں چڑھتا۔ مسودہ بھیجتا ہوں۔ تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے محسوس بجا نہیں۔ معہذا امراض جسمانی و آلام روحانی۔ -

ایضاً دنا اُمیدی بسے اُمید بہت

پایان شب سیمہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں تو طبعاً شاعری میں لاچار ہوا رہا میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کشن بھادور دہلی کو ساتھ لے گئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں۔ جب لشکر میرٹھ کو دلی میں آیا۔ موافق اپنے دستور کے روز درود شکر خیم میں گیا۔ میرٹھ صاحب سے ملا۔ اُنکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں نے گئے مگر اس حکم پر منع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بھادور کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ آپ یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں باپوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقعہ اور اخراہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۵۷ء میں نواب لغٹ گورنر پنجاب دلی آئے انالی شہر صاحب ڈچی کشن بھادور صاحب کشن بھادور کے پاس بیٹھے اور اپنے نام لکھواے۔ میں تو بیگانہ شخص اور مظلوم حکام تھا جگہ سے نہ ہلا۔ کسی سے نہ ہلا۔ دربار ہوا ہر ایک کا مگا ہوا۔ شب ۸ فروری کو آزادانہ منشی میں بچھل سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکڑ بھادور پاس بھیجا۔ بلایا گیا مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں مجھیں جو

اگر معدوم نہ کہو تو نمبر نہ منقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریب جگر میں پاتا ہوں جسکی شدت سے بہنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جڑ جڑ پتیا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو میں ترجمہ کیا ہے میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ایک دور قدس کا بصورت پدسل بلکہ ہیئت خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے۔ میرا اس دور قدس کے ارسال سے یہ کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول و ترخیر دیا ہے۔

ایضاً بندہ گنگا شتر مساعرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر
 مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں

بانی کہ کم ہزار نفیریں برخویش
 آتا بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ ہر و محبت مجکو۔ وہ منقور میرا قدردان اور مجھ پر ہر بان تھا حق تعالیٰ اسکو علی علیین میں بسبیل دوام قیام مے۔ لا پور ہی میں تھا کہ اوہ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فرور ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اسکو کہتے ہیں۔ جدت طرز اسکا نام ہے جو طعنت تانہ ڈایاں یا ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم برورے کار لائے خدا تمکو سلامت رکھے اور میرے اور دکنی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انضات عطا کرے۔ لو اب خط کا جواب جلد بھیجوتا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

ایضاً قبل آپ کا خط پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا آج صبح دم مجکو دیا۔ میں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر سنیں کہ کسے ڈکانہ میں بچو اور کھا۔ والی رہو کہ خدا سلامت رکھے۔ اپریل میں ان دنوں میں
 کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ کہندہ کاروپیہ خدا چاہتا ہے آج چھ روپے جوائی ہر محصول کی

نہیں ہو سکتا۔ جب یہ سرزمینِ مخیمِ خیاں گورنری ہوئی، میں اپنی عادتِ قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں بیٹھا
مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا۔ چیف سکریٹری بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں
میں سمجھا کہ ہر وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ آیامِ عذر
میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا
دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھ کر اُن کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا
اخلاص منقطع محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیقات ہوتا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو
یہاں کے مقامات پر جواب ہوا۔ اپنا گوشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک کے جواب آیا کہ
لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربارِ خلعت متوقف
نیشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لا موجود الا اللہ ولا موشرفی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۷ء میں نواب علی گڑھ
بہادر والی رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۷ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم
کو اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیچن پسن غریب اردو کی بھیجتے ہیں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ
کچھ روپیہ ادھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی نیشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا فتر
گنے جاتے تھے۔ جب یہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں۔ تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا بعد
فتحِ دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۵۷ء میں
گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں راجپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں
رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررہ ۸۔ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔ -
ایضا قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اتر شناسوں کی کون سی کھوٹی گرہ
آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب کے میری ایک ملاقات
دلی لائے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفاء میں تعارف بناے محبت اور مودت سے

میرے تصور میں بھی تھیں حکم معتمد میرنشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا۔ جب حکام بحمد اسد عاججہ سے نے تکلف طے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میرنشی کی سے حسن طلب پایا لے حکام ہوگی وَلَکِنْ حُجْنِ الْطَافِ حَقِیْقَۃً بقیہ رواد یہ ہے کہ دو شنبہ دوم راج کو سوا دھبہ مخیم خیاں گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب لوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اُنہائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار خلعت بدستور بجالا دو برقرار ہے۔ نتیجہ انہ میں نے پوچھا حضرت کیونکہ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کا غذا انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار درمبار و خلعت بدستور بجالا برقرار ہے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کس اصل پر متضرع ہوا فرمایا کہ کچھ معلوم نہیں میں اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۲ دن یا ۱۵ دن بعد دھر کوروانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اسد

کار ساز بے فکر کارِ ما فکرِ مادر کارِ ما آزارِ ما

دو شنبہ ۲۳ راج کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بجالا ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہو گیا۔ اب انبالہ کہا جاؤں جتیار ہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا

کار دنیا کسے تمام نہ کر د ہر چہ گیرید مختصہ گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر بھرا آپ شکر بجالاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھایا۔ بہشت حکم نشتر کا کھتی ہے اب رگ قلم کی خوابہ نشانی دیکھو۔ گورنر اعظم نے میرے میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب بہادر دہلی نے سات جاگیر داروں میں سے جو تین بقیۃ البیعت تھے اُن کو حکم دیا اور دربار عام سے سواے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجھ کو حکم نہ پہنچا جب میں نے اسد عاکی تو جواب لکھ لکھ

کمال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برمان لکھا ہوا اور ایک مجلد اس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے آپ سکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں ان کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے سکی بہ محرق قاطع برمان۔ انہوں نے اسکی توہین اور سودہ کی تفتیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسیحی بہ عبد الکیم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر اس نے لکھا ہے علمائے شہر مرتب کیا ہے ایک سیر دوست نے بصرہ زرا کو چھو پایا ہے۔ ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بسیل پاپسل ارسال کیا ہے اس میں ایک میلاد ہوتا ہے۔ مجہول والوں کا میلاد کہلاتا ہے۔ مجاہدوں کے جہینے میں ہوا کرتا ہے اور اسی شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں تو تین ہفتہ تک ہیں رہتے ہیں مسلمانوں ہنود دونوں فقہ کی شہر میں دکانیں بیٹھتی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان اور میری دونوں کے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب یوان خانہ میں ایک بنی ہوں اور ایک داروغہ اور ایک تیار خدمتگار بھائی صاحب ہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

ایضاً قبلہ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسیل دعا ہے گریاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کئے انکے جواب تم نے ۲۷ جنوری کو لکھ کر بھیج دیئے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جو اب میں جو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۲۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھیج دیا اور ۲۱ کو ڈاک کا ہر کارہ پہر دن چڑھے تھا را خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی خاتمہ میں صاحب ہاں کی جگہ چیف سکریٹری گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں بیچ و تاب باقی رہا۔ کتاب کے باب

چر جائے آنکہ منافقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک حضرت کن کو
روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس گاہ
کہ مولوی صاحب آپ کے ہنشین و ہدم تھے۔ اور مجھ میں آپ میں پیوند واسے روحانی تحقیق ہے
ایک گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح اللہ تعالیٰ
کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سنیئے حال منشی جدیثہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہوتا تو انکھیں پھوٹیں
تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا۔ اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ کہ
میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپ کا ملکہ اختیار کرتا ہوں۔ ان دونوں غزلوں کو اصلاح
دیکھیے۔ اس امر کی فقط وہ بادی نہیں۔ بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر خط
نظم و شعر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجالاتا ہوں اور وہ صاحب میر حکمت
اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دست گاہ
فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات و عنایات عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا
جانوں۔ آدم برسر مدعا۔ منشی جدیثہ ذکا کے استعارے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا
بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل انکی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید
اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے معجیل غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا
کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے
ہیں لکھی۔ اس میں سے تو میں کے معنی مستنبط ہوں تو میں اُن کا مستہن بھی۔ اب میں نہیں جانتا
کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا

ایضا قبلہ میر ایک شعر ہے **خود پیش خود کفیل گز قاری من است** ہر دم پر سرش
ابوس میر سد یہ معاملہ میر اور آپ کا ہے۔ خراج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو غلط برہان قاطع کے

تھا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے باور نہ آیا۔ یہاں تک تے میں مود نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے۔
 محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہو کہ میری منشی نواب نصرت گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور
 وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیاء کا یہ حال ہے۔ واسے بہ حال ہم اشیکا کے یہ حکایت
 شکایت نہیں۔ میں نئیاداری کے لباس میں نصیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ تیا دو کیا د
 ستر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں۔ ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرہ خاص میں
 سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولادیکھے ایک مولوی سلج الدین رحمۃ اللہ علیہ
 دوسرے منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص
 اخلاص اسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن جمال چشم
 دور کمال مہر و وفا صدق صفا نوراً علی نور۔ میں آدمی نہیں۔ آدم شناس ہوں۔

نگہم نقیب ہمیز نہ نہاں خانہ دل قرہ باد اہل را کہ ز میدان فرستم
 غایت ہر و محبت جس کے ملکہ کا تملو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ
 پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوتا تھا ایک کو تو یقین رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک
 دوست رہ گیا۔ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مڑو
 میاں میں تمھارا عاشق صادق ہوں۔ بھائی ابھی قطبے بنید آئے۔ دافع ہدایا کے دو مجلد اور بھیجوں گا

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپ کو دیوان کے دینے میں تاہل کیوں ہو۔ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا
 بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد نذر جلد
 بن جائے میرا کلام شہرت پائے۔ میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم و کھیں
 تمھارے بھائی کی تعریف کی شرب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے

جو کچھ لکھا ہے وہی کہ درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت
 پائل تو ہی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں توسط چیف سکرٹریہاڈر سابلن اور فٹنٹ
 بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کیواسطے یہ سوال کہ میری عزت
 بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوالی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو
 مولوی انہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے
 دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور فٹنٹ
 ہوئے رد و قبول۔ نفرین آفرین کچھ بھی نہیں قیاساً جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں
 ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم ذیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں منجوا یا ہے کہ اس قصیدہ کے صلہ اور
 جائز کے واسطے کہ جو توسط لارڈ الن براسائل نے بھجوا یا ہے خطاب اور خلعت اور نشن کی تجویز ضرور
 ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو توسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء
 آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں نے پایا۔ فروری ۱۸۵۷ء میں اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں
 فلک نے یہ فتنہ اٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل
 محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو
 ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جائیکا
 یقین کو نہ کر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے اتفاقی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو۔ جی میں آتا ہو کہ
 نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب فٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھ کر
 پھر یہ سوچا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا
 اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دو نوٹ ایک وقت میں نہیں دے تو جواب طلب نہیں سکا جواب لکھے اور بہت شتاب لکھے
 ایضاً سا دہ لے زرد گئی یا سے خوش ہوں + یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا + پروردگار

جو لکھوں۔ اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرح دعا کہہ دینا۔ اور تم کو بھی تمہاری دعا
دعا کہتی ہیں زیادہ زیادہ از غالب۔ دو شنبہ در فروری ۱۲۵۷ ع۔ ۴۔

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان
کا کیا حال کر دیا ہے یہ استعار جو تم نے بھیجی ہیں خدا جانے کس ولد الزمان نے داخل کر دیے ہیں
دیوان تو چھاپے کا ہے تن میں اگر شاعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں
بالفرض اگر شاعر تن میں پائے بھی جاویں تو میں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر
یہ خرافات لکھ دیئے ہیں خلاصہ یہ جس مفید کے شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت
اور وہ ہفتاد و نشت پر ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے کے میاں غلام نجف۔ دوسرے
میر کے کہنجی بڑے چاہے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمہارا
خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجھ کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں م مارنے کی گنجائش
نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یک جا بہم آرام سے رہو اپنے
کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات تن میں نہ لکھے۔ اگر لکھ دیئے ہوں تو وہ ورق بخلو اڈالنا اور حق کے
بدلے لکھو اگر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے
نقل کیا ہے میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُس کو ایک نظر دیکھ سکوں پھر تم کو بھیج دوں۔ زیادہ زیادہ۔

آج میرے پاس کٹ ہے ورنہ دام صاف رکھنا۔ والسلام
ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا ہوں سوچا
کہ مبادا تم آزدہ ہو اس واسطے آج یہ رقم تم کو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں
لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے ادب و عزم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے
ان شاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا اُس کا مضمون یہی ہو گا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط

تلف ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ کتاب کیوں تلف ہوگی۔ اچانا اگر ایسا ہوا اور ولی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسیل ڈاک را پورا جاؤنگا۔ اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان نکلا دوں گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب ماں سے لیکر بھجود۔ وہ نہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ماں لیکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب ہمارے بھائی اور تمہارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو میں اتنی دُور سے کیوں دوں۔ اگر تم کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھجود وہ اگر نہ دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو نام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس میں سے اور ان کے نام کر دے گئے ہیں اور اس میں اسی معراج سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس میں یہ دونوں قاضی موجود۔ تیسری کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرع غلط یہ کام تمہاری دُور کے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ماں احتمال نقصان وہ بھی از روئے وسوسہ دوم اس صوت میں میں تلافی کا فیصل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال مافی ہو جاؤ اور مجھ کو لکھو تو میں طالب اطلاع دوں اور طلب اسکی جیبت بارہ ہو تو کتاب بھجیوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں صاحب

بھائی تمہارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خبر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو کتاب کو بیسی ہوا اس کا پتہ کیونکر لگے۔ نوٹ کا مال چوری چوری کہتے گھتیر یوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بچا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور جیبت ہو رہو۔

برول نفس اندوہ گیتی بسر آید | گیرید کہ گیتی ہمہ یکہ بسر آید

آدمی تو اتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور اپنا نصیب تو کہا جائیگا۔ ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اندوہ بھی کون سی خوشی کی بات

گھنٹہ بھر بھاڑ کے طائفہ کا ماشہ ہے اب تم کہو استاد میر جان کو کیوں کر بھیج گئے ان کو کہاں جاؤ
 اور علاؤ الدین خاں نے حسبِ حکم تمہارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا
 برسوں جائیں اس کی فکر آج کرو۔ میں الدین خاں بجاہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن نیم۔ ریندوسیم
 یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہو کہ
 ہر دم آزرگی غیر سبب راچہ علاج + اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب
 یہ کہاں کی بولی ہے۔ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ + عیاذاً باللہ امیر خسرو قرآن کو
 کہ بسکون رائے فرشت والفت ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھیں گے۔ یہ دونوں غزلیں
 دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔ غالب
 ایضاً نو چشم شہاب الدین خاں کو دُعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ان کا نام
 حسین علی ہے اور یہ سید ہیں۔ دوا سازی میں یگانہ۔ رکاب داری میں یکتا۔ جان محمد انکھاپ
 لازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا بچا میر فتح علی پندرہ روپیہ ہینے کا لور میں نوکر ہے۔ بہر حال
 ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ ہینا لے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں میں
 کیا کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بچھاؤں گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا
 پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر
 دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جاسکتا۔ سُنو میاں حق بجانب اس
 غریب کے ہو روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم
 آجائے۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہ مجھے شگی دو تا کہ کچھ کھڑا لٹا بناؤں
 اور کچھ گھوڑوں سے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب
 سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ نہیں سکتا۔ اپنی راہ سے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا

دو چار دن نہ پہنچتے تو مجھ کو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گانہ نہ کرنا اور ماں صاحبہ تم جو خط لکھتے
تو اس میں احمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے۔ لازم ہے کہ اُسکی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت
لکھنے رہا کرو۔ یہاں تمہاری پھوپھی اور تمہارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں۔ والدہ دعا۔ از غالب۔

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۳۵۸ ش

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں۔ اچھی طرح ہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا
ہفتے کے دن و تین گھڑی دن چڑھے اجاب کو خصمت کر کے رہی ہوا۔ قصدیہ تھا کہ ملکنوے
رہوں وہاں قافلے کی گنجائش نہ پائی۔ ہاپور کو روانہ ہوا۔ دونوں بنخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چلے
چار گھڑے دن سے میں ہاپور کی سرائے میں پہنچا۔ دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو
ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی پھر دن رہے قافلہ آیا۔ میں نے چھٹا تک پھر گھی داغ کیا۔ دوشامی
اُس میں ڈال دیئے۔ رات ہو گئی تھی شراب پی لی کباب کھائے۔ لڑکوں نے اہر کی کچڑی کھوائی
خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی۔ دن کے واسطے سادہ سالن کھوایا
تیرکاری نہ ڈلوائی بار آج تک انوں بھائیوں میں موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورہ کام کرتے ہیں
اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اتر کر پاڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونوں بھائی
مل کر کھا لیتے ہیں آج میں نے تمہارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپور
چل دیا۔ سوچ کھلے باوگڈھ کی سرائے پر پہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اسپر بچھونا بچھا کر تھپی رہا ہوں
اور یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دونوں گھوڑے کو تل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں۔ ۶۔
وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے۔ تم اپنی استانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سہ اسر ٹپھ کر
سنا دینا۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔ ۷۔

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے۔ اُن کا خط دیکھ لیا۔ خیر ماں علا الدین خاں کا خط

بارہ پھوٹے ہر پھوڑ پر ایک زخم۔ ایک غار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پچائے اور باؤ بھر مرہم درکا
 نو دس جینے بے خوف باہوں اور شب روز قیاب۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ
 لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس لٹھی۔ جاگ اٹھا۔ تڑپا کیا
 پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے۔ پھر خفیت
 ہونے لگی۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا نئے سرے روح غالب میں آئی
 اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہوں۔ لیکن ناتوان دست ہوں
 حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو روٹھا اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک
 قد آدم دیوار اٹھے۔ آب کی پریش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا۔
 میری خبر نہ لی۔ میری مرگ کے خبر کی تقریر اور مشلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ
 در صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں

درکشاکش ضعف نگسلہ روان ارتن	ایسکے من نے میرم ہم نہ تا تو اینہاست
-----------------------------	--------------------------------------

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میرنشی نقشب گورنر
 غرب و شمال کے پاس بھیج دیجئے گا تو ان کو خوش اور بکرمون کیجئے گا۔ *
 ایضاً پیر و مرشد حضور کا توفیق خاص اور آپ کا لوازشنامہ۔ یہ دونوں حرز بازو ایک دن
 ادھ ایک وقت پہنچے۔ توفیق کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک جو جب
 تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے
 لیکن تشویش خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا
 حال پھر لکھیں مہرے کی ہندوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی ہی ہندوی کا سا ہے
 یعنی سا ہو کار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے سا ہو کار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ ہیں

اپنے نام کا علانی مولائی کو بھیج دے۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کیلآت اُردو جو تم نے خریدے ہیں ایک ایسے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اس وقت ان کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسال خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے اُنہی کے حرف و حکایت میں میں نے شاہیں کی حقیقت پوچھی جو اب دیا کہ ہاں عربی میں ایک باب کے کا نام شاہیں ہے۔ صورت اُسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علانی کو خط لکھو

یہ رقعہ ملفوف کر دو۔ غالب۔ رباعی

رقعہ کا جواب کیلین نہ بھیجا تھے	مناقب حرکت یہ کی ہو بھیجا تھے
حاجی کلو کو دے کے بوجہ جواب	غالب کا پکا دیا کیلجا تھے

ایضاً

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں	کلتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح میں کتنا قدر آں

بنام ثواب نوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق

ہرگز نہ میر و آن کہ دلش زندہ شد بہ عشق	ثبت ست برجیدہ عسالم دوام ما
--	-----------------------------

خداوند نعمت آج دو شنبہ ۱۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔ کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھیج دوں گا۔ حال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲-۱۳۔ جیسے صاحب فرارش ہاں اٹھنا دشوار تھا۔ چلتا پھرتا کیسا۔ نہ تپ کھانسی نہ اسہال غالب نہ نقوہ ان سب سے بتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک

دہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں کمر خاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگیل نہ بھیجے گا یا یہاں خرید جائے گا اور نقش نگیل کیا ہو گا تاکہ شمار حروف کا مجموعہ معلوم رہے اب جب آپ مجموعہ لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجموعہ سلام لکھا ہے سو میں بھی انکی خدمت میں بندگی اور جناب نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حد ادب۔ ✱۔

ایضاً قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اس کو ایک اور دو ورق پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنا سے دیر نہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل تھا خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خواں رہے گویا اس مرخص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۂ اضافی وہم بطریق کسرۂ توصیفی پر درود گا اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات الکی نام موقر و معزز جیسے الفریہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرو نایہ رامپور کا رہنے والا۔ فارسی سے نا آشنا محض اور صرف و نحو میں نا تمام النشا خلیفہ و نبات مامور مرام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماحذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مامور و غنیمت و قیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہِ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنے والے۔ یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے۔

ہرزہ شتاب پے جاہد شناساں بردار	اسے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت
--------------------------------	---

میرادل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آزر و مند ہوں۔ میرا ایک بھائی مامول کا بیٹا کہ وہ نواب لغتار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور سند نشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ ہمیشہ بھی تمہاری بیٹی نے اپنی مانی اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا۔

اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھو ابھیچیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میرے ملک میں سے میرے پاس تھی وہ میں اپنی طرف سے بسپیل ارمیاں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سزا نہ کر کے کہا کہ دیتا ہوں کہ ڈاک میں آج بارہ پر دو بجے تک آج پارسل بطریق بیزنگ روانہ کروں گا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر محمد علی صاحب کو سلام نیا اور جناب نشینی درجن صاحب کو سلام ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے اُس بدگاہ بکاف عربی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید

بود بندہ خستہ گستاخ گوے

در خجستگی پوزش از من مجوے

اور یہ جواب فرماتے ہیں کہ ان مواقع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ بے ادب نہیں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخن نہ کہوں۔ میں جواب اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں۔ ماسے برجائ سخن گریہ سخن نہ رسد۔ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں در نہ آپ جانیں کہ اس بے نیچے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں جناب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ ظلم میں وہ زور سخن گسٹری کا ایک ملک باقی ہے تے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں در نہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا بعد القادر بیدل

جہد ہا در غر تو انائی است ضعف یکہ فراغ سے خواہد

مہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجئے کہ کیا کھو و اجائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں در نہ خط لڑا کوں نے کھو دیا یا د پڑتا ہے کہ نگینہ

ایضاً پروم شد۔ شب فتنہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فطرب و دوسے گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بنے گزند جل رہی ہے۔ ابر تک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہیں آتا ہے۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسدود و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب انجمن جلیس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کونش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافرت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پزیری میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال متوسط سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شہر میں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہوا اور اس صہل کا کہ جس پر میرا تب متفرع ہوں نہ کہ نہیں کرتا۔ فقیر کو پڑ پڑ نہ آئی مطلب صلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شہوہ ہے۔ یوں لکھتا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ دار کے ساتھ نسبتاً نہ خاندان مجدد علما کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون شاکر ہوئے۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سر کا متفق نہ رہا اپنے اسکو مصاحب بنارکھا ہوں اس سے اسکا داغ جل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا طلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ مقبول نہ ہوئی اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر بھرہتے ہیں۔ آپ کی بات سن باب میں کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنود می نامہ نہ بھجوائے گا۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں ثبوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام۔ ۴۔

ایضاً پروم شد میں آپ کا بندہ فرمانبردار۔ اور آپ کا حکم بطیخا طوبالانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کیا لکھوں۔ وہ کتب کہاں بھیجوں۔ آپ کے پاس بھیجوں یا انھیں منشی صاحب کے پاس بھیجوں اور سیم الدین ظہیر الدین کو منشی۔ میر شیخ۔ خواجہ۔ کیا کر کے لکھوں دو حاکم کی اور کوشمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے یا انھیں منشی کو کیا اختیار

میرے باندہ بونڈیل کھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا۔
 قصہ یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں
 باندے جا کر ہفتہ بھر رو کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسیل ڈاک دلی چلا آؤں گا
 ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا
 اور نگہاں میرا بھائی مر گیا۔ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ چہ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی
 استدعا سے تھا مگر نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم صاف کیجیے گا
 میراجی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا۔ ہوا سٹے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔
 ایضاً پیر و مرشد۔ کونش۔ مزاج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہوں۔ پیوں
 آپ کا خط مع سارٹیفکیٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبداء قیاض سے اشرف الوکلا، خطاب ملا مختارہ محتارہ
 ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہر کانہ جو بتی ماڑں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک
 بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ ڈھک داس ہے۔ میں بالالخانہ پر رہتا ہوں جو بتی میں
 اگر اس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہر کارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ
 مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتان کا
 حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ مترانہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از ہم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اس
 قرم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب
 شملہ گئے ہسٹے ہیں۔ شاید ماہِ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہِ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں
 آپ کو نوین تحفہ تصدیق دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں جس قدر
 کہ علم انکو اس خاندانِ مجددت نشان کے حال پہ چل ہو گیا ہو کافی ہے۔ مولانا طلق کے نام کی عرضی ان کو
 پہنچا دیجئے گا اور جنابِ مادر حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔ *

دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الہی کا پے پر پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ورنہ ستر ستر قلم و ہند میں قند و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب میر محمد علی صاحب کو بندگی۔ جانب نشی ناد حین خان صاحب کو سلام۔ - -

ایضاً پیر و مرشد۔۔ بچے تھے تین نگاپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھہ پی رہا تھا کہ آدمی نے اگر خطبہ میں نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگر کھایا کرنا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان بھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جانا میر انقصان ہوتا۔ سرے سے سُنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا اسکی رسیدائی کٹے کٹے ہوئے شعر لٹے آئے اُنکی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیئے گئے۔ لو صاحب اشار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب جبکہ نہیں شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا جواب میں جو کچھ انہوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا۔

پرہوں میں شکوہ سے یوں اک سے جیسے بابا | اک ذرا چھڑیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے +
سوختا ہوں کہ دونوں خطیر نگ کئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں۔ خیر اب بہت دن شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُنال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ بے ہر پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باخموں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکوں کا اُس میں جان مال ناموس و مکان و کلین و آسمان و زمین و آئنا ہستی۔ سر سر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس میں ہزار آدمی بھوکے مرے جو تھا لشکر ہضہ کا۔ اسیں بہت سے پیٹ بھرے مرے پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاج طاقت پنائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کچ نہیں کیا۔ میرے ہم دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک دار و غہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی آتی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔

وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے ہمیں معلوم ہوتا کہ اب بھی انھیں اس لیے قیدی دیا ہے کہ ان کے شو کو نہ جاوے اور یہیں مجبوس ہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پائے۔ خواہش کیا کہ آپ کا پرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں اُس کو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں اور بعد ازاں اُس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیجوں ان کے نزدیک حق بنوں کہ کس امر مہم محبوں میں محلو لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو یہ مکر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا جانتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپ کے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ انہیں صرف ایک خط موصول منشی صاحب سے۔ کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجیگا۔ مگر گوند لگا کر۔ اور اگر منظور نہ ہو تو میری طرف منشی صاحب کے نام کا خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجئے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔

الضما خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ بھینچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب انکی خدمت میں بھیج دیا جاب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھجوادیں گے تو جناب میں اس سالک کا جیگا قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی جس طور سے اُنہیں گنجائش صلاح کی نہ پائی۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مراد بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ بھیل اور بیوقوف نہیں۔ کوئی ترکیب فارسی کسا سے باہر نہیں مگر اُن طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اُن میں میں ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بار ہو۔ بلکہ شاید حضرت کو منظور بھی ہو۔ پس شرم کم خدائی سے دلربش اور فرط خلعت سے سرد رہش ہو کہ قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ کی گرانی آفت آسانی امراض و موسی بلا سے جانی الزام و اقسام کے اور ام و شور شلٹ۔ چارہ ناسودمند و سی ضائع۔ میں نہیں جانتا کہ اس منشی شہداء کو بہر و ن چڑھے وہ لہج باغی میرٹھی

برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں کر سکتے۔
 قاطع برہان میں برہان کا لفظ ہمیشہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان
 نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے **۵** بالنگلشیان متینہ بیجا بالنگلش کا نون لفظ میں
 نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے انگلش اور انگیزہ کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی
 تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگلش کے نون کو غنہ
 کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد
 بند ہوا لیجئے گا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا **۵** اس ہم کہ جوابے
 نون جو اب است و سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ کھے گا کہ میں نے فتح نہیں لکھا
 اس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے
 فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میر تقی
 یعنی خدا جانے کہاں کدھنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی
 ہو گئے تھے۔ زبان آورد چالاک اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں ایک
 آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے
 امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھ کو بسیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں دماغ و دست اور فطرت
 برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع لکھا **۵** از بخت شکر دایم
 از روزگار ہم و آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھر اے پور نوکر ہو گیا دماں سے دو برس
 بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنویں آیا ہوں فیہ سے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ
 کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خاں اور بہادر کا خطاب دیا ہے
 مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہیرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا باد ہے۔ بریج کی واسطے پودہ ماہ میں مینہ درکار ہے کتاب پارت
 پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہا ہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری ہندگی منسل علیجاں عذر ہے
 کچھ دن پہلے مستحق ہو کر مر گئے۔ ہنر ہو۔ کیونکہ لکھوں حکیم صنی الدین خان کو قتل عام میں ایک کی
 گولی مار دی اور احمد حسین خاں اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طلحہ یار خاں کے دونوں
 بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے عذر کے سبب جان سکے ہیں ہے۔ بعد فتح دہلی دونوں
 بے گنا ہوں کو بچانسی ملی۔ طلحہ یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مردہ سے بڑے
 ہوں گے۔ میر جھوٹم نے بھی بچانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میان نظام الدین کا یہ ہے کہ چاچا
 سب اکابر شہر کے بھاگے تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں بڑے
 حیدر آباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہو گئی
 لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کو تو الی چوتہ رہے وہ اور خواجہ قاسم کی جو
 جس میں مغل علیجاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ الماک خاص حضرت کا ہے صاحب
 کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی توار پا کر ضبط ہوئی اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار
 داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ
 یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گڑھ میں پکڑے ہوئے ہیں
 ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و غایت
 مولوی حافظ غریب الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نواز شہنشاہ شہنشاہ
 قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ کر کھڑے
 اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دعا عرض مجھ تک پہنچے ہیں ایک توثیق قاطع برہان غلط ہے
 یعنی ترکیب خلف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہو سکتی ہے۔ لو صاحب

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط ہے۔ بنائی لوگ۔ کڑی۔ تختہ۔ کیڑاڑ کچھ
بعض مکانات کی جہت کا مصالح سبے گئے۔ اب اُن غراب کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرتبہ
کا مقدور کہاں۔ فرمائیے مکانات کیوں نہ گریں۔ +۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پینچے کا ثرہ پایا۔ اُسکا جواب یہی کار پر دار
ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائیگاں نہ جانا۔ چنر و ز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پینچا
گو یا ساغر التفات کا دوسرا دُور پینچا اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حالِ ستارہ دُم دار کا لکھوں چنانچہ
جس وقت وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ سببِ فقداں اسباب یعنی ہم
رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے۔ **سازین**
ستارہ و نبالہ دار می ترسم + یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے۔ **زغال گوشہ ابروی یار**
سے ترسم + کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور ہیج میریزی میں صاحبِ کمال نہیں جانتے۔ اور اس
عبارت فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے۔ پیشِ بلا طیب و پیشِ طیب بلا پیش
ہیج ہر دو پیش ہر دو ہیج۔ آرائشِ مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے
ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے۔ بہر حال علمِ نجوم کے قاعدہ کے موافق
جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطحِ فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں
جس مروج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب
ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب افقِ غربی شہر پر نظر آتا تھا اور
اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورتِ عقرب میں ہر درجہ و دقیقہ
کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم ہی اب وہ دس بار گون
نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں جانتا ہوں

اگر آپ کوئی قصیدہ حضو کی طرح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جائیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلا لیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اہم یہ ہے۔

امجد علی شاہ آنکہ بہ ذوق دُعا کو صدہ نماز صبح وقتا کرد و دعا

مردود تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ تو کلت علی اللہ بھیجا یا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ بآئین شائستہ پیش کر نیک وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدالدین تھرن سے میری مہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجئے چاندی کا تکیہ مرع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک ادھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اٹا پھر آیا۔ دیکھا کہ یہ توفیق کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچا اور حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب لٹا غلط۔ بہادری کی جہرم سے بغیر حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلید دلی کا سمجھ لو۔ خاقانی کی قدرت تعضی سکے ہو کہ جو اس شہر نیہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت بختان۔ مراقبگی خلقت و فطرت میں ہو۔ اٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دیرا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ماں شہر کے باہر اکیں بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی ذبح کر مرے۔ دو تین شخص کو ٹٹھے پر سے گر کر مرے۔ مراقبوں نے غل بچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر فرستے کو لکھا۔ جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر ہرج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تیز ہے۔ دبی صفائی جواب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسے گا تو پھر کال پڑے گا

خیر و عافیت بہر منت لکھئے۔ اُن کو بندگی اور خیاب نشی نادر حسین صاحب کو سلام پہنچے۔
 ایضاً پیر و مرشد معاف کیجئے گا۔ میں نے جتنا کاکچہ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس مزیا
 کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پُرسش کے بعد بھی کوئی
 بات نہیں سنی۔ مینے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔
 مگر ک باری علاوہ ایک بحر و ان کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ
 دلی میں تھیر نہ ہو۔ اور یورپ میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جتنا با افراد پہ رہی ہے اور وہاں نہیں
 کس کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں۔ جمعہ الجار ہے۔ حضرت نے خوب و کالت کی۔
 مولانا قلیق سے تقصیر میری معاف نہروائی۔ کہدو گے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے
 کب مانوں گا یہ دن مجھ پر بڑے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بھینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زہان
 پانی پینے والے جانوروں کا۔ خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے۔

آتش و دوزخ میں یہ گرمی کہاں | سوز غم ہاے نہانی اور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ غایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھ کر بے چین
 ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو او
 زیادہ متوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجئے۔ جناب منشی نادر حسین صاحب کا
 کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میرا مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان
 دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں۔ کہتے رہے
 نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنیہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ میرا صاحب نے
 انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب
 سید العلماء نقشب گلیں۔ میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

کہ یہ صورتیں قہر الہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔ قرآن الخمیس پھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر صورت پرکرت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کو بچہ و بارتا میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور ظہر و ہند کا بادشاہی محل میں آنا سنا یا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہ شمول و ستب نظر انور سے گزرا ہو گا۔ تا نہال دوستی کے برد بد حالیا رفیعہ و نجی کا شتم ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجالاؤ۔ خدائے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہر کارہ انوار اللہ کا خط لایا۔ اس کے مے بنیم بہ بیارست یارب یا بخواب بے منہ پٹیا ہٹوں اور سر پٹکتا ہٹوں کہ چوچہ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الہی جات جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار اللہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُسکے بعد مروں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جاں کاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر خواہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہر اُسکو عمر کی قیمت جانے اور ثبات خات و بقا سے عرض و ناموس کو غنیمت جانے۔ اللہ تعالیٰ وزیر عظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عزو شان کو برقرار تاقیامت رکھے۔ میں نے گیارہویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۷ء تک و داد نشر میں عبارت فارسی نا آمیختہ لہجہ لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے سطر سے چار جزو کی کتاب گروہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستبوا سکنا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے شاہدہ کے بیان سے کام کھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا انوں گا اور اُس کو ہم نجی اور ہزبانی جانو گنا۔ جناب میرا محمد علی صاحب کا جواب کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ اجاب کا دل گھبرا یا ہے اب جو خط لکھے تو غلطی

اسد اللہ بیگ غالب

رفت آنکہ با از حسن مدارا طلب کنیم | سرشته در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ اے کیا غزل لکھی ہے۔ قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے
کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا نثر سخن شناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کے
حک و اصلاح پر جرات کروں۔ چہ حاجت ست بمشاطہ روے زیبارہ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں
سہو کر گئے ہیں۔ اے مطرب جادو فن باز مرہ ہوشم زن۔ دویم آپڑے ہیں۔ ایک نیم شخص
بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ باز ملے گئے ہیں۔ اے مطرب جادو فن دیگر مرہ ہوشم زن۔ اب دیکھئے
اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ
اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجئے گا۔ زیادہ حد ادب۔

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں
واہ کیا ہوشمند دی ہے۔ کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب یہ بندگی نہ تسلیم
سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حد خود شناس۔ مانا کہ تو نے
کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا رو
ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ماتھ جوڑ کر فرج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ لے گا
شکریہ ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں قصور کرتا تھا وہ اب معی جن صبح کو میں نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز
حضور کا فرمان پہنچا معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفق ہو جائیگی موسم اچھا آگیا ہے

گرمی از آب بروں رفت و حرارت زہوا | محل ہر جہانات بمنزل آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نہ لیا جائے تو کیا کہا کہنا ہے ورنہ بحب سے طلیب تفتہ کر دے
نجلو بھی آج دسوان منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد سہل ہو گا۔

اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۷۷۸ ہوتے تھے۔ تخریج نئی روش کا میرے خیال میں آیا میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں قطعاً

حسین ابن علی آبرو سے علم و عمل	کہ سید العلماء نقش خامش بودے
نامزد و ماندے اگر بوجہ پنج سالہ	غم حسین علی سال ماتمش بودے

زیادہ حصہ ادب فقط

ایضاً پر شد خط لکنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب ادب نہیں لکھا خلاہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس جہر اور کون کھود سکے گا۔ اچا میں آپ کا نواز شنام جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھیں سمجھیں اور لکھیں باقی طار سال فرمادیں۔ پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجے گا۔ تعجب ہو کہ جناب میرا محمد علی صاحب قلع کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے۔ جانب نشی ناوید چاہتا ہوں کہ میرا کبریا شہنشاہ بھیجے

ایضاً اللہ الشکر کہ پروردگار کا خراج اقدس بہ خیر و عافیت ہو پہلے نواز شنام کا جواب آیا لکھوہ مشعل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز کہنے نہیں پایا کہ کل ایک کمرت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ میں ہوں چنانچہ کل میرا پہل ہو گا۔ اس سبب اس موقع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر قلع شہر سعدت کر جائے اور ارنی بروزن خمچے گنجائش پائے تو لغم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تفرق مقتضی جواز ہے فرما جعد القادر تبیل

کہ نیز و این تمنا بجواب لن ترانی

جو رہی بطور محبت ارنی گو و گزیر

نزدیک ہے خود ہاتھ لگائے اور بیٹا پار ہے

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب خط بھیجا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب ملا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا ملکا کہا کہ کل مسجد ملگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطر لکھیں

از خون دل نوشتم نزدیک دست نامہ

انی رایت دھرائی ہجر الیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہئے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی ناد حسیں صاحب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلا سے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو۔ سو دستم ہاے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میرا مجد علی صاحب کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلع میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال کہئے۔ خواجہ اسماعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ انکے خط کے حال ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصد ہوں کہ اس بچے خط کا جواب جلد پاؤں

بتام میر فضل علی عرف میرن صاحب

سماوت و اقبال نشان میر فضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ لو پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل رکھا زاپایا۔ کل تک نام کو سن کر شراتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر بنا بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا خزاؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد - آداب - مزاج مقدس - میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر سنش کا شکر بجالاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے - ایک فصد بائیں - منہج چار پہل کہیں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقرب میں آگیا - پانی برف آب ہو گیا ہے کابل کشمیر کا میوہ پکنے لگا ہو - یضعف ضعیف فتمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں - خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجئے - مولانا قلی محمد متقدین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کماں کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ کا مولانا شفیق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو محکوم ایمان نصیب ہو - یہ جو آپ نے کلام کے حکم و اصلاح کی واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں - کوئی بات بجا ہو کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں - زیادہ حد آداب -

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں - ہونفسانی میں اصدا کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہو کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غلگین بھی ہوا - سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو ہم طالع پاتا ہوں - غزنیوں کی تم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہجوم تو سراسر قلم و ہند میں نہیں - سمرقند میں دو چار - یادشت خنقاہ میں سو دو سو ہوں گے مگر ہاں اقربا سے بھی ہیں - سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں میری سرسٹھ برس تمام ٹھہری ہیں

رسم اُمید ہانا ز جہاں بر خیزد

گر وہم شرح مہم باغ و غریزاں غالب

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد سے سکتا ہوں - اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں - ساجل

تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱۔ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان حبیب شاہک

واللہم العاف غیفہ۔ خیر عافیت مختاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہو۔ جان ہے تو جہان ہے
 کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا
 موافق عقیدہ اہل اسلام جب فر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھی دنیا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ التوہم
 مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع احسن سیرا کو اپنے نصب العین کو در طریقت
 ہرچہ پیش سالک یدر خیر دوست کہ گھر میں مختارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خورشید
 جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام
 اور باقر علی اور حسین علی ہندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کونش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاچہ حاصل نہیں
 وہ کونش بھی بجا لائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والد عا پی مرگ کا طالب غالب صبح شنبہ ۶ صفر ۱۲۷۱ جولائی سال
 ایضا میری جان کن ادا م میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تھکوا خدا جیتا رکھے۔
 اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت و قوعی ہے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر
 کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ برج دولت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو
 اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ
 میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو
 جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مر ا بڑا لحد مر ا بڑا کافر مر۔ ہمنے ازراہ عظیم حبیبیاد شاہوں
 بعد ان کے جنت آرام گاہ و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شگہ ظم و سخن جانتا تھا۔
 بستر مقرر اور ماویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے نغم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ
 ایک قرضدار جو کہ قار ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اسی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب

وہ تیر تمھاری نسبت میر و کیکر بہت تھا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں اکیلا رہیں نے اُن کو بلایا انھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ اور ہی اب گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نہ بنے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے ہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں سچ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سر فراز
 صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود و اخیر ہوئے کہ اُن کی مرگ و نیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء۔ منظر العصر۔ حوالہ میر مہدی طاس عمرہ۔ +

ایضاً بخوار کا مگرا میر فضل علی عرف میرن صاحب طاس عمرہ۔ بعد دعا کے وضع راہ سعاد انیس
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلائے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ماں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہی
 وہ میر سر فراز حسین کا شرم اگر انھیں پہنچی کرنی اور سکرانا خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی چھین
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر سگانی تھی سواڑ کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ماں تم کو ضرور ہے اُن سے نام
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۷ء۔ غالب۔ +

ایضاً میری جان تمھارا قہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سر فراز حسین بے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سر فراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم بے پور چلے میں نے تم کو خدا کو سونپا

نزدیک ہے خود ہاتھ لگائے اور پیرا پار ہے ۷

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ	مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا
-------------------------------	-------------------------------

شاہ اسماعیل الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیج دوں گا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں ۷

از خون دل نوشتم نزدیک دست نامہ	انی رأیت دھرائی ہجر الیقاہ
--------------------------------	----------------------------

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط انکو پڑھوا دیجیے گا۔ جناب شیخ نادرجین نصاب میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ بتلائے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے حدر ہو۔ مورخہ ۱۵ مے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میرا مجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلع میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجہ اسماعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنیئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپ انکے خط کے چل ہو نیکی انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں ترصہ ہوں کہ اس بچے خط کا جواب جلد پاؤں

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سماوت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ او پھر تمہاری صورت مجکو دکھاوے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل پر رکھا خرابایا۔ کل تک اس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر بنا بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاشکے تم یہاں آ جاؤ تب اس تحریر کا خراباؤ۔ میر محمدی صاحب

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پر سن کا شکنجہ لانا ہوا
اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندہ بے دم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک قصدا بنیں۔ منہج چارہل
کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے بارے آفتاب عقب میں آگیا۔ پانی برف آب ہو گیا ہے کابل
کشمیر کا میوہ پکنے لگا ہوا۔ ضعیف ضعیف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں
غزلوں کو پرپوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان کو
حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجئے اور میری داد دینے کی داد دیجئے۔ مولانا قاسم
متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ
مولانا شفق اور مولانا ثانی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو اسکا
پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو محجوب ایمان نصیب ہو۔ یہ جو آپ نے کلام کے
حک و اصلاح کیواسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بجا ہو
کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجالاؤں۔ زیادہ حد آداب۔ ❖

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ ہونفسانی میں اصدا کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہو
کیونکہ ہر سکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہوا اور باعث القباض کا بھی
یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غلگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ
اکثر امور میں مگر ہم طالع پاتا ہوں۔ غزنیوں کی تم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہتھم تو
سراسر قلم و ہنڈ میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یادداشت خفیاقی میں سو دوسو ہوں گے مگر
اقر باے سبھی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں سیر ہوں کشتہ بہن تنم ٹھائی میں

گر وہم شمع ستم ہا غزیزاں غائب	رسم سید ہانا ز جہاں بر خیزد
نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو مدد سے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں۔ ساحل	

تم مجھے کس کو سوئپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱ جولائی ۱۸۶۲ء - ۴۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ وہ غنیمت ہی۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہیں کہ خدا سے ناامیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے ناامید ہو کر کافر مطلق ہو گیا موافق عقیدہ اہل اسلام جبکہ فرہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھنی دینا نہ دین۔ مگر تم حتیٰ الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے ناامید نہ ہو۔ ان مع اسیر میرا کو اپنے نصب العین رکھو۔ درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر دوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا خٹہ بنہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی زندگی کہتے ہیں۔ کھوار و غنہ کو فرش عرض کرتا ہے۔ اور ون کو یہ پاپہ حاصل نہیں وہ کو فرش بھی بجالائیں خط بھیجتے رہا کرو۔ والدہ عاظمیٰ مرگ کا طالب غالب صبح شنبہ ۶ صفر و ۱۱ جولائی سال ۱۲۸۱ھ ایضاً میر علی کن اوام میں گرفتار ہے۔ جہاں باکے پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو تھکوا خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں خلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ سب بخ دولت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیامر بڑا الحمد مر بڑا کافر مر۔ ہننے ازار و قنطیرم حبیب بادشاہوں بعد ان کے جنت آرام گاہ و عرش نشین خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے شاہ قلم و سخن جانتا تھا۔ بستر مقر اورادیہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوک قار ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اچھی حضرت ذواب صبا۔ نواب صاحب

وہ تحریر تمھاری نسبت میری دیکھ کر بہت تھاہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم
 بھائی تمھارے سالے صاحب غور کے پتلے ہیں اکیلا رہیں گے ان کو بلایا انھوں نے کرم نہ فرمایا۔
 تم ہیج کہتے ہو یہ لوگ وہی اب گل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی بننے گی اور گھری نہ چھنے گی۔ وہ
 بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں بخ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میرے سر فراز حسین
 صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز رہائی ملک عدم ہوئے
 سینکڑوں ایسے مفقود انجبر ہوئے کہ ان کی مرگ و زلیت کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے
 کہاں بستے ہیں کہ ہم ان کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میرے نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دو شنبہ
 ۹ نومبر ۱۳۵۷ء میں انظر والعصر۔ حوالہ میری ہدیٰ طال عمرہ۔ *

ایضاً بخوار کا سنگار میرے فضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہ۔ بعد دعا کے وضع راجی سعاد آئی ہے
 آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میری ہدیٰ کے جلائے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے
 لگایا۔ ماں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں
 نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہو۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظریں پھر رہی ہیں
 وہ میرے سر فراز حسین کا شرم اگر انھیں پہنچی کرنی اور مسکرا کر خدا کبھی مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے۔ میرے
 نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر شہر علی کو میری دعا کہنا اور میری ہدیٰ چھپیں
 کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر لگائی تھی سواط کی کو ابھی تک تپ آئے جاتی ہے۔
 یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی منظر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ماں تم کو ضرور ہے ان سے نامہ
 پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چار شنبہ۔ ششم جولائی ۱۳۵۹ء۔ غالب۔ *

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میرے سر فراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں
 بہر حال میری ہدیٰ کو دعا کہنا اور میرے سر فراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے نہیں لکھو خدا کو سونپنا

علی نقی خاں وزیر شاہ او دھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور محکومانِ قیام کے جواب کا منتظر تھا آج دو شنبہ ۱۴ نومبر کی ہو۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہوئی تو دن راہ دیکھوں گا۔ مٹیوں دن اگر تمہارا خط نہ آیا تو میں تمہارا رضی بن جاؤں گا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا سیم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوئی تھی ہر تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ راپور کے سفر میں تاج طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب لکھوں تو محلِ ترجمہ نہ مقام شکایت۔ سونو میرے خط کے نہ پہنچنے سے مکتو تشویش کیوں ہو جب تک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ نا تو ان میں جاں ہوں جب مر جاؤں گا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گی پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سونو جانو کہ غالب جیسا کہ خستہ و شرد بخود درد مندیہ سطرین کھ کر سوقت تمہارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفرد و ہر نفس حال اگر گھر میں ہیں تو عنایت انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آئیں گے بیچ الٹانی ججہ کا دن صبح کا وقت ہے

بنام مرزا باقر علی خاں صاحبِ کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خاں کو غالبِ نیجاں کی دُعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی دُستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے کھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ ہمارے نے تم سے کہا ہو تمہاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم کا کرتے ہو خط کو نہ بھیجنے گا۔ بھائی اب میری انگلیاں بکٹی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہو دو سطرین نہیں لکھ سکتا۔ اطرافِ جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پیروں کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا اب اس وقت مرزا یوسف علی خاں کے پاس ان سو خط لکھوا دیا۔ تمہاری ادبی اچھی طرح۔ تمہاری اچھی طرح ہو تمہارے گھر میں سبطِ خیر عافیت ہو تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے پاس آجاتی ہے۔ *

اور خان صاحب آپ جوتی اور انوار سیابی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو گسو کچھ بولو۔ بولے کیا بے حیا بے عزت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا سیوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیئے جاتا ہے یہ بھی تو سوچنا ہوتا کہاں سے دوں گا۔ *

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضواں

فرزند ولید شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا نہوں تو دُعا اور آرزو وہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی۔ از آمدن کعبہ شیمانی شدہ باشی۔ * قربان علی بیگ خاں کو دُعا کہنا مرزا افضل حسین خاں کو دُعا کہنا۔ اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب صاحب دُورہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤں گا۔ اگر چار روز یہاں رہیں گے پھر غائیگاہ بریلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جیٹیں گے تو صاحب کشر بریلی کا انتظار نہیں گے توہم و سہم تک جائیں گے۔ تین دن جشن ہے گا۔ اُس کے دو چار روز بعد غالب خشت ہو گا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دُعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پر چھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا افضل حسین خاں کے پاس لے جانا۔ اس مقصد کے ساتھ کی شر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اُسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکم جی کو بھیج دی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھو ابھیجو اور سب جلدوں کے شیرازے بندہ جائیں اور موٹا کاغذ دو نوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا یا روپیہ فوراً بھیج دوں گا یا اگر دوں گا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ میر کے دُعا صاحب سے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ ناٹھائی ٹونک سیدراج محمد کا بھی حال ضرور لکھنا

یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہو مگر جو حکم کو بخاری ہے اور جو میری دسترس ہے اسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاء اللہ اوائل ماہ آئندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہو کہ ابھی تک لا تختار اقرضواہ آیا تھا۔ تھا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہہ کر اسکو اس پر لایا ہوں کہ سود و سود پیسہ کو بھیج دے۔ بیوں کی طرح تفریر کو سمجھائی ہے کہ لا لاجس و رخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہو تو اسکو پانی دیتے ہیں حسین مرزا تختارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو نواج پیدا ہو۔ بجائی کچھ تو نرم ہوا ہے۔ تختارے مکان کا پتا لکھو کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہو کہ میں اپنے بیٹے راجھی داس سے صلح کر کے جو بات ٹھہر گئی آپ سے آکر ہو گئی۔ اگر وہ روپیہ سی بھیجے تو کیا کہنا ہو اور اگر وہ خط لکھے اور تم کا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسدا اللہ نے جو تم سے کہا ہو وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے۔ میں نے خط ان کو خط نہیں دکھایا۔ مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں انہوں نے کہا میرا لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دوسلا م کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو لکھنا کہ معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس کے نام کا تختار قعدہ انکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر۔ ایضاً ذابا جلیج تیسرا دن ہو کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خاں آئے۔ ہم میں انہیں ہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد میں کچھ بیاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ مارچ ۱۸۵۷ء سمیر کو میرٹھ ختام ہو گا۔ دبارو ہیں ہو گا۔ راولی کا آنا۔ منجھیمہ ہو۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہو جیٹ بے سیل ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہو س لنگر آئیں گے ۱۳ دن بیاں رہیں گے آج ۱۵ مارچ سمیر کی ہو جو کچھ واقع ہو گا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی خبر بعد اس لکھا کہ عمل میں ہو گا خاطر عاظر جمع رہے۔ تختار دوست بھی حسب الحکم کشتربانسی حصار کل بابرسوں میرٹھ کو جائے گا اور

ایضاً نو چشم و راحت جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط جو میر خط کی جوابی تھا وہ مجھ کو پہنچا اسیں کوئی بات جواب طلب تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ میر کے بیٹے اگلے مہینے میں سجدہ میں کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا افضل حسین خان کی معرفت الوداع بھجوائی تھی سو اب کے ہفتے میں حضور پر نور ہمارا دربارہہ در کا خط انہیں کی معرفت بھجوا دیا حضور نے ازراہ بندہ پروری قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت غایت اور التفات کے بھرے ہوئے ہیں۔ تم تو وہیں ہو تم کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو کیوں نہیں اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میر ابھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۸۷ ع۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نیجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الوداع کا نام لکھ کر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا۔ بارے ایشا الدین کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تم کو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہو اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج دی۔

مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۲۸۷ ع۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محفل خاں صاحب بہت ن مصروف ہیں۔ دو دلی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نوندرائے کی بی بی مرگئی ہو وہ غمزدہ ہو رہا ہو مگر خیر کام کر گیا۔ کاشی تھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکید کی اسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہو کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امراں پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں

ہمیشہ کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئیں اور درخواست میں اور منظور ہوا اور مکان ملے تو اس
تمام شہرستان ویران میں سے ایک جلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہوگا کیونکہ اس مریض میں تنہا بیگی
سہم کر دم بخل جائیگا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں سکھائیں گی کہاں سے۔ بہر حال یہ خیالات خام اور
نامم ہیں ہاں نقل لینی اور مراغہ نکڑا اور نقل حکم لینی اور پھر مراغہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ موسیٰ
ہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں محکم بے پروا۔ مختار کار عظیم الفرصت۔ میں پاشکستہ۔ محمد علی خاں کبھی
کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم حسن اللہ خاں کے مکانات شہر انکول گئے اور یہ
ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھ رہو۔ نواب جانعلی خاں کے مکانات
ضبط ہو گئے وہ قاضی کے عوض پرکاریہ کے مکانات میں مع ممتنعہ کے رہتے ہیں۔ باہر جانیکا حکم انکول
بھی نہیں۔ مرزا ابھی بخش کو حکم کہ ابھی بند جانے کا ہو۔ انہوں نے زمین پکڑی ہو۔ سلطان جی میں
رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ جبر اٹھ جائے یا یہ خود اٹھ جائیں۔ ❖

ایضاً نواب صاحب پرسوں صبح کو مختار اخطا پہنچا۔ بہرون چڑھے لاڑو صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ
کی فیصل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ پاہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزار یلغ تک
ہے۔ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۲۵۹ء۔ اب غالب کے مصیبت کی داستان سنئے۔ پرسوں مختار اخطا پڑھ کر
لشکر کو گیا۔ میشری سے ملا۔ ان کے خیمہ میں ٹھیکر صاحب سکڑ پڑ ہوا در کو اطلاع کروائی۔ چہرہ ہی کے ساتھ
کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا۔
خبر کروائی۔ حکم ہوا کہ عذر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تو اب ہنسنے ملنا کیوں مانگتے ہو
عالم نظر میں تیرہ توار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نو میدی جاوید ہے نہ دبار نہ خلعت نہ نشن اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُونَ بقیہ خبر شکر ہے کہ راجہ بھرت پور رات لیکر پٹیا لکھا تھا اور اس سے آگرہ میں لاؤ جہا
سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اس کی طاعت ہے۔ شنبہ

ادھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئے گا۔ میرا دربار و خلعت دریا برد ہو گیا۔ نہ پیش کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ مرزا انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کے دُعا پہنچے۔ برسوں گزرے آئے۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار پر دازوں نے اٹا پھیر دیا اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پرو دیکھے لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تھو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں میں مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی بادشاہ الف کی تمھاری تحریر سے معلوم ہو خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلانی نہ ملک پیر الال ڈکی کو محامدی کے ساتھ تائب کر لے گئے بکاتی یکم کا کوچہ التوا میں ہے اہل فوج دُحانا چاہتے ہیں۔ اہل قلم بچاتے ہیں پابان کا رو کیئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء

ایضاً جناب عالی۔ کل آپ کا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ کطف کیہ کل ہی شنبہ کا دن کی تھی۔ آج بُدھ کا ۹ نومبر کی صبح کی وقت میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخودار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ۳ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب دہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی صاحب جتنی طرح ہیں ان کو تپ گئی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی تاہم سراسر پہلوتہی کرتا ہے۔ لوندہ کو تائید کرتے ہیں ابھل سیرا پنجاب احاطہ کے ہیٹ حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل جوبی۔ برسوں، نومبر سے جاری ہو گئی۔ سالگ نام نہ لہجی۔ جھنامل ہمیشہ اس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق انانی پُرس ہوا غلہ اور ایلے کو سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں برسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی ہیں کہیں کب نہ سمجھنا کہ تم باینس یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہے ہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو

انشاء اللہ علی العظیم - یوسف مرزا خاں کو دُعا پہنچے۔ حالِ حیدر و محسن معلوم ہوا۔ قبلہ و عقبہ ذکر ہے میں آپ کا
 اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہوں ان کو منظور ہے کہ دُعا کا عطیہ جہاں پاؤں اور ثنا کا صلہ جہاں پاؤں
 کار ساز بنا فکر کا ریا کیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان معلوم میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ
 ہے۔ زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئندہ کے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے
 پاس چاہنچھا ہوں۔ وہاں روٹی کی فکر نہ پانی کی پاس نہ جھڑے کی شدت۔ نہ گرمی کی حدت۔ نہ کم
 خوف نہ مخیر کا خطر۔ نہ مکان کا گریہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت کھنی سگاؤں نہ روٹی کپکپاؤں
 عالم نور اور سرسبز و سرور ۵ یارب بین آرزو سے من چہ خوش است تو بدیں آرزو و مراد برسان
 بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزو مند مرگ۔ غالب۔ روز شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۳۵۹ھ

بتام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہنوز یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط لکھو بھیجا ہے مگر تمھارے
 ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب میں تو افضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ
 ہے۔ شاید وہ آئی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد ان کے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں کتب دار
 کرتے ہیں۔ لڑکے پڑھاتے ہیں۔ روٹی کھاتے ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کلکتہ
 تمھارے ماموں محمد قلی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اس خبر کے
 ساتھ منافات نہیں ہے۔ اودھ سے آپ بنارس کو چلے ہوں۔ اودھ سے بیگات کو وہاں بلا ہو مگر
 میری جان ہم کو کیا ۵ عالم پس مرگ ماچہ دریا چہ سرباب

ایضاً۔ او صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی
 انیسویں اپریل کی صبح کو بھائی فضلہ کو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور مہینے اختلام الدولہ خطاب
 ہے تین ہاؤ کچھیں اور ایک ٹیس کا لوٹا اور دوست کی رسیاں لیکر بھٹیاری کے ٹو پر سوار ہو کر لوٹ

شنبہ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے خط لکھ رہا ہوں تو میں چل ہی میں شاید راجہ صاحب کی ملاقات
 اس وقت ہوئی۔ کل شنبہ ہے۔ پرسوں دو شنبہ کو یا شنبہ کو لاڑ صاحب کو کچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پٹا تو یک
 جائیں گے۔ کل صبح کو متحد قلی خاں آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگو یہ عرضی طالب علی
 فیلبان نے مجھ کو پھیری ہو اور کہا ہے کہ اسکے گزرا نے کاموہ نہیں۔ میں سوقت سوار ہوا چاہتا تھا۔
 پتھاری ماس ٹنکر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر کھایا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخان الوری میں مستحق ہو
 مر گئے۔ خدا اُن کو بخشے اور مجھ کو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کشتہ صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں
 اور نہ کسی انگریزی خان سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمجھ رہا ہے کہ ایک محکمہ لاہور معاوضہ نقصان
 رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کا لوٹ لیا ہو اسکا معاوضہ بجا دے کہ جس کا
 ہوا بیٹھو زار روکے ہاگلو کو سٹور پیس ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہو وہ بدر اور
 محل ہے اسکا معاوضہ ہوگا۔ شاید یہی کشتہ ہوں سکانات کو حامل علی خاں کا کر کیوں لکھتے ہو وہ تو بت
 سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی۔ محل سر اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب
 چھالک اور سترائے سرکانیں گرا دی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر نہ سمجھو حامل
 خان کے مکان کا علم بکا ہو۔ سرکار نے اپنا ملوکہ و مقبرہ ایک مکان دیا جب بادشاہ اودھ کی املاک کا
 وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے۔ تم اب تک سمجھ نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور کبھی
 کیسا فائدہ اسے کسی نقل حکم کیسا مرفعہ جو احکام کہ دلی میں صادر ہو میں احکام قضا و قدر میں انکار مرفعہ
 کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و چشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ زمین رکھتے
 تھے۔ رامپور زندگی میں میرا سکون اور بعد مرگ میرا دفن ہو گیا۔ جب تم نکلتے ہو کہ شہر و ماں جاؤ تو مجھ کو ہنسی آتی
 ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ملاں نے جب المرجب پتوں میں دیکھوں جو بدیر و شقر کے باب میں تم نے کی تو وہ
 مناسب بشرط پیش ہو سکے اور ولایت پہنچنے کے تباد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیلانہ سری میں سر پیش

ایضاً - یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہوا کہ تمہارا خط کل مکمل کی پہنچا۔ آج بدھ - ارشوال اور منشی
ہے اس کے جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم تم اس بڑی صاحب کسیری ملاقات نہیں ہے ہاں ایک صاحب سید
سوان کے نام کا خط کھلا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کران کو دو اور ان سے ملو اور جو کچھ وہ کہیں
لکھو۔ احتلام الدولہ بھائی فضلومیر کا ظم علی بہادر کیا جائے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگر وہ کس ہتھیار کا
نام اور سکندر شاہ کون سے دخت کا بھیل ہے میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے
مصطفیٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اسکی رسید آگئی۔ نہ بران قاطع نہ قاطع برہان۔ کل صوف
تمہارا خط آیا اسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا تھا
یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلومیر کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلومیر سے یہ کہہ دینا کہ باتفاق رہا ہے
منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی مفائدہ بلکہ مستقر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا
منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوا دیں گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کو نگر تجکو لکھوں کہ تیرا باب مر گیا۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کر
مگر صبر یہ ایک شیوہ فرسودہ اپنا سے روزگار کا ہو۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتی
ہیں کہ صبر کرو۔ مے ایک کا کلیہا کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ جلا کیونکر
تڑپے گا۔ صلاح اس میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں پہلے بیٹا مرچا
بھرا باب مر۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سرو پا کسکو کہتے ہیں تو میں کہوں گا۔ یوسف مرزا کو
تمہاری وادی لکھتی ہیں کہ رانی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جو امر دیکھا دو
قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحب وہ کہتے ہیں کہ نیشن کا روپیہ
مل گیا تھا وہ تجیز و کیفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اس کا
نیشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجا لیگی مصطفیٰ خاں کی رانی

روانہ ہوئے۔ پہرہ پہنے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور میں میرے کاظم علی بابا
یہاں تک کچھ چکا تھا کہ تمہارے سون حساب سے تاج و مہر آتش لپ لائے۔ تمہارا خط انکو دیدیا وہ اسکو پڑھ کر
اِس باب میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے
تغزیت کرنا کہ حیر جانی صبر کرو اور جپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ ہا۔ باہر خوش
کی جگہ مہر خوش خرام بنادیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرط انکم متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنے زوجہ کیواسطے
گوارا کرے۔ خواجہ جان مجھوٹ بولتا ہے والی راہ پور کو اس نشن کے اجرائی میں کچھ دخل نہیں یہ کام
خدا ساز ہے۔ بھلی ابن ابی طالب علیہ السلام ناٹا جی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں
مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا۔ میں مکو دکھاؤنگا خیر تم نے جو لکھا ہو گا وہ مناسب ہو گا خدا را اس
اور کام بن جائے۔ الکنڈر بدلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکی و سعادت مند ہیں
میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ہا
دو مقدموں میں میں نے اُن کو دو خط لکھے مگر اُنھوں نے ایک کا بھیجا نہیں لکھا۔ اور اُن مقدموں میں
کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھ کر کچھ کھڑا سکے موافق علی میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب اور تاج و مہر آتش
گھر گئے وہ مکو دعا اور تاج و بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے اُنے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی رضا جوئی کو سب سے
مقدم جانو۔ میں ابھی رام پور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرط حیات جاؤں گا یعنی اوائل اکتوبر یا اوائل
میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچے۔ اُن کے
نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رکھ دینا۔ خبر دار جانا نہ رہے جب وہ پہنچیں تب اُن کو حوالہ
کرنا۔ صاحب حسن نثر ہے۔ یہ باتیں غیرت کی ہیں۔ جس طرح اپنے اور بچوں کو دو لگا مظفر میرزا اور مکو
بھی اسی طرح بچوں کا۔ ہمیشہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ کشیدہ وقت غور و
ہفتم رمضان ۱۲۹۰ء اپریل۔ غالب۔

اپیل جانتا ہے۔ کیا ہوتا ہے جو ہونا تھا سوہلیا انا للہ انا الیکہ راجعون۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال
 اپنا تم کو منتقل کر چکا ہوں۔ وہ دہلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے۔ درنہ خیر سچل
 خوف و خطر نہیں ہے۔ حکام صدیقی باتوں پر نظر نہ کریں گے میں نے سنا کہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی
 جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ مظلومہ اشتہار
 بھی اس کو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گو لہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانا اور بنگ گھر اور دیگر زمین کا
 ٹوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ماں صاحب گو کہ باہنوی ہو گیا
 ہے اور شاعر کا سالابھی جانب دار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر تقی حسین
 کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط
 روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاویں گے اس کو جدا گانہ لفافہ میں روانہ کر دوں گا۔ مظفر مرزا
 دیکھیے کب تک دے اور مجھ سے کیوں کر ملے۔ ایک لطیفہ پر رسول کا سنو۔ حافظ مٹوں بے گناہ ثابت
 ہو چکے۔ رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں۔ قبض و تصرف
 اہمکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی ویر۔ پرسوں وہ حاضر ہیں۔ مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا
 حافظ محمد بخش کون عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ مٹوں کون۔ عرض کیا کہ میں۔ اصل نام
 میر محمد بخش ہے۔ مٹوں مٹوں مشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ مٹوں
 بھی تم۔ سارا جہان بھی تم۔ جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کس کو دیں۔ مثل داخل فقر ہوئی۔
 میاں مٹوں اپنے گھر چلے آئے۔ ماں صاحب خواجہ بخش دزدی کل تپہ ہر کو میرے پاس آیا نہیں
 جانا ایک حق کو ٹٹے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی کچھ بھجنا۔ میرن صاحب
 کل پانی پت کو جایا جاتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی اور سے آئے ہوئے سلطان جی میاں
 میں آتے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلی خاں میری ملاقات کو آئے تھو۔ علی جی میر

کا حکم ہوا اگر نیشن ضبط۔ ہر چند اس پیش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہو تھا ہے خیال میں کچھ
لئے وہ مجھ کو لکھو۔ دوسرا یعنی تبدل نہ ہو عیاذ باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہاں یہ جھیک کہ حضرت
چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچئے ہوں گے کہ ان دُموں میں اپنا کام نکالو اور باہر جاؤ حقیقہ
دلتا ہے۔ اگر یہ بھی تھا تو ان کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہیں۔ قصہ مختصر تمہاری ہادی کا جو خط تھا
بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا وہ میں نے تمہارے دُموں کے پاس بھیج دیا۔ اُن کی جادو کی داگدشت کا حکم ہو تو گیا ہو
اگر اُن کے بڑے بھائی کے یا اُن کو چھوڑیں۔ سو دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔
تمہارا خط جو طلبت تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام اُنکی غنیمت کے مطابق ہو۔ ان کا مقدمہ
دیکھ کر تمہاری بھوپھی کا اور تمہارا سر انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہے۔ ہو گا کیا اگر جادو دل بھی تو خدا کا
دام لے لیں گے۔ رزاق حقیقی نیشن دلوادے کر وٹی کا کام چلے۔ جناح قبربان علی صاحب میرا سلام
نیاز اور میر کاظم علی کو دُعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال ۱۳۹۹ سنہ سال حال۔

ایضاً ای میری جان اے میری آنکھیں زہجراں لطفے کہ در خاک فوت چہ نالی کہ پاک آئد پاک فوت
وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی رُوح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو اور
اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہو تو ابھی تم خود نہ پتے ہو خدا تم کو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا۔ نانی کی مرنگاؤ
کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ
وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہاں مظفر الدولہ کا غم بھلا واقعات کہ بلا سے سہلی ہے
یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجالانے کا ہرگز منوس نہ چاہئے کچھ ہو سکتا ہو اور کیا
تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پُری ہوئی ہے کہ وہیے کہاں لہ کھائے کیا
مولانا کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہو کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرا فیہ حکم دوام جس بجال رہا۔ بلکہ
تاکید ہوئی کہ جلد دیاے شور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ انکا بیٹا ولایت

باقی ہیں۔ ہوا سے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے نہ کوئی مجلس میں بیچ کے قابل۔ اگر آپ سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انشاء اللہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ تب بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں نیشن کی قسم کا حکم آجائیکا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الوداع آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر تقی علی کا قافلہ بھی میں ہے۔ میر تقی علی کی بی بی الوداعی خطا میں سے بموجب سہام شریعتہ و ثلث مظفر مرزا کا اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرنی ظاہر بموجب تعلیم میر تقی علی کے ہو۔ غالب۔ محرمہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۵ جولائی سال حال۔ ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب نے وہ اور ان کے متعلق سب اچھی طرح میں جواب دیکھ لیں گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں خارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کو بیار ہوئے۔ خدایا ان آوارگانِ دشتِ غم کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کرے۔ بیکر تصدق رضی علی کا تہ دست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہو گئی یہ شدتِ غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے پہنچنے ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا جہاں تم نے اپنا نام کا خط پڑھا دیکھا حال یہ ہے

دسے پیدا و دیگر دم نہاں است گہے بر پشت پاے خود نہ بینم	گھفت احوالِ مابرق چہاں است گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا انکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام بارگاہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عراخانہ ہو ایک بنا سے قدیم رفیع مشہور۔ اسکے انہدام کا غم کس کو نہ ہو گا یہاں دو شریکین دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محلِ ان کا الگ الگ ہے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان کا نکالا جائیکا۔ محبوب کی دکانیں۔ بہیلیوں کے گھر۔ فیضانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ۔ تمک ہوا سے لال ڈگی اور دو چار کنوؤں کے آثار عمارت باقی نہ رہیگی۔ آج جاں نثار خاں کے	

ہیں۔ رضا شاہ پٹودی ہوئے ہیں۔ میر شرف علی ابن میر سعد علی مرحوم نے رمانی پائی۔ ایچی لاما کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خاں مغفور اپنی جوہلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤ لگا جڈا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ اس وقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں؟

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گرد پھنک کو دام میں پھنسا یا۔ پھر ففس میں بند کر کے یہ رقعہ لکھوایا۔ میر تقی حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ انکی خاطر میں ہو جائے۔ منوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جب تک تمام نہ ہو۔ منوی جب تک سب لکھی ہو کیونکہ اصلاح سچا اپنے چھوٹے مانوں صاحب کو میر اسلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے۔ اور دعا باعتبار یگانگی اور استاد کی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کیواسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہو جسکی نقل لوں۔ ہاں یہاں زد خاتی ہے کہ قدیم نوکروں سے باز پرس نہیں۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ اے لو کہی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ حوالات میں ہیں۔ دیکھئے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نو ندرائے کی مختار کاری پر قناعت کی جو کچھ ہوتا ہو ہو گیا۔ ہر شخص کی سر نوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہو نہ قاعدہ نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش لگائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دوسو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ پیچھے پائے والوں کو حکم چلا کہ چونکہ تمھارے بھائی مجرم تھے تمھاری پنشن ضبط۔ بطریق ترحم دس دس روپیہ جینا تمکو ملے گا ترحم یہ ہے تو غافل کیا قبر ہو گا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس۔ بیٹم نہیں اُکھیر سکتا ۵۳ برس کا پنشن تقریر اُسکا بہ تجویز لاؤ لیکہ منظوری گوورنمنٹ اور پھر نہ ملے گا۔ خیر حال ہے ملنے کا جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اُسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھانا۔ اس وقت کلو کے پاس لکھو پیاٹا

خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان بخل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی یا علی
 بار دل میں کہا ہو گا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک
 کے ہر کارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیا علی اوپر لے آیا ایک خط یا عزیز کا اور ایک خط ہر گوپال تفتہ کا
 اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجھ کو رونا اُجائے
 بارے اُس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا۔ چھیاں لیں۔ اب تم تاشا دیکھو ۱۲ مرحوم کا خط، اگر
 مجھے پہنچا۔ اُس میں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤ لگا اور پھر حضرت مجھے
 مطلب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھ کو خط بھیجیں گے اور اپنے
 مسکن کا پتہ لکھیں گے تب کچھ حکموں کو لکھنا ہو گا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو خط سنا دیا۔ اور ان کو ہی قوت
 کاشی ناٹھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اُسکو گرائیں اور شرمائیں اور کچھ تباد مرزا کیو سٹی بھیجائیں
 حیدر الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے بلغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دوبار میرے پاس بھیجی
 دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ اُن کو منظور ہے۔ برعایتِ خلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ تباد
 کو اور کلکتے سے اُن کے خط کے آئیکے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤں۔ میرا وہی حال ہے۔
 مجھ کا نہیں ہوں کچھ شکر مداری کی توفیق نہیں ہے۔ بُرے بھلے حال سے گزرے جاتی ہے۔
 فہوس ہزار فہوس جو تم سے اور ناظر جی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہوں تو کون باد کرے
 اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنے کی ہے سو کر نیکا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خان ابن علی علیہ السلام
 میں اپنے ناموں کے پاس ہے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمہارا سلام کہ دیا۔ پرسوں
 پھر وہ میرے گھر گیا۔ بھائی فضلہ علی میں تہہ میں پرسوں آئے ہوئے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔
 عریضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا کٹ موقوف
 ہو گیا۔ فقیر ام ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئی اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہا

چتھے کے مکان چٹھے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں نہیں آئی کے دیرانے سو خوش ہوں۔ جب اہل شہر
 بنی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چوٹے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ قصہ چڑھا
 اُن کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ اُن کے گھر بھجوا دیا۔ اُن کا گھر کہاں وہ تو میرا
 خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے
 دیور کا آدمی ہے۔ اُنہوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھابی کو سلام
 کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط اُنکے پاس بھجوا دوں گی۔ کل رضا شاہ آئے تھے
 میں نے اُن کو کہا تھا کہ تم میرا محمد علی خاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کاہے اُنکو با حیات
 پہنچا دینا۔ صاحب تمہاری آنا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈوں۔ دوا سے
 میں نے پوچھا امیر النساء کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی سے اپنی
 ماں کے پہاڑ گنج ہے ہمیشہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی
 فی الحقیقت کس نے بھیج دی ہے تو بیشک عاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے اگر خود منظر
 کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیا والدین خاں کی والدہ
 کے پاس قصبہ صاحب گئے ہوئے ہیں۔ ایاز اور نیاز علی اُن کے ساتھ ہیں دو بندگیاں اور
 ایک دوا اور دوا داب ملتوی ہو دوا اور کلو اور کلیاں کی بندگیاں پہنچیں۔ قمر الدین خاں
 برسوں آیا تھا اب آئے گا تو دوا تمہاری اُس کو کہدوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ حق کمالی شخص عمر و دولت قابل عزت جسے خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب تھا
 مرزا جید ریگ صاحب کی رحلت کی برکت اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی، اتیرا پنج مہتی۔ صبح کو
 مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی۔ بی فتن کے
 ہاں اُتری تھی اب وہ بڑی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیب انا ظر می بہت باری

جواب چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اس وقت کہنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے
ناموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تم کو ایک
حال معلوم ہوگا۔ غالب۔ شبینہ۔ ۵ نومبر ۱۸۵۵ء۔

ایضاً۔ یوسف مرزا میرا حال سوا ہے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرتِ غم
سے سودا ہوا ہو جاتے ہیں۔ عقل جاتی رہتی ہے۔ اگر اس ہجومِ غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق
آ گیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اس کا باعث کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق۔ غم عزت
غم عزت۔ غم مرگ میں قلعہ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں۔ منظر اللہ و لہ میر
ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا۔ اُس کا بیٹا احمد مرزا انیس سال کا بچہ۔ مصطفیٰ خاں ابن اعظم اللہ
لے دے بیٹے۔ ارضی خاں و مرتضیٰ خاں۔ قاضی فیض اللہ۔ کیا میں انکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا
تھا اے لو جو بول گیا۔ حکیم رضی الدین خاں۔ میرا چھوٹا بھائی میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غم عزت
حسین مرزا۔ یوسف مرزا۔ میر ہدی۔ میر سر فراد حسین۔ میرن صاحب ان کو حیات رکھے کاش یہ تو
کہ جہاں ہوتا وہاں خوش ہوتے۔ گھر ان کے لئے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے حال کا کچھ
کہتا ہوں کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہو۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں
کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے حقیقی میرا
بھائی دیوانہ مر گیا۔ نیکی بیٹی اُسکے چار بچے۔ نیکیاں یعنی میری بھانجیاں چھوڑیں پڑے ہو میں
اس تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں چھوڑتی کیا کہتی ہو گی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیاء
اُمرا کے ازواج و اولاد بھیکنا گنتے پھر میں اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیے
اب خالص بناؤ کہہ رہا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلکیاں ایازیہ باہر ماری
کے جو بچے بدستور گویا ماری موجود ہے۔ میاں گھن گئے گئے مینا بھرے آگے کہ جو کارتا ہوں

چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شکر کس ٹکلی
اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مریٹ کر ایک جاں نثار خاں کے چھتے کی ٹکلی
ہے۔ ولی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صفا
میدان کر دیا۔ میں جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہے جو غنہ لکھی ہے۔ بہر حال اب کچھ
ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور سجاد اور اکبر اور ان کی ماں کی خبریت اور اپنے
بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ۔ ۸۔ ار محرم الحرام۔ *

ایضاً۔ میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا
نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو
مجبور شکایت نامہ بھیجا ہے اس کے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہو گا یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب
لکھتا ہوں۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں ۱۴ اپریل ۱۹۰۷ء کا خلعت ایک بار اور طبرس خاص شریف
دوشالہ ایک بار پیش کیا حضرت سلطان عالم سے پاچکا ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت
مجبور دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قلعہ و کعبہ حضرت مجدد العصر مدظلہ العالی۔ اب
آدمیت اسکی مقصد نہیں ہے کہ میں بے ایمان کے توسط کے مع گسٹری کا قصد کروں۔ چنانچہ قصد
لکھنؤ اور جیسا کہ میرا دوست ہے کاغذ کو تو اگر حضرت پیر و مرشد کچھ متیں بھیج دیا ہے یقین ہے کہ حضرت
وہاں بھیج دیا ہو گا۔ اور میں تم کو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے فیصدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہے۔ اسی خط
یہ بھی لکھ لکھا ہے کہ حضرت نذیرۃ العلیا سید نفی صاحب اگر کلکتے بھیج گئے ہوں تو مجھ کو اطلاع دو۔
دار و علی الماک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے تو میں بے پردہ عالی شان
منظر حسین خان کے خط میں لکھتا ہوں ————— عیسہ ورق پڑھ کر
ان کی خدمت میں گزان دو اور جو وہ ارشاد کریں مجھ کو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالبہ مندرجہ کا

الماک واقع شہر ملی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دہا و باغات الماک
 مع حاصل ہر ایک باغ و درہ و ملک ناظر کی کو بھیج دی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری
 کے دفتر سے لی ہو گا تا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو ٹرک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھ نہیں گئی وہ
 خالی پڑی ہے کراڑا رکنا نہیں۔ محکو یہاں کی الماک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے میں
 پنشن کے باب میں حکم خیر سن لوں پھر رامپو چلا جاؤ لکھا۔ جمادی اول نے ہی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم
 ۱۲ سال شروع ہو گا اس سال کے دو چار دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس دن بنیں جنہیں طرح بسر کرنے ہیں
 اس میں رنج و راحت و لذت و عزت جو مقصود میں ہے وہ پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عم کو چلا
 جاؤں جسم رامپو میں اور روح عالم نوز میں یا علی یا علی یا علی۔ میاں ہم تھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بڑا
 کا پتر دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے ہے کیا نیکی غریب لڑکا تھا باپ اسکا شیوجی رام سکے عم
 میں مردہ سے بدتر ہو یہ دو مصاحب میرے یوں گئے ایک مردہ دل افردہ کون ہو چکو تھا اسلام آباد
 یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فردا ان سے لیکر پڑھ لینا اور جرح نکلی ہے میں آئے اس پر حصول
 کی بنا اٹھانا اور ان سب علاج کا جواب کتاب لکھنا۔ صیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے
 دیکھئے اگر کیا کہتے ہیں یارات کو آگئے ہوں یا شام تک جائیں۔ کیا کروں کس کے دل میں پناہ دل
 ڈالوں۔ بحر تفسی علی پہلے سے نیت میں ہے کہ جو شاہ او وہ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔
 نصف حسین مرزا دم اور سجاد۔ نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اسی خیالات سے
 حشر طبعیت معلوم ہو جاتا ہو والسلام خیر تمام۔ دوبہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء وقت صبح
 ایضاً میاں محکو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلماء کا ایک
 و ماں نے پہنچا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ انکو چہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب چاہیں وہاں
 پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزیرے اور کچھ ہلے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی

اچھا بھائی تم بھی ہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں۔ نیکس آف میوٹی کھانوالے موجود۔ تمام معلوم سر کچھ اچھا
 ہے وہ بقدر سرتوتق ہے محنت وہ ہر کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے ہمیشہ ایک فکر برابر
 چلی جاتی ہو۔ آدمی ہوں۔ دیوہیں بھوت نہیں۔ ان بچوں کا تحمل کیونکر کروں۔ بڑھاپا۔ ضعیف تھی۔
 انہی مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں رنہ پڑا رہتا ہوں
 گویا صاحبِ فاش ہوں کہیں جانیکا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس نیوالا وہ عرق بقدر طاقت بنا کر کھاتا تھا
 اب میسر نہیں۔ سبے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا۔ خلعتِ فاخرہ پہنا
 وہ صورت آنظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں مرد و ہون بیگناہ ہوں گناہگار ہوں مخبر نہ مضد
 بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے دن رات
 خون جگر کھایا اور ایک قیصد چونتھ بیت کا لکھا۔ محمد فضل مصور کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو منجھو دیکھایا اسکا
 مطلع ہے۔ رسالہ نوڈر گریبے بروے کار آمد۔ ہزار ہشت صد شصت و شتر آمد۔ آمین
 التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے انکی نقل تکو بھیجوں گا۔ میرا قازا وہ روشن گھرِ خباب
 مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا اس مجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ سلو ہے جہاں تپا
 کی طرح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قیصد مدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا۔ میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علیشاہ
 بٹھا دیا۔ خزانے بھی تو یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا کیا ہو کہ ایک قیصد دوسرے کے نام پر کر دیا۔
 میں نے باپ کا قیصد بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر
 بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قیصد سے منجھو غرض سنگاہ سخن منظور نہیں۔ گدا ئی منظور ہے بہر حال
 یہ تو کہو قیصد پہنچایا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے ماموں کا خط آیا۔ وہ قیصد کا پہنچنا کہتے ہیں۔ کل
 تمہارا خط آیا اس میں قیصد کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قیصد پہنچایا نہیں
 اگر پہنچا تو حصوں میں گزرایا نہیں اگر گزرا تو کسی معرفت گزرا اور حکم ہوا۔ یہ امور جلد بکھو اور اس میں بھی لکھو

سوزانِ نِ یہاں لے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک اور نہ جانے دینا۔ انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا تم جو مجھ کو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجھ کو انکے حال سے غافل اور انکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال کیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہنا شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمیشہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھ کر کچھ حاجت پڑے۔ بہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمیشہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا۔ مظفر مرزا کو دُعا پہنچے۔ بھائی تمھارا خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جو اب لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجا بکے گئے۔ جگڑاؤں میں نشی رجب علی کے جہان ہیں۔ صدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب میر علی علیا بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ انکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دو نو بھائی باہر سے آئے ہیں۔ میں نہیں تھا کہ صدر سلطان ملی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سنا کہ وہ میر سے مل گئے۔ خدا جلنے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں۔ تباہی ہے۔ قہر آبی ہے۔ مجھ کو لوگوں بہت تنگ کیا ورنہ چند روز اور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں تم غالب تو مہوش و مریض و ہراساں

بنام منشی شیونرائین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ غافغہ بنانا دل کا بہانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جب غلغلے پہنچ جائیں گے ہم آپ کا شکریہ بجالائیں گے۔ ہر چار دوست میر سدنیکو ست۔ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجر ہو گیا ہے۔ بے ہوش ہیں یہ وہ ڈھوڑتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سے ہیں۔ بہت سخی ہو گئے تو جس نے نہیں دینگے۔ کاغذ وہ یہ مہینہ کا کیوں مل لینگے۔ کل آپ کا خط آیا رات بھر نہیں نے فکر شعر میں خون جگر کیا

جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُسکے دیکھنے سے اُس ٹٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا
 اہلک واقع شہر دہلی کے سوال کے جواب ابکی بار قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بیشک جواب ایسا کہ ہم
 تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ ایسا کیا قلم لکھو
 اور وہ سوالا کہ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دہلی کی املاک کا خزانہ ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام
 کے سرنامے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ
 خوب فرماتے ہیں کہ منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید نہ ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیے۔
 تمہارے ناموں حساب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کن بیان سے ادا کروں۔ بہتر حسین مرزا
 اور یہ کہے کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کو بہتر سے اُس کے جواب میں سنا جا رہا ہے کہ بہت بڑا
 تھا اور سرکار کی خدمت نہ تھی۔ عہد نہ تھی علاقہ نہ تھی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہ مقرر ہو جانا کیا
 تھا۔ دہلی کے آدمی خصوصاً امراے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے ساتھ بھاگتے ہیں۔
 مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے دریغ وہ سہلہ کیونکر جائے اور جائے تو
 کس سے لے کیا کہو اپنا رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بناؤ
 وہ صاحب ہتک گئے ہیں۔ کل یقین ہے کہ آگئے ہوں گے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الہی
 میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آجائیگا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج اگر وہ میں
 رونق افروز ہو گئے۔ الور۔ جبپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاوہ۔ چھ ریشوں کی ہا
 ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہو گیا۔ لیٹ الدولہ حسین علی خاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیا ناؤ
 یاد دہی۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۴ نومبر۔ ۳۔ جاوہی الاولی بحباب جتہری۔

ایضاً میاں محمد اظہار امپور پٹنجا اور امپور سے دہلی آیا۔ میں ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور
 ۲۴ شعبان کو دہلی پہنچا۔ اسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی۔ آج دو شنبہ و رمضان کی

یہ لے گا بادشہ چین سے چھین تخت و کلاہ
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و بنگا
دراز اس کی عمر اس قدر سخن کوتاہ
کہ آپ کا ہے نیکو ار اور دولت خواہ
نکھیں اور اسکو سلامت رکھے سدا اللہ

یہ ترکناز سے برہم کرے کا کشورِ روس
سنین عیسوی اٹھارہ سو واٹھا وں
یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہوا وں
امید وار غیاثِ شیونار این
یہ چاہتا ہے کہ دیناہ میں عز و جاہ کے ساتھ

ایضاً شیخ میرے مکرم میرے منشی شیخ نراین صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ مختار چہرہ بنی
اس وقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔
چھ جزو سے کتاب کم ہو۔ مسطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا ہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو
یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اس یا نہ پڑوانے تم سے شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی
تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیئے گا اور منشی بنی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا
تو وہ بھی شریک ہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیورام پوری ہو خیر مگر سفید مہرہ کیا ہوا اور
لحاف دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اسکی طرز تحریر اور تقسیم طلبہ اور نظر
فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت تن کی قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں دو جلدیں
ولایت کو جائیں گی۔ ایک جناب فیض آباد ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقائے قدیم
لاڈالہن بڑا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا۔ مرزا تفتہ کو پانچ جلدوں
کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اول اور ان چھ جلدوں کی جلا
پڑی ہو یہ جلد سے لیکر دوسرے جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا۔ میں مجر و طلب کے فوراً بند ڈی بھیج دوں گا
ایک خریدار بچا پش جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ ان سے ملیں یعنی
راجہ امید سنگہ بہادر اندر والے وہ چلی اینٹ میں پولس کے پھوڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط

۱۲ شعر کا قصیدہ کہہ کر تمھارا حکم بجالایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا قفصہ جانتے ہیں کہ میں فن تاج نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک نیش خاص سے اظہارِ شہسوار کا کر دیا ہے خدا کرے تمھاری پسند آئے تم خود قدر دان سخن ہوا دیتیں استاد اس فن کے تمھارے یا نہیں میری محنت کی داد بجاے گی *

قصیدہ

جنابِ عالی ایمن بروں والا جاہ
کہ باج تاج سے لیتا ہے جبکا طرفِ کلاہ
نیابتِ دم عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ
بنے ہر شعلہٴ آتش انیس پرہ کاہ
جہاں ہو تو سنِ حشمت کا اُسکے جولاں گاہ
وہ خشکس ہو تو گردوں کے خدا کی پناہ
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہرِ سرِ راہ
کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دُم رو یاہ
نہ بادشاہ دے مرتبہ میں ہمسر شاہ
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلو ماہ
شمارِ مہرِ درخشاں ہو جس کا تارِ نگاہ
بنے گا شرق سے تا غرب کا بازیگاہ
کہ تاج اُسکے ہوں روز و شب و سپید و سپاہ
لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ
رُوانِ روشن و خوں خوش و دل آگاہ
پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاج گواہ

ملاذ کشور و شکر پناہ شہر و سپاہ
بلندِ رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر
وہ محضِ حمت و رافت کہ بہرِ اہل جہاں
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی پریش کے
زمین سے سونڈہ کو ہر اُسٹھے بجا سے غبار
رہ مہرباں ہو تو انجام کہیں اہلِ شکر
یہ اُسکے عدل سے اصدا کو ہے آمیزش
ہنرِ پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا
خاتاب دے آفتاب کا ہم چشم
خدا نے اوسکو دیا ایک خوبُردِ فرزند
زہے ستارہٴ روشن کہ جو اُسے دیکھے
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں
جوان ہو کے کریگا یہ وہ جہاں بنانی
کہے گی خلق اُسے داوِ سپہرِ شکوہ
عطا کرے گا خداوندِ کار ساز اسے
ملے گی اس کو وہ عقلِ نفیثہ دال کہ اُسے

بہم بردہ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو جھیل ڈالئے گا اور اسکی جگہ نوے مباحث بنا دیں گے۔
 حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرزا قفٹہ کا حال اور ان کے خط کے نہ آنے
 کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا قفٹہ نے اگر رباعی و مقبوضہ کے حاشیہ پر لکھ دی ہے تو اسکی اطلاع دینے
 انکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں۔ اور مجکو اطلاع دیں۔
 تیسرا سوال فشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی شریح کر دی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ
 اس شریح سے لیکر اور محل معلوم کر کے حاشیہ کتاب پر لکھ دیجئے اور مجکو لکھ دیجئے۔ چوتھا سوال اب صلیح
 لکھ آیا ہوں نہیب کی جگہ نوے کا لفظ بنا کر محکوم عنایت کیجئے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے مجموعہ
 میرزا قفٹہ سے ملے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجئے۔
 چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں۔ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میری سبک
 ازراہ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب ایضاً لکھئے اور ضرور لکھئے اور جلد لکھئے۔
 راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۲۵۸ھ۔

ایضاً نوے بصر نخت جگر نشی شیو زین کو دعائے نچنے۔ خط اور رپورٹ کا الفاظ پہنچا۔ اور سب حال
 خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میر جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دو دمان کے چشمہ چراغ ہو اللہ تعالیٰ
 شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں
 میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ بھی
 ذکر کیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۲۵۵ھ سے ۳ جولائی ۱۲۵۶ھ
 تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا مدد بڑی قیامت
 ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں
 نیچے اور پنج میں ایک سطر ہمیں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر

ایک اور میرزا افتخار نے مجھے پارس کی رسید نہیں لکھی۔ اب میرزا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خطوں کو دکھا دیجئے گا اور اگر اُمید سنگہ سے ملنے کو کہئے گا۔ اور ماں صاحب اُن کو تاکہ کیجئے گا کہ وہ رباعی جو میرزا نے لکھی تھی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں سکا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بیستویں صفحہ میں اس فقرے کے آگے ہے نے نے آخر نخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیاں نہفت۔ تم آنکو یاد دلا کر اُن سے لکھو ایسا ضرور ضرور۔ یہ جو تھے کئی صاحب نے سن کر اسکو پسند کیا میں حیران ہوں کہ کونسا مقام تنے پڑھا ہو گا کیونکہ کہوں کہ صاحب عبارت کو سمجھے ہوں گے۔ اس کی جو حقیقت ہو مفصل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسدا شد۔

سہ شنبہ۔ ۳۱۔ ماہ اگست ۱۲۵۸ ع۔ ضروری جواب طلب۔

ایضاً۔ مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ نشی ہر گویا صاحب نے مجھ کو خط لکھا کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ کو خطا ہے تو کیوں خطا ہے اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں اور کہاں تک آئیں گے آپ مہربانی فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجئے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا افتخار کو بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ اسکو دستانوں میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی نشی بنی بخش صاحب کو لکھے ہیں آنکو بھی دستانوں میں لکھنے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انھوں نے نظم کو اور انھوں نے شعر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھا دیا یا نہیں تم سے بہر آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں تو مجھ کو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجئے کہ تشریف فرما ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا افتخار سے رباعی اور نشی بنی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجئے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کے آنکو جا بجا حاشیہ پر رقم کیجئے اور مجھ کو اطلاع دیجئے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید میرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے اگر درود دیگر نہیں

ایک اور جوہلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ وہ کٹیرن والا کہلاتا تھا اس کٹرے کو ایک کوٹھے میں تنگ اڑا رہا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے تنگ لڑا کرتے تھے واصل خان نامی ایک سپاہی تھا جسے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ ادا کا کر کے پاس جمع کر داتا تھا۔ سُنو تو سہی تمہارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مولیٰ تھے اور زمیندار اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکاری مالگزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کا رخا نے تمہاری ہاتھ آئے یا نہیں ہکا حال از روئے تفصیل جلد محکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت درود خط۔

ایضاً بخود دار قبال شان نشیو ٹرین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہنچے۔ میرے بھی دو خط پیش پیش پہنچے ہونگے موفقی اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پر تکلف اور پنج جلدیں یہ نسبت اُس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام میں ہیں اُس سے جھکاؤ تم کو کچھ نہیں جیسی چاہیں بنوا کر بھیج دیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف جیسی چاہو بنوا کر بھیج دو۔ میں تم کو اپنے پیار سے ناظر بنی صحر جانتا ہوں۔ اُسکو تمہاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور یا ہم مل کر اپنا اور بنی صحر کا بڑے ہونا سب تم کو لکھ چکا ہوں۔ مکر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر آدمی نہ آدم زاد مگر ماں دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ تھے سودہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے لٹ گئیں کچھ جو رہیں ہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک مصور کے پاس ایک تصویر وہ تیس روپے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ تین تین شرفیوں کو میں نے صاحب گون کے ہاتھ بیچی ہیں تمکو دو اشرفی کو دو دینا۔ باقی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اسکی نقل کاغذ پر آدروٹھے اُس کے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو۔ اتنا صرف

ساتویں سطریں لکھ دیتا ہوں اسکو ملاحظہ کرو اور میرا کما مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھاؤں کہ وہ ضروری ہیں۔ سُنو میری جان نوابی کا محکو خطاب ہے۔ بنجم الدولہ اور اطرافِ جوانب کے اُس سبب محکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحبِ شہزادہ دہلی نے جوانِ نون میں ایک بھاری بھیجی ہے تو لفظ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن یہ یاد ہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہیں لکھتے یہ خلافِ سنو ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجبِ لازم ہے۔ *

ایضا بر خور دار نور چشم منشی شیونریں کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب جاننا کہ تم ناظر منشی صر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزندِ دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرّم لکھوں تو گنہگار۔ تمکو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سُنو تمہارے دادا کی والدہ عہدِ خجف خان ہمدانی میں سمیرانا صاحبہ عوم خوجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے جب میرا نانانے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب میں جوان ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ منشی منشی صر خاں کے ساتھ ہیں اور انھوں نے جو کچھ کاموں اپنی جاگیر کا سرکار میں عوی کیا تو منشی منشی صر کے مندرجہ اور وکالت اور بخاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی منشی صر مجھ سے ایک دو برس پہلے ہو یا چھوٹے ہوں۔ اُنیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اخلاط اور محبت آدھی آدھی بات گزر جاتی ہے چونکہ گھر اُن کا بہت دُور تھا اس واسطے جب چاہتے تھے جلتے جاتے بس ہمارے اور اُن کے مکان میں چھپا رنڈی کا گھر اور ہمارے کپڑے درمیان میں تھے۔ ہمدی بڑی۔ وہ ہے کہ اب کچھ چند نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُس کے ایک کٹھا والی جویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری جویلی اور کالے محلے لگی ہوئی

اپنی بیوہ کی کتاب آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدے سے بھاری بات تراش کر تی تھی کہ سادہ کلمہ میں پہلے روانہ ہو گئی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد سوہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید کل برسوں آجائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا اس میں او منشن صاحب کے لکھنے پر لکھی اور بہت جلد آگے آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں اس لیے کہ یہ چیف سکریٹری کو گزرنے کے تھے۔ جب یہ لکھنے گورنر ہوئے تو اب ہاں چیف سکریٹری کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میو صاحب ان عہد پر مامور ہوں۔ پس اگر ان ہی سے تو ان کے محکمہ میں چیف سکریٹری کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میرنشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہیں تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی فتر کے میرنشی ایک میرنشی ایک بزرگ تھے بلکہ ام کے سہنے والے منشی خاں خاں آیا اب بھی وہی ہیں یا ان کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں جواب کو معلوم ہوں وہ اور جو نہ معلوم ہوا اس کو معلوم کر کے مجھ کو لکھیے اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے۔ یقین تو ہے کہ تم کچھ لکھو ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جا بجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیوں پوچھوں جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۳۵۷ ع۔

ایضاً۔ بزور دار کامگار منشی شیونہیں طال عمر و زاد قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۲۷ کتابیں آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا اکھاڑا میں لے گیا ہے اس قصہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپخانہ اب آگرہ میں ہے یہ بھی وہیں آتے ہیں تمہارے پاس حاضر ہوں گے ان پر ہر بانی رکنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے ان کو تمہاری خدمت میں شناسائی ہے گی تو ابھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید اگر دہلی گزٹ میں ان کا طور دست نہ ہو تو اس صورت میں شہر نکالیں اپنے مطبع میں ان کو رکھ لیں۔

کیا ضرور ہے میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ کھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر نکلیں دوں گا
مستوروں سے خرید کر نیکانہ خود مجھ میں مقدور نہ تھا رانقصان منظور۔ اب چھاپا تمام ہو گیا ہوگا وہ پانچ
اور دوسات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے محکوم دینی کی ہے وہ یہ سب
اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گے مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیے ہیں تو اصل
روانہ کر دو۔ اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچے گا اور محصول اس کا کیا ہوگا
اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں اسے امید سنگہ کے پاس کہاں بھیجی جائیگی۔ میرزا آفندہ ہاتھس کرتے
ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر اگر وہ اور دلی کا آنا مجھ کو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھ کو
تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقامات سے اطلاع پاؤں جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب۔ گناشتہ دروان داشتہ۔ شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۲۵۶ھ ع۔

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کر کے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھ کو بھی انگریزی لکھنا ہوگا
تو یہاں سے اُردو میں لکھ کر بھیج دوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا۔ قصہ صدائِ شاہی
میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مقفیٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد ہے
کتاب کی صورت بدل جائیگی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ مکسا
باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً اے کو کہ یہ گنوار بولی ہے وہ۔ یہ ٹھٹ اُردو ہے۔ کرانا۔ یہ بیرون جات
کی بولی ہے۔ کرانا۔ یہ صحیح ہے۔ راجے یہ غلط ہے۔ راجہ صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضمائر نامربوط
تھے ان کو مراد کر دیا ہے۔ اور ایک جگہ گھنے بسے۔ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا اس کو تم سمجھ لینا۔
باقی اور سب مربوط اور خوب و صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہیں۔ صاحب کتابیں کہتے انہ ہونگی۔ دلی
بھی ہوگی۔ اگر گنگا جانیکا قصد ہو تو بجائی میری کتابیں بھیج کر جانا۔ اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا جی
بنائی ہوئی سات کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیج گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کریں گے وہ تم نے

ملفوظ تھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں فرمایا۔ اور خط میں ایک طلبہ جو طلبہ
اس کا جواب کیوں نہ بھجویا۔ اچھا اگر تم ایک دھ دن کیو سٹے کندھولی گئے تھے تو کار پر دازان مطبع نے خط لکھ
رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا بھی
کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہو گیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ یہ لکھتا ہوں کہ
اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اس کی تیس
بتاؤ کہابین سہ ہو کار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کا ثنی کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضرب
۲۴ شنبہ۔ ۳ نومبر ۱۳۵۵ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھجئے سے گھبر رہے ہو گے حال یہ کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ
انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہو گیا اور دم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہر حال
اچھا ہوں۔ بیچ آہنگ تم نے سول لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک پادشاہی چھاپے خانے کا او
ایک نشی نور الدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے کیا کہوں تم سے
حیدر الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے سببی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و شریں نے لکھا
وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون پچپن جزو۔ اور بیچ آہنگ اور ہر نیم روز
اور دیوان ریختہ سب ملکہ ہو جزو مطلبی اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کی ڈیڑھ سو
اور سو روپیہ صرف میں جوانی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب جانور ہم ہے پھر ایک شانزادہ نے بیچ
نظم و شریں نقل کی۔ آپ دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ نقشہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونوں
جگہ کا کتاب خانہ خوان بنایا ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے ان میں سے کوئی کتاب تھ
نہ آئی وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس تحریر سے یہ کہ ظمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی بیچ آ
قلمی ہر نیم روز۔ اگر کہیں انیس سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اس کو میرے واسطے خرید کر لینا اور

راقم اسد اللہ - گناشتہ - شنبہ - ۱۳ - نومبر ۱۳۵۸ ع - *

ایضاً - صاحب بخارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھئے مرزا مہربان روانہ کرتے ہیں۔ اگر بھیج چکے ہیں یقین ہے کہ آج یہاں آپہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں کل سے میں شام تک وہ دیکھتا ہوں۔ ہینر نہیں اس کا نام نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے۔ اب وہ بات ہی گئی گزری لیکن وہ کتاب ابن چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہو گا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور ول لگا کر لکھا ہو گا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اسکی شہرت میری بخوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اور ول پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے۔ محررہ پنج شنبہ ۱۸ نومبر ۱۳۵۸ ع۔

ایضاً - بر خوردار اقبال نشان کو دُعا پُہنچے۔ کل حجہ کے دن ۱۹ نومبر ۱۳۵۸ ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پُہنچے۔ وہ قلمی کتابیں جیسا کہ میراجی چاہتا تھا اسی رُوپ کی ہیں۔ حق تعالیٰ میرزا کو سلامت رکھے۔ رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رہے پر تمکو اور میرزا آفستہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب یہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھیجنا۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب لکھنا اور صفحہ سادہ دہنے دینا۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیج دینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد نہ پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۳۵۸ ع جواب طلب بلکہ کتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم کندھولی کب آئے اور جیتے تو میرا خط بیرنگ کہ جس میں سات روپیہ ہندو کی پی

ایضا بخود آج اس وقت تھا اس طرح لفظوں کے لفظ کے آیا۔ دل خوش ہوا
 میں اپنے فرح سے لاجا ہوں۔ یہ لفظ از مقام در مقام و تاریخ و ماہ مجلو پسند نہیں آگے جو
 تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو بانٹ دیے۔ اب یہ لفظوں کا لفظ اس ہر او
 بھیجتا ہوں کہ انکی عوض یہ لفظ جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیج
 کرتے ہو مجکو بھیجو اور یہ لفظ اس کے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفظ نہ
 تو انکی کچھ ضرورت نہیں۔ مہر کے واسطے صاحب زمرہ کا گینہ اور پھر چنے کی وال کے برابر او
 ہشت پہلو۔ اس لہجے شہر میں کہاں ملے گا۔ عقیق بہت خوش رنگ سیاہ یا سرخ جیہا
 آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا۔ یہ مہر میری طرف تم کو پہنچے گی تلوہ حرف ۶ حرف سے کچھ بڑھا نہیں
 آپ اپنی مہر چاہو زمرہ پر چاہو الماس پر کھدواؤ۔ میں تو عقیق کی مہر تم کو دوں گا۔ رہی وہ دوسری
 جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی۔ میاں کیا قرینہ بتاؤں گوشت کا ہون
 ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے اس کا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
 جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہیں۔ میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں۔ اس میں گنجائش
 عبارت آرائی کی کہاں ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوروں کی اردو کے
 ضعیف ہوگا۔ خیر ہر حال کچھ کر دوں گا اور اردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گا۔ تم کا ہونا
 دوستوں کا آنا یہ جانتا ہوں کہ تنہا کو بڑی قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پینا ہوگی۔ کچھ تبریک
 اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا قہر تمہارے نام کا اور نفقہ کا قہر تمہارے نام کا حسب حکم تمہارے
 دل میں بھیجا جاتا ہے۔ میں نے نفقہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیہا تم کو تھا ماخفا ہونا تھا
 بھلا وہ میرے فرزند کیجیہا میں مجھ سے خفائیوں ہونگے اس سے آج تک تین خط انکے آچکے ہیں۔
 ایک خط ابھی تمہارے خط کیساتھ ڈاک کا ہر کارہ دے گیا ہے۔ محرمہ شنبہ ۱۲۸۵

محکم اطلاع کرنا۔ میں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا
 انکی فرمائش ہے اُردو کی شرائط نام پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اُردو میں میں
 اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اُس عبارت میں معافی نادر کیونکر بھروں گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا
 لکھوں۔ کوئی بات کوئی کہانی کوں سا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھاری رائے میں کچھ ہے
 تو محکم بتاؤ ایک قرینہ سے محکم معلوم ہوا ہے کہ شاید گوینٹ سو دو سو دس تینوں کی خریداری کر لیگی اور اُن
 نسخوں کو دلائی بھیجے گی۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھاری پاس آتا دے حکم پہنچے۔ روزِ شنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ء
 ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے تمھارا
 خط آیا اُس کے دو سکر دن میں نے جواب بھیج دیا۔ آج تک نے اُس کا جواب نہیں بھیجا۔ حالانکہ اُس میں جواب طلب ہے
 تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و شری کتب کا حال لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجائے
 وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج دینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی شرائط کے واسطے
 تو دس تینوں کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ مہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے
 اُردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مہر کے کھڈو دے کو تم نے لکھا تھا
 کہ ملتی ہے۔ پھر اُس کا بھی کچھ بیورانہ لکھا۔ میں اُس کو ابھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کو کیوں کرو۔ ہاں ناں کچھ
 تمھاری مہر بہ الدین علی خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ
 جائے اور ۱۸۵۸ء میں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھڈے اس سے زیادہ درگاہ
 محکم روپیہ حرف سے اٹھانے حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی مہر سے کام۔ بیچ تو کہو کیا پھر کندھوں کی گئی ہے
 کس شکل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خشکی کی وجہ لکھو۔ بہر حال اس خط کا جواب شتاباً
 اور اس خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں
 برسرِ کار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں نہ ہو غالباً سہ چار شنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ء

کتاب نام کبیرے پاس نہیں۔ فشن بل جائے۔ حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں پٹ پڑیں
 روٹیاں تو سبھی کٹاں ہوئیں۔ زیادہ زیادہ۔ غالبؒ زرشنبہ۔ مہر جوڑی ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔
 ایضاً۔ پرسوں اور کل و ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر بے شمار
 معرفت کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مل لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔
 کل جائیں گے۔ دستبوتھاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار اکیسے سنبو اور اکر
 پنج آہنگ اپنے پاس سے انہی نذر کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھ کو آج تک
 نہیں آئی۔ آخر قریہ تک پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھ کو لکھ بھجور نہ منو
 ستوش رہوں گا۔ از غالبؒ نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء شمع۔ +
 ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں۔ اردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بہت غزلیں
 نہیں ہیں۔ فلمی دیوان جوام و کمل تھے وہ ٹٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ کھا ہے کہ جہاں بچا ہوا نظر آ جاوے نو
 ٹھکانو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمھارے خیال میں ہو کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاف و نادر
 بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تمنے باپ شکر لکھتے ہیں نوشکر ایک دوست کے پاس
 اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اس نے کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچائے
 ہیں چنانچہ بہان ہو گئیں ویراں ہو گئیں۔ یہ غزل مجھ کو اسی سے ہاتھ آ گئی ہے اب میں نے
 اس کو نکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رہنے دو لکھا۔ جب اس کے پاس سے ایک خط
 آ جاوے گی تو اسی خط میں لغوف کر کے بھیج دوں گا۔ یہ خط آج روانہ ہو جائے گا یا کل۔ ہو۔
 ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فرڈرک انڈنٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غریب
 کی مح میں اور ایک قصیدہ جناب منگرمی لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا۔
 کہو تو بھیج دوں گویا فارسی میں اور چالیس چالیس بیتا لیس بیتا لیس شعر ہیں۔ کتب مکتوب کو کیا جانے میں غرض

الضباب ایک خاص کو سمجھو دو جلدیں دستنبو کی محکو لکھنو بھیجی ہیں اور میرے پاس کوئی جلد نہیں
اب جو تم سے سنگاؤں اور یہاں سے لکھنو بھیجاؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوان
سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں۔ تم سے بعیت کوئی نہیں منگوتا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ
حال کی سب تقسیم ہو گئیں ان معوضا جوں کی خاطر محکو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ
اور ۲ آنے کے دو ٹکٹ اس خط میں لفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنو
کو ارسال کرو۔ آنے آنے کے ٹکٹ اس پر لگا دو۔ ایک پارسل پر یہ لکھو۔ ایس پارسل بصیفہ پیچ
پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنو۔ یہ محلہ نحاس۔ درامام بارہ اگرام الدخاں۔ بمکان میرزا غنایت علی
بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیونز این مہتمم مطبع مفید خلافت۔ از اگرہ۔ دوسرے
پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور۔ نام اور۔ در لکھنو۔ احاطہ خاناماں۔ متصل تکیہ
شیر علی شاہ۔ بمکانات مولوی عبد الکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔
بھیجیے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنو کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج
احمد بیسمل ڈاک روانہ کرو۔ اور یہاں صاحبان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ محکو لکھو
تا کہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں۔ ایسا مراؤڑ ہے اگر تم بھی اس راے کو پسند کرو
یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کی اپنی طرف سے بھیجی ہے
اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جو کانا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجو۔ مگر اپنی
ہی طرف سے میر اس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفضل ولی
میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہے
اردنیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میاں اردو کیا لکھوں۔ میرزا
سے کہ مجھ پر بارہ کی فرمائش ہو خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں۔

ایضاً بجائی عاشق حاشا اگر یہ غزل میری ہو سنا اور لینے کے دینے پڑے وہیں
 غریب کو بین کچھ کیوں کہوں۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص
 یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔
 اسد اس جفا پر متوں سے وفا کی میرے شیر شاہ اش حجت خدا کی
 میں نے ان کا کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میرا نامی آنے
 ہو کر رہے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل ان کے کلام معجز نظام میں سے ہو۔ اور تذکروں میں قوم
 ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص کھا ہے ورنہ غالب ہی کھتا رہا ہوں
 تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا۔
 وہ غزل جو مختار سے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اسکی نرزا حاتم علی تہر کو دیدینا
 جس دن یہ میرا حظ پہنچے اسی دن وہ غزل نقل کر کے ان کو بھیج دینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال
 معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے صانع میں گئی ہونگی۔ جناب مملوٹو صاحب
 فائنل کسٹر جناب نے بذریعہ صاحب شہزاد بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد انکو بھی بھیج چکا
 ہوں۔ قصیدے میں نے دو کھے ہیں۔ ایک اپنے مرتبی قدیم جناب فرطی ایدمشٹن صاحب
 بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منگلری صاحب بہادر کی طرح میں۔ ایک پچھن شعر کا۔ ایک
 چالین سپ کا اور پھر فارسی۔ انکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ ہیں غزلیں
 سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائیگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا
 اب ریختہ کھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ کچھ شعر
 بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوائے اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا
 گہنگار بلکہ فارسی غزل بھی واسطہ نہیں لکھی۔ صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ وز

سے جلو دی ہو تو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب کو کون سے
 ہیں یا ہندو ستاینوں نے لیں۔ تم یہ بات مجھ کو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم مجھ پر اتنے تھے آخر یہ
 جنس پڑی نہ رہی اور یک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلم و بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو
 زندہ ہیں ان میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اُس میں مقدور نہیں۔ میں ایسا
 جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوگی۔ پورب میں
 اکرم کی ہوگی۔ میاں میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔

تمہاری جگہ میرے دل میں ہے اب تین طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے
 لکھتے ہوں خدا کرے تو کے نو شعر یاد آجائیں۔ غزل

تھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے
 ہماری جیب کو اب حاجت رُو کیا ہے
 کرید تے ہو جو اب راکھ جتو کیا ہے
 جیب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے
 سوا سے بادہ گلف نام مشکبو کیا ہے؟
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
 وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے
 تو کس امید پہ کہئے کہ آرزو کیا ہے
 وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

ایک بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
 پ رہا جو بدن پر لہو سے پیرا ہن
 جو جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
 میں مروتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
 چیز جکے لئے ہو ہمیں بہشت عزیز
 شہزادیا گر خم بھی دیکھ لوں دو چار
 شک ہے کہ وہ ہوتا ہی ہم سخن تجھ سے
 رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
 ہوا ہر شے کا مصاحب پھر ہے اتراتا

یہ سہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتہ کا
 نو دہم تمہارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگو او گے تو قیسے دو نوں بھیج دینا مرقومہ شنبہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء

ایضاً بر خردار نوشہرہ منشی شیو زین کو دوا پہنچے۔ صاحبائیں تو منظر تھارے آنے کا تھا کہ واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں یا سٹرام چندر کے۔ انھوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیو زین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تھا راجا ایا۔ اب مجھ کو اُس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوگا کہ آنے کی تمھاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہر گو بند سہارے کا مین بنا احسان مند ہوں حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں اُن کو عمر و دولت دے۔ سعادت مند اور پیچھن آدمی ہیں ۱۲ تمھاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانچ سو چھ چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو کم بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ خود آئے دو۔ میں اُس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہو گا اُس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرع بھی تجویز کر دوں گا۔ مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آ گیا ہے۔ ہم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آج آ گیا گا ۱۳ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۳۵۹ ع۔

ایضاً بر خردار کو بعد دوا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بناوت ہند پہنچا۔ تمھارے تقسیم غریمیت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار منشی صر کے پوتے کو دیکھوں گا۔ رسالہ بناوت ہند ماہ بامہ اور میاں الشعرا ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہے گی۔ اپنے شیق دلی ماسٹر راجندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقم انھوں نے میرے رقم کے جواب میں لکھا ہے وہ مکتوب بھیجا ہوں پڑھو اگر دہشتیوں میں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آتا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳ جولائی ۱۳۵۹ ع۔

ایضاً۔ میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چکے ہو رہے نہ میاں الشعرا ہ بناوت ہند۔ نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہڈوی کی رسید۔ بر خردار خواب شہاب الدین خاں نے

ایک نیا کیا حال ہو پڑا ایک خط تھیل اور کچھ چکا ہوں اب سکا جواب لکھنا والد کا چاشنبہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۹ء
 شکار خور دانش شیو نرائن کو دوا پہنچے۔ خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ
 مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علی خان۔ نواب علی خاں۔ حکیم حسن اللہ خاں۔ سوان کا
 یہ حال ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ مہنڈا یہاں کی قحطیت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں
 جائیں کہاں رہیں۔ حکیم حسن اللہ خاں نے آقا پیر عالم تاب کی خریداری کر لی ہے اب ہر مکرر
 حالات و بار شاہی کیوں لیں گے۔ سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں رہتا
 وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسا
 تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغاے سپاہ۔ فتنہ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ
 رئیس رامپور کے ہاں بھی تمھارا اخبار یا میعار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اب کے تمھارے میعار الشعرا
 میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہر کوئی تک اُن کا نام و نشان
 نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار چھاپیں گے سوئیں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور میرے
 ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذمی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے
 بادشاہوں کے رُوشناس اور صاحب رہے ہیں۔ اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس
 ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر اُن غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی
 غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے اُن کا نام اور اُن کا حال معلوم ہوا۔ نام اور
 حال وہ جو میں اور لکھ آیا ہوں اس کو آپ کے میعار الشعرا میں چھاپ کر اکیس دو تیرا چار پندرہ رامپور کے پاس
 بھیج دو اور سزا نہ پر لکھو کہ در رامپور بردر دولت حضور سیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر
 تخلص برسد۔ اور مجھ کو اس کی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور تمھارا
 خاں جاتا ہے یا نہیں ۱۲۔ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۹۵۹ء - ع

اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اس کا جواب مانگوں۔ کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہوتے۔
 ایسی کہو۔ یہ خط تم کو میرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو اُنے لو ایک اُور بات سنا۔
 تمہارا تو یہ حال کہ مجکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواگئے نہ جبراً
 بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے مجکو بکھا کر دو۔ خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقعہ
 وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جداجدا اگر یہاں فراہم
 ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست
 جاری ہو اسکی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجکو لکھا کر دو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا
 سنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کاپور فرخ آباد ہوتے ہوئے اگر وہ آئیں گے۔ کہاں
 کہاں کون کون رئیس آئے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو گا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں
 کے ہاں اخباراتے بہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے
 خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھو گے منفع اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز
 یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکاری میں
 کردی ہوگی اس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چار شنبہ ۱۲ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جواب کا طالب غالب
 ایضاً برخوردار دو خط آئے۔ اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اووہ اخبار بنگالی
 ضیاء الدین خاں کے ماں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں
 اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کر دو۔ میرا مقصد اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بدقتے بے
 وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجکو لکھو اور جب نواب علی القاب اگر وہ میں آجائیں تو
 اپنا مشاہدہ مجکو لکھتے رہو پس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیا ہوں
 اور دونوں کتابیں نجات ہند پر سوں بھیج چکا ہوں۔ تمہارے والد کی طرف سے مجکو ٹہری

ت سے ستمبر تک پچاس ہجیر الشعرا و لغات ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۱۷ مجکود پئے اور میں نے
 سنڈوی لکھو اگر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں
 پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو بھی کیا ذکر ہے۔ خدا
 کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جُدا جُدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷۔ پیر کا دن ہے پہلا
 میعار الشعرا کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ مہر تھاری کھڈی شروع ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے
 مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور
 کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو نہ دیکھا
 اگر تمہارا خط یا میعار الشعرا یا لغات ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو بھاڑ ڈالو گنا
 ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجا دوں گا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہہ دینا۔ غالب
 مرقومہ چار شنبہ ۱۷ مارچ اگست ۱۸۵۹ء شروع وقت دوپہر۔ *

ایضاً۔ کیوں میری جان۔ تم نے خط لکھنے کی قسم کھالی ہے۔ یا کہنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر
 یا نہیں ہو؟ تمہارے مطلع کا کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طور ہے؟ تمہارے چچا کا مقدمہ کیوں کر
 نیصل ہوا؟ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا؟ کرو گے یا نہیں؟ میعار الشعرا کا پارسل پہنچا؟
 لغات ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔
 غالب محرمہ پنج شنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ء شروع *

ایضاً۔ برغوردار نشی شیونزین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب
 اصر سے نہیں آتا۔ دو مجلد لغات ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا
 تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علی خاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمہارے نام
 سے لکھی تھی انہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہوگی۔ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی

بھیجا ہے آپ کے پاس سکی نقل بھیجتا ہوں۔ اگر تمھارا بھی چاہے تو اس کو چھاپ دو اور جس لمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں۔ قطعہ

دریں روز کار ہایون و قریح	کہ کوئی بود روزگار چراغاں
شدہ گوش پر نور چوں چشم بینا	ز آوازہ اشہتہا چراغاں
مگر شہر دریا سے نورست کایجا	نگہ گشتہ ہر سو دو چار چراغاں
بسر بردہ بر چرخ مہر منور	ہمہ روز در انتظار چراغاں
گواہ من اینک خطوط شاعی	کہ وارد دیش خار خار چراغاں
دریں شب رقا با شدا پر چرخ گرداں	کمند گنج آنجسم شارب چراغاں
نبودست درد ہر زبیں پیش ہرگز	بدیں روشنی رُوسے کار چراغاں
شدار فیض شاہنشہ انگلستان	فزول رونق کار و بار چراغاں
چہ انداز و کٹوریا کز فروغش	ز آتش و دلالہ زار چراغاں
ز عدلش چنان گشت پروانہ امین	کہ شد دید بان حصار چراغاں
بفرمان سر جان لارنس صاحب	شد ایں شہر آئینہ دار چراغاں
بدلی فلک تہ ساندوس صاحب	بر آراست نقش و نگار چراغاں
شدا دسی ہنری اجرٹن بہاد	رواں ہر طرف جو ببار چراغاں
سخن سنج غالب ز روی عقیدت	دعا مے کند در بہار چراغاں
کہ با و افروز سال عمر شہنشاہ	بروے زمیں از شمار چراغاں

ایضا بر خوردارنشی شیونزین کو دعاے دوام دولت پہنچے۔ محل تمھارا خط پہنچا

تشویش ہے۔ دُعا کر رہا ہوں خُدا میری دُعا قبول کرے اور اُن کو شفا سے کامل دے۔

میرے دُعا اُن کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علی خاں غریز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور ناز پروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے۔ اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے اُس کا خدائے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سوائے دُعا کے کیا لکھوں ۱۲ غالب روز یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۲۵۹ھ

ایضاً میری جان دو جلدیں نفاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں اُس وقت برخودا میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک بارسل اُس میرے نام کا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستبنو کا پارسل ہو گا دیکھا تو وہی دو جلدیں نفاوت

کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمام ارسال نے ازراہ سہود و بارہ بھیج دی ہیں چاہتا تھا کہ لفاظہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دوں پھر سوچا کہ پہلے تم کو اطلاع کروں شاید یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے۔ جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں۔ واللہ

راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۲۵۹ھ ع ۴

ایضاً برخودار کا مکار کو بعد دُعا کے معلوم ہو کہ دستبنو کے آغاز کی عبارت اڑوے احتیاط و بار ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہو گا یا اب چھاپے گا۔ بہر حال اس شہر کے اخبار سنئے۔ حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کورات کے وقت سبے خواہاں انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کشنرباؤر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہجد ستی میں کہ اٹھارہ جینے سے نشن مقرر ہی نہیں پاتا اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھ کر صاحب کشنرباؤر شہر کو

ایضاً میاں دیواں کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لوتب لچ کلام کرو۔ میرٹھ
 میں تھا کہ ایک خط تھا راہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرضہ شت عظیم الدین احمد۔ منہ نام میرٹھ
 دانشاں۔ اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ یہو جانے ۱۱
 معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اٹھانے کی واسطے چھاپا چاہتے ہیں ۱۱
 خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں آ رہا۔
 وہاں منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم محکمہ اٹھوں نے کہا کہ اپنا اردو کا دیوان
 محکمہ بھیج دیجیے گا۔ عظیم الدین ایک کتاب فروش اس کو چھاپا چاہتا ہے اب تم سنو دیوان
 اتم واکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے عذر سے پہلے لکھو اگر نواب یوسف علی خاں بہادر کو راہ
 بھیج دیا تھا اب جو میں دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے محکمہ ۱۱
 تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اردو لے کر اس کو کسی کاتب سے لکھو
 محکمہ بھیج دینا میں نے رامپور میں کاتب سے لکھو اگر بسیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیج
 تھا۔ آدم برسر دعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے
 بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لیکر بھیج دوں گا مگر کاپی کی نصیح کاؤ
 کوں کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلی آکر ضیاء الدین
 خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی خوش
 چھوٹا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج ۱۱
 میں نے تکریم خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے ۱۱
 ان کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا
 جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے ۱۱

خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونوں میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو
 ن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ۔ میں حسب الطلب نوا صاحب کے
 ستانہ یہاں آیا ہوں۔ اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں
 دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری میں ولایت کوروانہ کر کے یہاں
 آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہو گا۔

دریں آشکارا چہ وارد ہوا

برہنیم کہ تا کردگار جہاں

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمھاری
 سے فارغ نہیں ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے شنبہ ۳ رابع ۱۲۸۷ ع غالب
 یضاً بر خوردار اقبال آنا رشتی شیو زابن کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بناوت ہند کا
 رورقہ معیار الشعر کا معرفت بر خوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج
 شنبہ ۱۲ رابع کی ہے کہ ایک نسخہ بناوت ہند بھیجا ہوا تمھارا راہ پور پہنچا۔ خدا کو جیتا رکھے
 میں شنبہ کے دن ۱۴ رابع کو دلی روانہ ہو گا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور
 ال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجا۔ ماں بھائی ان دنوں میں بر خوردار میرزا یوسف علی
 ماں آئے ہوئے ہیں آج ہی ان کا خط مجھ کو پہنچا ہے تم ضرور ان سے ملنا۔ منشی امیر علی صاحب
 کے ماں وہ اترے ہوئے ہیں۔ ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے
 آؤ وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام پور ہے گا۔ اور اگر وہ ماتر س گئے
 ہوں تو برقعہ جو تمھارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ماتر س کو
 شیخ کریم بخش جو کیداروں کے دفدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور
 ضرور۔ از غالب۔ رواں دہشتہ چار شنبہ ۱۲ رابع ۱۲۸۷ ع وقت دوپہر۔

بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقررہ تھی
 مسدود ہو گیا۔ یہاں تک کہ صاحب سکریٹری بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ
 کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ میں فقیر متکبر یا یوس دہائی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا
 اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے درود کے زمانے میں
 نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے دربار کیا۔ خیر کرو محکوم کیا۔ ناگاہ دربار
 کے تیسرے دن بارہ بجے چہرہ اسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔
 بھائی یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اُس دایں ہاتھ کے زخم کے
 سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک بھوڑا جُدا ہے۔ حاجتی میں پیشاب کرتا
 ہوں۔ اٹھنا دشوار ہے بہر حال سوار ہو گیا۔ پہلے صاحب سکریٹریا در سے ملا پھر نواب
 صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنائیں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل
 ہوئی۔ یعنی عنایت سے عنایت اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا
 کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور فردہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار
 میں بھی تیرا المبر اور خلعت کھل گیا۔ اہلاد جادربار میں شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا
 گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بڑا ہوا بنالے نہ جاسکا
 اگرے کیونکر جاؤں۔ بابو ہر گوبند سہاے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ۳۲ مئی۔ ۱۸۵۷ء
 ایضاً میاں تھاری باتوں پر تنہی آتی ہے۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے تم کو
 ہے وہ اور کون سی دوچار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس
 دیوان میں نہیں اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان
 سے باہر نہیں معہذا ان سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں ان سے منگا کر دیکھ لوں گا

قومیں ناچار ہوں میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر محجو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا
 سن میری قصصِ معات کچھو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ
 ہوئی ہو حاد دیواں میرا میرے پاس لائے اور تم کو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری سن ۱۳۶۷
 کتاب اور دونوں عریضیاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد
 رفت سے سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں
 جواب کے آئینکا مترصد ہوں دیکھئے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے
 ایضاً۔ برخوردار منشی شیونرین کو دُعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سُنو
 میری عمر شترس کی ہے اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور مہباز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب
 خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرما
 تھے کہ میں ہنسی دھر کر اپنا فرزند سمجھتا ہوں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سُنو سَوَا سَوَا
 رس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور اس
 و رسم کے سدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر
 تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو محجو ببیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت
 سُنو۔ چٹا جیتا سے کہ سید سے ہاتھ میں ایک ٹھنسی نے صورت بھوڑے کی پیدا کیا
 بھوڑا ایک کر بھوٹ کر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحوں کا
 علاج راسا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلاٹیاں دوڑ
 رہی ہیں۔ اُسترہ سے گوشت کٹ رہا ہے۔ بیٹن دن سے صورت اقامت کی نظر
 آنے لگی ہے۔ اب ایک انور دستمان سُنو۔ عذر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے
 اند دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پیشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپہ دام دام ملا۔ آئندہ کو

بنام بابو گویند سہا سے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آگئے۔ کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اوڈٹام یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم ہمیں روپیہ چوبیس روپیہ درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں امر دریافت کر کے مجھ کو جلد لکھو۔ اگر قیمت مناسب ہاتھ آئے اور اس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہڈی بھیج دوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں مجھ کو بہت تکلیف ہے اور یہ گر چھال کی شراب میں نہیں پیتا۔ یہ مجھ کو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے چار شنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۷ء ضروری جواب طلب از غالب جاں بلب۔

ایضاً صاحب تم کو دُعا کہتا ہوں اور دُعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط نیچے۔ بھائی کاس ٹیلن اور اوڈٹام دونوں چوبیس روپیہ درجن میں ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں اڑاں ہو۔ خیر اس کو جانے دو۔ روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے ہمارے بزرگوں میں قربتیں بہم پہنچیں۔ رنج کا میرا مختار

تصویر میری لے کر کیا کرو گے۔ بیچارہ عزیز کو نہ کچھ اس کے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو۔ میں مصور سے کچھ اکڑ تم کو بھجوا دوں نہ نذر درکار نہ نثار۔ میں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر جانتا ہوں اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو۔ خدائے کو جیتا رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچا دے۔ سہ شنبہ سہ جولائی سنہ ۱۲۷۲ ع۔ ۴

ایضاً میاں میں جانتا ہوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا غنا یہ تھا کہ وہ تم پاس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا۔ مگر حکمِ جناب اللہ خان صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرم مجھ کو دیں اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں ہو کر میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمہاری ناخوشی پر بغیر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا۔ میں سمجھا کہ تم خطا ہو میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ بر جو درار شیونز این سے میری تقصیر معاف کر دینا۔ بھائی خدا کی قسم میں کو اپنا فرزند و لبند سمجھتا ہوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ راجپور کہ وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی میں تصویر پر ہزار ستیو ہم پہنچا کر مولیٰ اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں وہ تمہارا مال ہے۔ جاہو اپنے پاس رکھو چاہو کسی کو دے ڈالو چاہو بچا کر بھینک دو۔ تم نے دستیوں کی جدول اور جلد بنوائے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر منشی دھر کے تم یادگار ہو ۵ لے گل تو خرسند تو ہوئے کے داری ۶ خوشنودی کا طالبِ غالب۔ ۱۰۔ جنوری سنہ ۱۲۷۲ ع۔ ۴

بھائی مرزا علاؤ الدین خاں تم کو کیا لکھوں جو وہاں تمہارے دل پر گزرتی ہو۔ یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر دُعا سے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً براہ صاحب جمیل المناقب عظیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دُعا سے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رُو سے فارسی دو غزلوں کی سپید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر تنواں گفت۔ آخر تنواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی ہے کیا نہیں پہنچی ہو گی تم مجھ کو گئے ہو گے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہ بنی علانی ہوئی اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے نصیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجھوٹی کے اونچے سُروں میں۔ راہ رکھوائی جاوے۔ اگر جیتار ماتو جاڑوں میں آکر میں بھی سُن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ۔ اربعہ الاول ۱۲۸۲ھ ہجری غزل

تم ہو سید اسے خوش اس سے سوا اور سہی
ہیں بوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی
کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی
سیر کے مٹے تھوڑی سی رضا اور سہی
زہر کچھ اور سہی آب بہت اور سہی
ایک بیدار اگر رنج فزا اور سہی

میں بچوں شائق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
غیر کے مرگ کا غم کس لئے اسے غیرت ماہ
تم ہو بیت پھر تھیں پندار خدائی کیوں ہے
حسن میں جو ہے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
تیرے کو چہ کا ہے مائل دل مضطر میرا
کوئی دُنیا میں گرباغ نہیں ہے واعظ
کیوں فر دوس میں وضع کو ظالمیں یارب
جکھو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
مجھ سے نکالت علانی نے غزل لکھوائی

مسئلہ یہ پچاس برس سے میں تم کو چاہتا ہوں بے اس کے کہ چاہت تمہاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا میں تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ امر عام اور عام خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہو جائے وہ قربت اور یہ مودت کیا پیوند خون سے کم ہے۔ تمہارا یہ حال سنوں اور بیتاب ہو جاؤں اور وہاں نہ آؤں۔ مگر کیا کروں مبالغہ نہ سمجھو۔ میں ایک نابالغ نوجوان ہوں۔ ایک مردہ شخصہ پر دی رواں + انحلال روح کا روز افزوں ہے۔ صبح کو تیرپہ قریب دوپہر کے روٹی۔ شام کو ٹہراپ۔ اگر اس میں سے جس دن ایک خیر اپنے وقت پر نہ ملے۔ میں مرلیا۔ واللہ نہیں آسکتا۔ باللہ نہیں آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی نہیں۔ دوست نہ سہی۔ دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہوگی آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو۔ میں لم یدولم یولد ہوں میری زوجہ تمہاری بہن میرے بچے تمہارے بچے ہیں خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بکیوں کی واسطے۔ تمہارا دعا ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا کہ تم جیسے رہو اور تم دونوں کے سامنے مرجاؤں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے تو چنے تو دو گے۔ اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ پوچھو گے تو میری بلا سے میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھوں گا۔ جناب والدہ ماجدہ تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہیں۔ کثرت اطبا صحت اچھا تنہائی ہے نہ ملول رہو گے۔ حرف و حکایت میں مشغول رہو گے آؤ آؤ شباب آؤ۔

کا حال کیا کھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ۛ نماں د آب جز آبخیم و در تہیم ۛ شب روز
 آگ برستی ہے۔ یا خاک نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اُٹھتے
 ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال کھوں عقل نے
 کہا کہ دیکھ نادان ظلم انگریزی دیا سلامی کی طرح جل اُٹھے گی اور کاغذ کو جلا دے گی۔ بھائی
 ہوا کی گرمی تو بڑی بکاس ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے۔ وہ اُور بھی جا لگتا ہے۔ خیر
 اب فضل سے قطع نظر ایک کو دک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ
 وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اُس کا باپ بھی اُس کے ساتھ
 تھا۔ میں اُس سے پوچھا کہ کیوں صاحبِ مین تھکا راکون ہوں اور تم میرے کون ہو۔
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپ کا پوتا ہوں۔ پھر میں نے
 پوچھا کہ تمہاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی
 میں نے کہا تو لو ہمارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو آکا جان سے روز
 کہتا ہوں کہ لو ہمارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں بن گئے۔
 سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اس کی خوبی
 اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔
 تم اُس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین
 وحید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا۔ علاؤ الدین خاں جیسا ہوشمند ہمدان
 بیٹا۔ فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا۔ یہ دو عطیہ عظمیٰ و
 مہربت بکری ہیں تمہارے واسطے من جانب اللہ ۛ

اگر در یافتی برداشت بوس

وگر غافل شدی افسوس افسوس

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تیفریح طبع کے واسطے ایک نیا
 نیا کچھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔
 سوانح لیل و نہار لکھتا ہوں۔ کل پنجشنبہ ۲۲ مئی کو اول روز پہلے بڑے زور کی آمد ہی آئی پھر
 خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کدو زہر بر ہو گیا۔ بڑے دریا کا دروازہ ڈھایا
 گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمیں کا پیوند ہو گئی۔
 شکر کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور نہ
 کے ڈیو پٹریوں کے جھنڈیوں کے پرچم پھرتے ہیں۔ ایک شیر زور آور اور پلٹن بندر پیدا ہوا
 مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں نگلش کی جویلی پر جو گلدستے میں جسکو عوام گزری
 کہتے ہیں ان میں سے بلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھادی اینٹ سے اینٹ بجادی واہ رے بندر یہ
 زیادتی اور پھر شہر کے اندر ریگستان کے لک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عیسر الحال
 عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے۔ بلی ماروں کے محلہ میں ٹھہرا
 ہے۔ بحسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہتا
 ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و بنگاہ غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے۔ ہر شہر
 حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے
 کہ یہ باپ سے بھر گیا ہے۔ عین جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھئے
 انجام کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول یہ کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۳۸۷ ع
 ایضاً۔ جمیل المناقب عیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام سنون و دعائے بقائے دو
 روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی تمہاری
 خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے۔ یہاں

بنام مرزا علاؤ الدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تھا اخط پہنچا۔ مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغائے خلق سے مجکو غرض نہیں

کیا اچھی رباعی ہے کسی کی

کافر بگمان خدا پرستم داند
اے کاش کے ہر آنچہ پرستم داند

مومن بخیال خویش مستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم

بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں بکھلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خبر دار میرا سلام
اخوین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں

واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

تاب لا سے بنی گئی غالب

بہت نکلے میرے امان لیکن پھر بھی کم نکلے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے

لکھ دیے گئے تم نے ہمارے جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرعے آگے کے

کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر

لکھک سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں۔ بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ

چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں

غلام ساتی کو ترہنوں مجکو غم کیا ہے

بہت سہے غم گیتی شراب کم کیا ہے

مطلع ثانی

تمہاری طرز و روش جانتی ہیں ہم کیا ہے

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

کوئی تباؤ کہ وہ زلفِ خم بخم کیا ہے

کئے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے

کسے خبر کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہے

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا
 جا ہیے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب۔
 ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ یکم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا
 لکھوں۔ تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقین صبر۔ دُعائے مغفرت۔
 سو بھائی اظہارِ غم تکلف محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔
 تلقین صبر بیدردی ہے۔ یہ ساتھ عظیم ایسا ہے جس نے غم رحلت نوابِ مغفور کو تازہ کیا
 پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کجائے۔ رہی دُعائے مغفرت میں کیا اور میری دعا
 مگر چونکہ وہ میری مرتبہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے۔ مہندہ تمہارا یہاں آنا سنا جاتا تھا
 اس واسطے حزنہ لکھا۔ ایچ معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔ اور اس سبب آنا نہ ہوا۔ چند
 لکھی گئیں حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب ۵ نومبر ۱۸۶۷ء
 ایضاً آج کرم خدا کرم کیندست میں بعد ابدائے سلام سنون ملتے ہو۔ تمہارا شہر میں رہنا
 موجب تعویذ دل تھا۔ گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے۔ بھائی ایک سیر دیکھ
 رہا ہوں۔ کئی آدمی طیار آشاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے
 دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔
 علانی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن میں بارش شروع
 ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہے گا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیرا ک
 نہیں۔ لو ہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دھانی جہاز کہاں سے لاؤں۔
 اے زفر صحت بے خبر درہرچہ باشی زود باش۔ علانی کے دیدار کا طالب
 غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۸ محرم ۱۲۸۷ ہجری۔

اب بھی قاصر نہ ہو گا۔ تاریخ اوپر لکھ آیا۔ نام اپنا بدل کر مخلوب رکھ لیا ہے۔
ایضاً۔ یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۲۵۷ء

شکرا یزد کہ ترا با پدرت صلح قناد	خواریاں قص کنان ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دُعائے تو ووالا پدرت	قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میاں تم جانتے ہو کہ میں غلام رام پور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرطیات جمعہ کو روانہ ہو گا
لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا
نرا د ہے ایک بار میں صاحب کشن کی عبادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا
مرزا ج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمہارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہو گا۔ آج میں علی اصغر
خاں بہادر کے گھر گیا ان سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ میر کی ماں کو کچھ بھیجو کہ سال بھر کی
تنخواہ کی رسید بھیجیں یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائیگا۔ آج منگل ہے، راجپان کی اور
۲۶ دسمبر کی۔ دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے۔ میں
پرسوں یوم انیمس کو مرحلہ پیا ہوں گا۔

اول آخر ہر منتہی در اکرام و عورت	آخر حاجیب تمنا تہی از مال و دولت
----------------------------------	----------------------------------

تو کمان گروہ کہہ کر فارسی گھارا کر چٹھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نے دینی
کی ہے ایک علی اصغر خاں سے ایٹھی دونوں کل آئیں گی۔ مرزا نعیم بیگ بن مرزا کریم بیگ
دو تین ہفتہ سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں۔ زاد کی خدائے چٹھی
فقیر برکی۔ راحلہ وہ جائیں فقط غالب۔

ایضاً صبح دو شنبہ شانزدہم از مہر صیام۔ میری جان نے ہماں کا قدم تم پر مبارک ہو

خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے وگر نہ فہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے یقین ہے ہم کو بھی لیکن ایک میں دم کیا ہے	نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا وہ داد و دید گر نما نہ شرط ہے ہمد سخن میں خاتمہ غالب کی آتش افشانی
--	---

لو صاحب تھا افرانِ قضا تو ان بچا لایا لکڑی اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باقی
رکھو گے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراوانِ دولت
فروں باد فقط جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۳۰۷ ع بارہ پر دو بجے تین کا عمل ۛ

ایضاً مرزا دروہ از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علی خاں اور
حسین علی خاں مع ۴ مرغ ۶ بڑے اور ۶ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے
اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب
وقتِ رخصت ایک ایک دو سالہ مرحمت کیا۔ مرزا غنیم بیگ بن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے
یہاں وارد ہیں اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ ولی چلوں گا
اور وہاں سے لو مارو جاؤں گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں
چلوں گا۔ آپ چال چو کے اردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب تھا اُس کو تم نے
فارسی لکھا۔ اور فارسی بھی مقصدی نہ نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بے صیغہ مفرد نہیں
یہ وہی چھوٹی ہے بڑی سے کا قصہ ہو۔ خیر خانہ دکھاؤں گا مکتبہ فہم کام کا مقصد کمال
لوں گا۔ میں نے تو پلٹے وقت قریح میر کے تالیق کی زبانی بھائی کو کھلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی
اپنا مدعا کہو تو میں اس کی دُستی کرتا لاؤں جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقصد
ہے سو اُس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکاء کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اس
کا ذکر کرتے تو میں اُن کے خالو اصغر علی خاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا۔ بہر حال

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیوقوفیت میں گرفتار۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر ہم پہنچاؤں۔ واقعہ کر بلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اس گیتان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ میں ہوں۔ **ایضاً** چاشتگاہ شنبہ دواؤ ہم نومبر ۱۳۱۷۔ آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی بھلیا لیکر آئے میں اُس کو لو کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دوسیر نکلی۔ خاندہ دولت آباد۔ یہی کافی دوائی ہے اور حاجت ہمیں۔ روٹی کھا کر باقبر آیا۔ تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا تمقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے۔ میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں۔ لیٹے لیٹے مصری کی رسید کھدی مطالب مندرجہ خط کا جواب بشرط حیات کل بھیجوں گا۔ غالب۔ *

ایضاً۔ اقبال نشانہ بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہار دہ پٹنجا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند اجاب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے اگر ان کا ایک یا سب بنا کر بسیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو اُس کو دید گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے بچوں کو دوا۔ غالب **ایضاً** جان غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سنا ہے کہ نجات دساتیر کی فرسنگ

اللہ تعالیٰ تمھاری اور اُس کی اور اُس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے تمھاری طرز
تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سدید ہے۔ ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیز
جاتا ہے۔ واضح کھوتا احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا توبہ توبہ خط کا ہے کو ایک تختہ
کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشتی کا بیان جب کرتا کہ فحوئے عبارت
جگر خوں نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زباں آور۔ ایسا عیارِ طرار۔ یوں
عاجز و در ماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمھارا غم جدا۔ ساغرِ اول و در و کیا دل لیکر آئے
ایسا زباں لیکر آئے کیا علم لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے
کسی شیوہ کی داد نہ پائے گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے۔

جو ہر بنیش من در تہ زنگار عیانند	آنکہ آئینہ من بخت پر دخت دریغ
----------------------------------	-------------------------------

بھائی اس معرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم
میں نے اپنی نظم و شعر کی داد باند اندہ یا سیت پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری آزاد کی
دائیا رو کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں
نہ آئے نہ وہ طاقتِ جسمانی کہ ایک لاشیٰ ہاتھ میں لوں اور اُس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا
لوٹا مع سوت کی رستی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا۔ کبھی
مصر میں جا بٹھرا۔ کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں
اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ یہی۔ جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو جھو کھاننگا
نظر نہ آئے۔

نہ بستان سراے نہ میخانہ	نہ دستاں سراے نہ جانانہ
نہ رقص پر پی پیکران بر بساط	نہ عوغائے رامشگراں در باط

تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو
چلا جاؤں گا ۵

قرخ آں روز کہ از خانہ زندان دم سوئے شہر خروازین دئی ویران بروم
گلانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں دو فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے
حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر غزل

از جسم بجای نقاب تاکے	ایں گنج دریں خراب تاکے
این گوہر پرفروغ یارب	آلودہ خاک و آب تاکے
ایں ماہر و مسالک قدس	واماندہ خورد و خواب تاکے
یتیائی برق جزدے نیست	ماویں ہمہ اضطراب تاکے
جاں در طلب نجات تا چند	دل در تعب عتاب تاکے
پیش ز تو بے حساب باید	غماہے مرا حساب تاکے

غالب چینی کش کش اندر
یا حضرت جو تراب تاکے

دش کنز گردش ختم گلہ بر روستے تو بود	چشم سوئے فلک زو محسن سوئے تو بود
بچہ شب شمع گمان کردی و رفعتی بقتاب	نقشم پردہ کشائے اثر خوائے تو بود
چہ عجب صلح اگر نقش دہانت گم کرد	مکان خود از حیرتیاں رخ نیکوئے تو بود
بکفت باد بسا دایں ہمہ سوائی دل	کاخ از پردہ گیان فکین سوئے تو بود
مردن و جاں بہ تمنائے شہادت داد	ہم از اندیشہ آزد دین بازوئے تو بود
دوست دارم گر ہے راکہ بکارم زوہ اند	کایں ہانست کہ پیوستہ در آبروئے تو بود

وہاں ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے خیر ۵ اچھے مادر کارداریم اکثر سے درکار نیست +
 تم شہر نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے اور میں ہوا خواہ
 سائیشین اُس نہال کار ہا ہوں کیونکہ تم مجھ کو غیر نہ ہو گے۔ رہی دید و امید اس کی دو صورتیں ہیں
 تم دلی میں آویزا میں لو ہار واؤں۔ تم مجبور میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زہنا مسموع نہ ہو
 جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور جبر کیا ہے۔ سنو عالم دو ہیں۔ ایک عالم ارواح۔
 اور ایک عالم آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لَعْنِ
 الْمَلِكُ الْيَتِيمِ اور پھر آپ جواب دیتا ہے۔ - لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ
 عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے
 گنہگار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں چنانچہ میں اُنھوں جب سنہ ۱۲۸۵ھ میں روبرو بکاری کیواسطے
 یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حالات میں رہا۔ ۱۷ رجب سنہ ۱۲۸۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس
 صادر ہوا۔ ایک بٹری میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور دلی شہر کو زنداں مقننہ کیا اور مجھے
 اُس زندان میں ڈال دیا۔ فکر نظم و شر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا
 تین برس بلا دشرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایاں کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس
 میں بٹھا دیا۔ جب یہ دیکھا کہ یہ قیدی گزیر پا ہے۔ دو ہتکریاں اُڑا دیں۔ پاؤں بٹری
 ڈکار۔ ہاتھ ہتکریوں سے زخم دار۔ مشقت مقرر تری اور شکل ہو گئی۔ طاقت یک ظلم زائل ہو گئی
 بچیا ہوں سال گزشتہ بٹری کو ناویہ زنداں میں چھوڑ دیا دو ہتکریوں کے بھاگا۔ پھر
 مراد آباد ہوتا ہوا پنبور پہنچا۔ کچھ دن کم درمہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑ آیا اب عہد کیا کہ
 پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رانی دیکھے کب صادر ہو
 ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رانی کے

اُسے فیکر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں۔ قریب لوح آفتاب بحشم نیم بازیہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں کہہ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر ٹو سچا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نوحہ چنان چت جان مرزا باقر علی خاں بہادر و مرزا حسین علی خاں بہادر جناب آغا صاحب کا قد مبوس بجا لائیں اور ان کی خدمت گزار کی کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں۔ بس ٹاں مرزا علی اگر کرنل الگنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سنئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتہ سہ سالہ یک مشت مل گیا۔ بعد ادا سے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور تاشی روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مٹی کا ہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم لگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں باوجود پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس حکم محمد حسن خان کی جوبلی میں رہا ہوں۔ اب نہ جوبلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ جوبلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو جوبلیاں قریب بہد گراہی ملیں کہ ایک مجلس اور ایک دیوان خانہ ہو نہ ملیں۔ ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں۔ نہ ملا تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بکسین نوازی کی۔ کڑواوالی جوبلی مجھ سے کہنے کو دی۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ مجلس اسے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا۔ ایک پاؤں زمین چھ ایک پاؤں مکان میں توشہ کا وہ حال گوشہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ ۷ ارزدی الحجہ کی اور مار جون کی پہر دن چڑھے تمھارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول جلال کیا

لالہ و گل و دما از طرف مزارش پس مرگ
تا چہادر دل غالب ہوئیں روئے تو بود

کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک دین بہناں اور
ہوتے جو کئی دیدہ خونناہ فشاں اور
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
جلاؤ کو لیکن وہ کہے جائیں گے ہاں اور

ہے بکہ ہر اک انکے اشارے میں نشان اور
لوگوں کو ہی خوشید جہاں تاب کا دھوکا
ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
یارِ نبی وہ سمجھے میں نہ سمجھیں گے مری بات
تم شہر میں ہو تو وہیں کیا غم جب اٹھیں گے
مترابوں میں آواز یہ ہر چند نہ اڑ جائے

ہیں اور بھی دنیا میں سخنو بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہی اندازِ بیاں اور

بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیئے
بھولے سے اُسے سینکڑوں عدئے فایکئے
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیئے
دلت ہوئی ہے دعوتِ آبِ ہوا کیئے
کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیئے

اُس نرم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیئے
صند کی ہے اور بات مگر خورم ہی نہیں
صحبّت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
ارکھتا چہروں ہوں خرقہ و تجا وہ رہن کیئے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو

غالب تھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
ماتا کہ تم کہا کیئے اور وہ سنا کیئے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے
کل شام کو خندم کرم خاں غلام حسین صاحب شیرازی بیواری ریٹائرڈ دولت و خواہ کہ ماگاہ

یہی لکھا گیا کہ میں ایک معدوم محض ہوں تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے
 بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے پر
 کیا کروں عقرب قوس کے آقاب یعنی نومبر و سمبر میں قصد تو کروں گا کاش لوہار کی جگہ
 گود کا نوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہو وہاں گئے گود و بر
 ہو گئے یہاں انحطاط و انحلال روز افزون تم یہاں آ سکتے ہونے مجھ میں وہاں آنے کا دم
 بس اگر نومبر و سمبر میں میرا خیر حلقہ چل گیا بہتر ورنہ سے اسی کا زخمی ویدار دگر بیچ غائب
 ایضا اقبال نشان مرزا علاؤ الدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی
 خاں آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد ستر لایہ تم
 اسکے مصداق کیوں بنے خفقان مرق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں
 حاضر ہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھرنے نہ دے۔ ہانکے و۔ خبردار اسکو اپنے پاس نہ لیا
 شیفن کو تم و لطف محکم منشی نوکشور صاحب بسیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے
 بھائی شہا الدین خاں سے ملے۔ خالق نے ان کو زہرہ کی صورت اور شتری کی سیرت عطا کی ہے
 گویا بجائے خود قرآن السعدین میں تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت صف
 مان لئے تھے اب ان سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مشتبہ اخبار یعنی قبول کی یعنی پہلی جلد
 اس صورت میں دس مجلد کے عیسے میں دس اور عیسے تم دو ہجلی عیسے مطبع اود ما اخبار میں پہنچانے
 چاہئیں۔ میں دسمبر ہال کی دیوین گیا صوبوں کو طالب ہو گیا۔ کہو عیسے علی حسین خاں کو دیوین
 کہو کہنو بھجڑوں۔ اس نکاش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کینڈت میں میرا سلام کہنا اور
 استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا نجات کا طالب غالب بخشینہ ارجا دی انسانی سال
 مطابق ہر دسمبر سال غضب کیا ہے یہ گویا تاریخ وفات خائب گئے نرجس لڑا لکن صاحب ہار کی ہے۔

پہر دن رہے ازراہ ہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں نے اُن کو دُلا و افسردہ پایا
دل کُڑھا۔ علی حسین خاں بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ میں نے تجھس پوچھا کہ وہ کیوں نہیں
آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی دہاں بھی تو ہے اور اس سے
علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے
سننے لگے غرض کہ میں نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا
مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نکاشۂ درواں دہشتہ کیشنبہ۔ بین النظر والعصر۔

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علانی مولائی اس وقت تھا راحظ پہنچا۔ رادھر
پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤں سنگ اور محکوبیل یا اُس پونڈ کے
طعنہ کو تازیانہ اور محکوب گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو
رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا
واسطے فقرا کے وجہ محاش مقترہ کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے
مقترہ ہے ہاں فقیر سے دُعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں
چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں
کپڑوں کے صندوق میں آدمی دو جن شرابے صروں۔ آٹھ کہاڑھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی
رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا
لوگوں کا حافظ لوہارو بھجوا یا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم
پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں ہے مجلس
میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور چال
دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

ایضاً چہار شنبہ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علانی مولائی اس وقت تھا راحظ پہنچا۔ رادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤں سنگ اور محکوبیل یا اُس پونڈ کے طعنہ کو تازیانہ اور محکوب گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پونڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کشمیری میں معین نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ محاش مقترہ کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقترہ ہے ہاں فقیر سے دُعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں لی ہوں چاہوں گبر آباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں کپڑوں کے صندوق میں آدمی دو جن شرابے صروں۔ آٹھ کہاڑھیکہ کے ٹوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھڑوں دو ساتھ ٹوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لوگوں کا حافظ لوہارو بھجوا یا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہا یہ ہم پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں ہے مجلس میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور چال دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بلایا تھا

شاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے میں جیتا اور شاقب مارا۔
عوضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔ *

ایضاً میری جان۔ علانی ہمدان۔ اس دفعہ دخل مقدمہ کا کیا کہنا ہے۔ فرنگ لٹات دساتیر
تھارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ سکی نقل تم سے منگاؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی ابھی صحیفہ
مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہو گے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرنگ کی خواہش
کیوں ہے حق یوں ہر کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں ہو اسلئے فرنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس
فرنگ کی نقل بھیج دے تو مجھ پر احسان کر دے گے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ
اُسکا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیجتا تو البتہ بھائی صاحب کا
مشکور ہوتا۔ دین و دنیا میں کیوں ماجر ہوتا۔ ارسال اہل پر حصول اجر کیوں مرتب ہو گیا۔ بھائی
وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اُس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اُس کے اعلان
و شیعہ کا ہوتا تو عند اللہ حکومت کا جھگڑا تھا حق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا
اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ

دولت بخل نبود از سعی پشیمان شو	چ	کافر توانی شدنا چار مسلمان شو
چنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بند	چ	چوں ندیدند حقیقت را افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہب ہا جد است	مولانا روم	عاشقان را مذہب ملت جد است

رات کو خوب مینہ برسا ہر صبح کو ختم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنگ چھا رہا ہے یقیناً
تھاری جدہ ماجدہ مع اپنی بیوہ اور پوتے کے روانہ ہو رہی ہوں۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔
یہ لڑکا سید بانی ہے ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص سکی آسائش کے واسطے ہے۔
میرا نظر سہراہ ہوا ہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ بھیجی محمد علی بیگ

ایضاً جمعہ پنجم جبہ دسمبر میری جان تھا رخط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا اگر سر نوشت آسانی میں بھی ادا خر جب یا ادا مل شعبان میں ہوا تھا رطل بیٹھا مندرج ہو تو فدائی کہہ سکتے تھے کہ کون انہر کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک مال جان و تن و ننگ نام کے ہو میں آشفہ سرگردا بلکہ عاجز و حیران ہو دو سر کو اس سے کیا گلا ہائے نظیری

بابا جفا و ناخوشی با خود غور و سرکشی | ازماہ از خودہ آخر از ان کیتی

محفل عقل و ہوش مانع سوتا ہوا فیون کا قحط ہو جانا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پچھنہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تھا رخط پھنچا۔ آج اس کا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہوں جیسے شعبان بیک۔ رمضان بیک نامور مہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیک آج می کا نام نہیں سنا۔ ہاں عیدی بیک ہو سکتا ہے۔ پس جب عید ہے اور روز عید ہو تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہر نشین یا ضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہو نہ ہو تو کہتا ہوں نہ آسکو اس طرح مبارک میں امضا ہے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ بر نشین کا گمان گزرے۔ دو کیوں جاؤ۔ ہولی کی دلہنڈی کا سماں لوہار میں بندھ جائے۔ ایک خر سوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حزن اتفاق کی یہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ بر نشین کا زمانہ یا ہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہو کہ سہ بر نشین اور ہولی کا فردہ لایا ہے۔ خیر میں خیر و زور و شکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ بر نشین اور ہولی کی رنگ لیاں منالے اور خر سوار بضر تبا زیانہ و ڈالے۔ علاؤ الدین خاں اللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہو فرق ہی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہو۔ ارے ظالم اس کو سہ بر نشین کی داد دے۔ عقل کرا مت ہے الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ ہم کس قدر مناسب مقام ہے صبیحہ مقدم تم پر مبارک ہو۔

تقریریں تخریب ہو۔ پیشکش نہ سبیل استہزائی بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمہیں معلوم ہو بلکہ اگر تمہیں مجہول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز ماہند اس مہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منظر ہوا اور اتر آئے اور نہ برسے مضطرب حیران ہو۔ علی حسین خاں آتے ہیں۔ علی خان آتے ہیں آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔

ایضاً میرزا نسیمی کو دعا بھیجئے۔ آنکھ کی گٹھاجی جب خود پک کر چھوٹ گئی تھی اور پیپ بھل گئی تھی تو نشر کیوں کھایا مگر یہ کہ بطریق خوشا طبیب سے رجوع کی جب اس نے نشر تجویز کیا۔

خواہی پنجابی مثال کرنا پڑا اور شاید یوں نہ ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ بہر حال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے۔

ہر سلحشور انگلستان کا	بسکہ فعال مایرید ہے آج
زہرہ ہوتا ہے آب انسان کا	گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
گھر بنائے نمونہ زنداں کا	جو کہ جس کو کہیں وہ قتل ہے
تشنہ خوں ہے ہر مسلمان کا	شہر دہلی کا درہ درہ خاک
آدمی وہاں نہ جاسکے یہاں کا	کوئی وہاں نہ آسکے یہاں تک
وہی رونما تنہا دل و جہاں کا	میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیسا
سوزش داغباے پنہاں کا	گاہ جل کر کیا کیئے شکوہ
ماجرادیدہ ماے گریاں کا	گاہ رو کر کہا کیئے باہر ہم
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا	اس طرح کے وصال سے غماہ

ایضاً یازہجے بھائی۔ مولانا علانی۔ خدا کی دُعا ہے۔ نہیں ویسا ہو گا جیسا تیرے سمجھا ہے اور نہ تم مجھ کو لکھ چکے ہو یعنی تحقانی اور خیال تراش ویسا ہو گا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہو

مارو کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔
تیار ہو رہی ہے۔ مرقومہ۔ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے، کے محل میں۔ غالب۔

ایضاً یکشنبہ ۳۰ محرم ۱۲۸۷ مطابق ۱۷ جون ۱۸۷۶ء۔ میری جان مرزا علی حسین خان آئے
اور مجھ سے ملے۔ میں نے خلوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیئے۔ اب تمہارے پاس پہنچنے کا
اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خان سے آنے کی حقیقت اوہاں
اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ وٹس دن کی خدمت لے کر آیا ہوں۔ بی بی بیا
ہے اُس کا استغناج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خان کے کام آئے تو دروغ نہ کروں بھلا
یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے
باہر نہ ہو اُس میں تصور کو نہ کر کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو
کہ آئین غمخواری داندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہد وضع و بدروش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو
کوئی اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصححت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی
بی بی اور اُس کے آبا اور اخوان کے معاملے اُس میں نہ تم کو دخل نہ مجھ کو مداخلت تم علی حسین
خان کو اس پویند پر کیا کیا چھڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور
اُس کے دادا کی اور اُسکی شہسوار ایک ہریہ ذریعہ فخر ہے اُسکو اور اُس کے طفیل سے ملک و ملک تھوڑی سی
مازاش اگر مجھ ننگا قریب کے حصہ میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک یزدان ہے
لیکن اس خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں جو مجھ کو فراملا ہے کہاں خسر خسرواں لغات عربی اصل
اور کہاں رزمہ مشہور کہ خسر سُسرے کو کہتے ہیں صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے
برتا ہے اچھا میرے میان۔ یہ خسر معنی پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی عربی
مختلک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہو فارسی میں پدر زن بہ قلم ضافت کہتے
ہیں عربی میں جسطرح بمعنی نقصان منصرف و شاید سرے کا اسم جابدہی ہونی الحقیقت سر کی

ایضاً۔ میان تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجنبی سے مرسوم و معمول میں خیر تھا را حکم بجالایا۔ غل بھلا
 کے پہنچتی ہے خباہت گورنر بہادر نے دربار کیا۔ میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف غایت میری
 ارزش استحقاق سے زیادہ بلکہ میری غمخیزش اور تصور سے سوا بمذول کی اس نجوم امراض جسانی اور الامراض
 کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہر دم دم نزع ہے دل غم سے خوریز ہو گیا ہر کہ کسی بات سے خوش
 ہوسکتا۔ مرگ کو نجات سمجھ ہوئے ہوں۔ اور نجات کا طالب ہوں۔ کئی دن سے کوئی تحریر و پذیر
 تمہاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے
 اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہو منقح اور مفصل لکھو قسط نجات کا طالب۔ غالب
 ایضاً میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہریشی کو بہ لطف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ
 یہ میدان بہت فراخ ہو۔ خدا کی نئے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ بنی کو تقدیم موحده علی النون لکھو۔ یہ
 دساوس دل سے دور کرو۔ رہرو ایک اچھا تخلص ہے رہرو اسکی تجنیس موجود ہی شیوں ایک اچھا تخلص
 ستون اسکی تصحیف ہے۔ تمہارے واسطے بنا سبت اہم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر
 بیت بڑا نامی گزرجکا ہو۔ اں نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہیں مولانا فائق کی پروی کرو۔ مولانا لا
 کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہو مولانا شائق بن جاؤ۔ ہنسی کی باتیں چلیں
 اب حقیقت واجب سٹو۔ نسیمی تخلص خماسی بروزن بھوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منطوب ہے تو نامی
 سامی رہرو شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی وغالب اچھے ہیں ان میں سے ایک تخلص قرار دو
 میر نزدیک رب سے بہتر تمہارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک ام کا
 نام فخری ہو حاصل کلام دو دن کی فکر میں تخلص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی مولانا
 تخلص نیا ہو اگر پسند آؤ تو یہ لکھو۔ والد صاحب کشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۷۱ء۔ نجات کا طالب۔ غالب۔
 ایضاً صاحب بیت دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہو مقدمہ اس نے جیت لیا۔

۱۵۔ اے کاش کہ ہر آنچہ ہستم داندہ دو جانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریباً دیوار
یہ بھی شعبہ ہر بہن طنون کا جس سے تمہارے چچا کو گمان ہو چھ پر خون کا۔ جاگیر دار میں تھا کہ ایک جاگیر دار
مجبور ہوتا۔ گویا میں تھا کہ اپنا سادو سامان لیکر چلا جاتا۔ دو جانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اس
فصل میں کہ دنیا کرنا ہو لوہار و بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں اور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی
گئی یا زاری ہو۔ کل اُتار و میرن جان صاحب نے تمہارا خط محکوم دکھایا ہی نہیں لے اُن کو جانے بجانے میں
مترود پایا ہر جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام
اگر کسی وقت آجائیں گے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرونگا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اُن دنوں
صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا محکوم طاق یا مملوک انصاف کہ میرے نہ آنیکو دلی کی
دستی پر محمول نہ کرو محکوم رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس قریح آباد پر خصوصاً کہ
جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ ابا بابا

پڑے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیار دار اور اگر مر جائے تو نوہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زلیست میں محکوم نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمہارے عثم نامہ مار کے مذہب ہوئی۔ باقی جلدیں جنکائیں
خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جب تک قیمت نہ بھیجیں کیونکر آئیں روپیہ کی
بذیر میں نہیں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجیں۔ تمہارے پاس ج قاطع برہان پہنچی ہے اگر چاہے کی
ہے تو صحیح ہی جہاں تردد ہو غلطانہ میں دیکھ لو۔ زیادہ اکتان منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلعی ہے
تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مولے لے لو اور بھلا ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون
المبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اُدھر پڑھا اُدھر جواب لکھنے بیٹھا یہاں تک لکھ چکا تھا کہ شیخ
شہاب الدین ہمدانی تمہارا خط اُنکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابراہیم ہمدانی ہوا سر چل رہی ہے

تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب
کی رضا جوئی محکو منظور۔ اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو۔

از من غزلے گیر و بفرائے کہ مطرب | در کئے و مدار ز روئے نوازش دوسہ دم

غزل

جز دفع غم زیادہ نبود است کام ما در خلوتش گز بود باد را مگر اگر با صبح عطرے ازان پیر ہن پار ہر بار دانہ بہر تہا افسگینہ و مور گفتی چو حال دل شود ہر باں شود از ما با پیام وہم از ما با سلام مقصود ما زوہر ہر آئینہ نیستی است غالب بقل حضرت حافظ رفیع عشق	گوئی چراغ روز سیاہ است جام ما صرصر بجاک راہ رساند پیام ما تسکین ز بے گل نہ پذیرد مشام ما آید بدام و دانہ رُبا بدوام ما مشکل کہ پیش دوست توان برد نام ما ریخ دلی بساد پیام دسلام ما یارب کہ ہیچ دوست مبادا بحام ما ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
--	--

ایضاً۔ میاں چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی راپور پہنچ کر وہ بے سعی
تلاش ماتھہ آگئی بنوار کھی۔ لڑکوں نے۔ ملازموں نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب
ضیاء الدین خاں صاحب کے واسطے ہوا تب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی
کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں بہم نہ پہنچی دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ لڑا صاحب سے مانگی تو شہ خانہ میں
بھی نہ تھی ایک لیر کے ماں تہہ لگا۔ دوڑا ہوا گیا کچھ بھی موجود بائی لیکن کیا کچھ جی جیسے بھنگ خاں کے عہد کے
تورانیوں میں ہماری تھاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہاں۔ آج لی کل چلایا۔ اس باتش کی قدر کرتا
اور اسکو اتنی طرح بنوالیتا۔ بادشاہ فرخ سیراؤ اسکے انوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے

چنانچہ اسکی تحریر سے مکمل معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علتِ شائع کا زور ہے اور
سہی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند

باوادر دولا بستی کنند

خدا مبارک کرے۔ پ غالب

ایضاً صبح کیشنبہ یکم پانچ ستمبر ۱۸۶۷ء صاحبِ پرسوں تھا را خط آیا۔ کل جمعہ کے دن نواب کا سہل تھا
البتہ وہاں سے آیا۔ چونکہ جو بھیس کر تے وائیں تھیں بہت بے چین رہے آٹھ دن دست آئے آخر دن
مزاج بحال ہو گیا تنقیہ اچھا ہوا۔ اب بفضلِ الہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرضِ عود نہ کرے۔ دلی
کی اقامت کی مدت اپنے والد کی راے پر رہنے دو۔ بقدر مناسب وقت عزمِ خیر خواہانہ کچھ کہو
ضرور نہ با برام۔ میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور مہذبِ پارس کا دشمن ہے۔
متعلیوں کے مقدمہ کو طبیعتِ امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کروں گا۔ ماں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے
یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہوں گا۔ بریدہ باد زیبا نے کتنا سزا گویدہ برا
نہ مانا اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک فیتق ہو گیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جائے
لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا اگر مینٹ لکھتے ہو۔ غالب

ایضاً۔ میرزا علانی پہلے استادِ میر جان صاحب کے تھے غضب سے جھکو بچاؤ تاکہ میرے حوالہ منتظر
ہو گئے ہیں حج ہو جائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کی طبعیت
ہے تم اس کو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف اشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست
ہیں شیفتق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہو تو وہ میرے بھائی
ہیں مگر عمر میں چھوٹے میری عاقبول فرمائیں۔ صاحبین کی رائے کا اختلافِ شہور ہے۔ مجھ
کچھ نہیں ہو سکتا مگر ہر ایک قولِ جدا جدا لکھوں۔ آج نہ کھانا بھی دو چار دن کے بعد کھوں گا

کل اُن کی چھٹی ہو گئی آپ شریک ہوئے اسے واسے زحمہ دئی دیدار و گریہ بیچا میاں
خدا جانے کس طرح بر یہ چار سطرین تک لکھی ہیں۔ شہنا الین خاں کی بیماری نے میری زسیت کا مڑا
کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اُس کی عوض میں مہرباؤں اللہ اُسکو جیتا رکھے۔ اُس کا دلغ مجھ کو نہ دکھائے
یارب اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب۔ *

ایضاً مولانا نیسی کیوں خواہتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر غیر
خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو اُس کو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر کیا دل ہو اور ایک
ثانی ہو۔ شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہو۔ طریق قصہ فگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے
ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم بخور ہو گئے۔ حسن طبع خدا اور رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تیاری کیوں
اسم تاریخی کیوں نکال لو کہ مجھ پر غیر ذل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے
پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجھ کو اس میں نے گھیر لیا کہ میری خواست طالع کی تھی

سویلا مروج جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور مجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چل دیئے۔ واجد علی شاہ
تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنھل سکے۔ جس کی طرح میں دشن میں قصیدے کہے گئے وہ
عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب مائی خدا کی میں نہ تیاری ولادت کہو گنا نہ نام تاریخی ڈھو ڈھو گنا
حق تعالیٰ تلو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب
حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ مرد و چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے
لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہے۔ قیم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اُسکی
غرّت اور نام آوری جہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اس
قلع نظر نہ کرو۔ اور اس سحرے کو گناہ و ذیل نہ سمجھو تو تم کو چین نہ آئے گا۔ بچائش برس سے دلی
میں رہتا ہوں۔ ہزار باخاطر اطراف و جوار سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے۔

ہاجرے کا حلو اسواں کھلایا۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری ۱۹۰۵ء
 ایضاً۔ جان غالب و خط متواتر تھارے پہنچے۔ مغربی عرفا میں سے ہو۔ بیشتر اس کے کلام میں
 مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن دامن گلہ دارد و گریاں گلہ دارد۔ اس زمین میں میں نے اس کی
 غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے۔

در بزم وصال تو بہنگام تماشا	نظارہ و جنبیدن مرگاں گلہ دارد
-----------------------------	-------------------------------

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہو۔ بھائی تمھارا باپ بدگمان ہے یعنی مجھ کو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام
 کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ۔

اگمان زیت بود بر منت زبید روی	بدست مرگ لے بدتر از گمان تو نیست
-------------------------------	----------------------------------

مجھے کانو و کفن کی فکر پڑ رہی ہو وہ شکر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا۔
 مجھ پر یہ تکلیف اٹھالو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو۔ میں اصلاح دیکر بھیج دوں گا۔
 عصائے پیر بجائے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ
 حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں غزل

با من کہ عاشق سخن از ننگ نام چیت	درام خاص حجت دستور عام چیت
مستم ز خون دل کہ دو چشم از اں پُر است	گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیت
بادوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	دانکہ حورو کو شر و دار السلام چیت
ماختہ غم و بود و نئے دواے ما	باختگاں حدیثِ حلال و حرام چیت
از کاسہ کرام نصیب است خاک را	تا از فلک نصیبہ کاس کرام چیت
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف ہم فروخت	پر صد چرا کہ نرخی نئے لعل فام چیت

ایضاً صاحبہ مزار جب بیگ مرے انکی تعزیت آپنے نہ کی۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے

۱۳ دن یہ اور ۵ دن گت کے اور نہیں جاسکتا۔ تنخواہ لیکر بانٹ بونٹ کر ایک دن ٹھہروں گا
 لوہارو کی راہ لوں گا۔ مزار شمشاد علی گیکے تھا راہ پیام کہا گیا بعد ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر
 ہو جائیں بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میان جان وغیرہ کے ساتھ استاد کو
 ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بجالا میری تحریر کے عیادت اور اوہل گت
 میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو۔ دربرج وصال تو بہنگام تماشا بہ نظارہ زنجبیدین شرکاں گلہ دار
 یزین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں گئی نہیں ہیں کیوں کہ تخم ربڑی کروں اور اگر بھیمانی سے کچھ ہاتھ
 پاؤں ہلاؤں تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں۔ ہرگز متواں گفت دین قافیہ شاعر
 بیجا ست برادر اگر از من گلہ دارو۔ التوا سے شرب شراب ۲۲ جون شروع شرابٹ رولٹ
 المنتہ شد کہ درمیکدہ باز است *

ایضاً شنبہ ۱۰ جولائی ۱۳۳۷ ع۔ علانی مولائی غالب کو اپنا دعا گو اور خیر خواہ تصور کریں
 مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ غالب نظم میں لائیں اور نہ اور کو اس مرثیہ کی تکلیف دیں۔ بھائی بھیر
 یزید پر لعن منجلہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ بریزید لعنت کسی مومن نے اُس کی آج
 میں قصیدہ نہیں لکھا۔ ابداع مادہ ہائے تاریخ تمہارے حنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر
 پاؤ گے ان شاء اللہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو
 محکم نہ کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں ۱۳۱۷ھ میں پیدا ہوا ہوں اب
 حبیب کے چہینے سے اوترواں برس شروع ہوا ہے اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا
 آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میوہ صاحب نے اُنہائے مکالت میں کہنے لگے کہ مین چچا جاں کے
 ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے شکر میں موجود تھا اور ہو کر سے جو محاربات ہوئے ہیں اُس میں
 شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہی رونا اگر قبا و پیر بن اوتا کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑی ٹکڑی

بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکام کے خطوط فدی انگیزی یہاں تک ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا اگر میں تمہارے نزدیک میر نہیں نہ ہوں۔ اہل حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہر کارہ میرا پتہ نہ پائے آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجئے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ۔ ۴۔ ماہ اپریل۔ *

ایضاً میری جان ناسازی روزگار و نلے رطلی طوار و بطریق داغ بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شرار دبار اور یہ ایک دریاے ناپید کنار و قنار بتنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بکیسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہا بالین خان بنگلیا۔ امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ بوہر غنی۔ زحیر۔ تب۔ صداع۔ بارے آب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ضعف جاتے ہی جائیگا آگے کون سے قوی تھے کہ ایساں کو ضعف کہا جائے ایک بڑھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا نہ لگا اسے بڑھاپا ادھر ادھر دیکھا جاتا کوئی نہیں کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے والسلام غالب تہام۔ *

ایضاً صاحب پرسوں تھا رخصت آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب ان سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں سے آمادہ سفر لو ہارو بیٹھا ہوں حکم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گھڑی بھیجی تھی وہ بھری آئی اس مراد سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گھڑی کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گھڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میاں خاں اور وزیر خاں روانہ ہوں گے اور نشی انداز حسین مچکو اطلاع دیں گے تو میں فوراً چل دوں گا۔ پابریکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔ کل انہوں نے جو تھے دن کھانا کھایا تھا ہر صنف ہو گیا تھا۔ تے متواتر دست پے در پے غرض بیچ گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی تیاری

بیز اور کر دینے سے بات نہیں بنتی۔ پاخانہ کو اگرچہ دوسرے دوسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو یہی سبب
 موقع خیال میں لاکر سبچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغاز حق فریاد علیہ یا مستزاد سے پیری و صد عیب
 جنین گفتہ اندہ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ۵ اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار
 ہے ۴ مرگ ناگہانی کہاں رہی ۵ بابائے آثار سب فراہم ہیں۔ اے الہی بخش خاں مغرور کیا
 مصرع ہے ۵ آج جاؤں نخل جاے اگر جان کہیں زائد بیفائدہ مرگ کا غالب جمعہ ۲ جولائی ۱۸۶۳ء
 ایضاً ولعبدی میں شاہی ہو مبارک ۴ عنایات الہی ہو مبارک ۴ اس امر فرخ
 وہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفایت تم اپنی زبان
 پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا اگر مدت معینہ کے بعد اوچھ
 جھاگ کا نہ آنا اور تھارے پیکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں
 خفت ہو غنیمت ہو۔ میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا تھا اسے حسن
 پر تم سے بعید تھا میں سخت میزہ ہوا اگر بیزگی کے وجہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے
 اب ایک بات موجب مختصر لکھتا ہوں سبوجائی اگر ان خطوط کا مکمل اخفا منظور ہو اور شہرت تمہارے
 منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھجو۔ قصہ تمام ہوا۔ اور اگر ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو میری دستخطی خطوط
 اپنے پاس تھے وہ اور کسی مقصدی سے نقل اگرچہ ہو کسی کے ہاتھ۔ چاہو سبیل پاسبان ارسال کرو۔
 لیکن خدا کے واسطے کہ میں غصہ میں آکر عطا تے بہ تھاے تو ابھر اہل خطوط نہ بھیجنا کہ یہ امر میرے خلاف
 مقصود ہے بھلا صاحب درتا ہوں میں تم سے ادھر خط پڑھا۔ ادھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا۔ تمہارا
 رہنے دیا ہے جب اکاشمشاد علی بیگ آئیں گے پڑھ لیں گے۔ ۴

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہوگئی۔ پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ فصل اچھے
 اناج بہت پیدا ہو گیا۔ تویق جانیشنی مجھ سے تم کو پہنچا۔ خرقد پایا سبھ و تاجہ کا یہاں بہ نہیں

جایا جاتا اور برچھی کے زخم میں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ و راوی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ
 نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرینیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گے۔ یسٹن کہ
 آپ نے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہو خدائیش بیامرا و بدین اور غما سے بے نمک گیراد۔ غالب
 ایضاً کیشینہ و فروری ۱۸۳۷ء صاحب صبح جمعہ کو مین نے تم کو خط لکھا اُس وقت بھجید یا پھر
 چرے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ
 یہ نسبت دورہ ہاے سابق خیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھی کہ مجھ سے
 علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہار و چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو
 مین نے کہا کہ مین دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا
 کہ سالک سے سلوک منظور نہیں تنہائی ہوا سے شمشاد در سر ہست ۵

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند | اگر اے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں انکار رفتہ و در ماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے
 باب میں اتنی توضیح کیا ضرورت تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق البقین
 جانتا ہوں کہ خسر لغت فارسی نہیں سُسرے کی نفیس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجیب ہے تم سے
 اُس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہو
 اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں مین
 پہنچتا ہوں نصیب دشمنان وہ لنگڑے مین ٹولا۔ اُنکے پاؤں کا حال مفصل تم کو معلوم ہو گا جو گیس
 اگیں کیا ہوا کہا تکلفی بت پہنچی میری حقیقت سُنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا اب میں پاؤں
 میں دم کھن پائے سُشت پا کو کھیرتا ہوا پنڈلی تک اس کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی گیس پہنٹے
 لگتی ہیں خیر ٹھاروٹی کھانے مجلس رانہ کیا کھانا نہیں منگایا پیناب کو کیونکر نہ اٹھوں حاجتی کھلی

کہ میں اب اس بوجھ کا تحمل نہیں سکتا انہوں نے بھی بشرط ان لوگوں کے لو مار جانے کی غصہ پیش
قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت کا ہی۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں
جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اکھڑا چل دیا۔ اور یہاں خواستہ کردگار حسبت *
غالب دوشنبہ ۱۳ محرم ۱۲۸۷ ہجری مطابق ۳۳ اگست ۱۸۷۰ء *
ایضاً مرزا علانی مولائی نے لاہور سے خط لکھا کہ لو مارو سے۔ بقدر ما دہ حق محو انتظار ملک

امیدوار رہا۔ اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں
ایک شکوہ کے دفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجہ بیان کرو گے میں تصویق
نہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا پھر بھی صاحبہ سے لکھوانا غالب
سے لکھوانا بعد حصولِ اجازت نہ آتا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا میاں کچھ اس بات
لکھ۔ چٹری اور دو دو۔ ایک تبدیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔
اور ان کی خیر و عافیت لکھنا۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ مرزا توجب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی
زبان ہی لاہور کے ہنگامہ بخمن کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چار شنبہ ۳ نومبر ۱۲۸۷ء۔

ایضاً صاحب کیشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۲۸۷ء۔ جانا عایشا پہلے خطا اور پھر تو سطر بخردار علی حسین خان مجلید کلیات
فارسی پہنچی۔ حیرت ہو کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور محصول ڈاک غالب انطباع میں آکر پانچ روپیہ
اور محصول توار پاوے خیر جہاں سودا ہاں سوائے۔ میرا حال تمہیں اور تمہارا حال مجھ معلوم ہے
ایہم اندر عاشقی بالائے غمنا سے دگر۔ ابکے چٹھے میں شاید دیکوں۔ نومبر نہ حال میں صف
تمہارے پاس پہنچ جائیں گے انشاء اللہ العلی العظیم میں بے حیا تھا نہ مرا اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں
تخیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید۔ در نامہ جزا میں مصرع شاعر چہ نویسم *
اے وائے زخمی دیدار دگر بھیج * نجات کا طالب غالب *

بھی غریزہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی نے شفا پائی اُستاد میر جان پُچھ لے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں تیر
رخشاں کو بھی میں۔ پھر عقیقہ قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آبان ماہ از ماہ سے کیا غرض

بے تیرودہ ماہ و اردی بہشت	برآید کہ ماہ خاک با ششم و خشت
---------------------------	-------------------------------

استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں دُعا اور
اُس سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی بیشی سن سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سب سے کہ
استاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید ہیں درود۔ اور بوفیق مضمون اس مصرعے سے
سوا اللہ و اللہ مافی الوجود و سبحو۔ حضرت وہ شرف نامہ نہیں ہے کسی حق نے شرف نامہ میں سے کچھ
لغات اکثر غلط کتر صحیح چُن کر جمع کئے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اُس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ ظاہر
کہ عہدِ عصر کا حال کھلے۔ یا نیمہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُن سے کہندو
اگر وہ لادیں گے تو اُن کو قیمت دیکر علانی مولائی کو بھیج دوں گا جتنی بکروں کے گوشت کے قتلے
دو پیازے۔ پلاؤ۔ کتاب جو کچھ تم کھا رہے ہو۔ مجھ کو خدا کی قسم اگر اُس کا کچھ خیال بھی آتا ہوں خدا کری پکا کر
کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے
چبا رہے ہوں گے تو یہاں میں شک سے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہوں نجات کا طالع غالب شبنہ اراہ اکتوبر

ایضا	خاک مننا کم و تو باد بہار	نہ توانی مرا ز جا برد
	ہاں نیسے زمن چہ میخوای	رحمت خوشتن چہ میخوای

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور میں نے تمہیں تہنیت دی تو مناسب
بند اللہ بشکریہ بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہا
مانہ اٹھ نہیں سکتا ڈاک گھڑی کا ہے کون۔ اپنا مقصود تمہارے والد ماجد سے اور تمہاری جدہ سے
اور تمہارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں۔ خلاصہ یہ میری بی بی اور چچا کی کہ یہ تمہاری قوم کے ہیں

جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیاں آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے۔ مزا قانع و متوکل ہیں پندہ مانگتے ہیں نہ دہش۔ اللہ علی سوا ہوس۔ جناب تردین صاحب بھائی کے دوست دلی دلی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سنا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں۔ بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے رات کو بارہ بجے پر دو بجے مر گئے۔ انا بندہ انا الیہ راجعون۔ تمہارے عم نامدار آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں۔ میں نہ جاسکا۔ چہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل میں آئیگی۔ بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے۔ کل شنبہ ۲۲ جمادی صبح کو ڈاک گھر بھیج دوں گا۔ شفقی شفقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب ۴

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۸۷۳ء لا موجد والا اللہ اس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہے اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا ازراہ طال نہ تھا۔ طالب کے ذوقِ سُست پاکو میں متوقع ہو گیا۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کُتب کا سوداگر ہے اپنا نفع سوچنے کا۔ لاگت بحت کو چاہے گا۔ میں متوسط کو متہم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھوٹے گا۔ ۳۔ رقم ایک جگہ سے لیکر انکو بھیجے اسکی رسید میں تقریباً انھوں نے طلبتہات بتلف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو مفقود انخر لکھا۔ ظاہر کتابیں لیکر کہیں گیا ہوگا۔ کتابیں لیے گیا ہوگا یہ ۲۳ لفافے اور ۲۲ بدستور میرے کس میں موجود و محفوظ رہیں گے۔ اگر متوسط بقاضا طلب لگا ان خطوط کی نقلیں اس کو اور اصل تم کو بھیج دوں گا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے۔ یہاں ان خطوط کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دو جہان میں کیا تھا۔ بھلا میں تو پیرِ حرف ہوں اور سنِ خرافت کو نیاں لازم ہی۔ تم نے کیا سمجھ کے کپڑا بیٹ کر اور ختم کر کے بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ بیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بیاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پیاسی و بیہ محکوم و حیا لگتا۔ رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گوشت ۴ غالب ۴

ایضاً دوشنبہ ۳۳ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ۔ اسی میری جان شنوی بر گہر بار کوشی فکر تازہ تھی کہ میں تجلو بھیجا
کیا میں موجود ہوں؟ مہذا اشہا الہین خاں نے بھیجی میں کمر کیا بھیجتا۔ تب محرق کے دیکھنے سے انکا
کیوں کرتے ہو۔ اگر منافق طبع محرق کو بسبب از جازرہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مہوٹ کہاں موجود
ہوئیں؟ ہوس کہ میں نے عربی جانا عربی نہیں سچا یا کیا کہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو خلط بحث یہ
ہے ہوس و ہوس ایک کیوں ہو جائے یہاں کے اطوار مجھ سے یا وجود قرب مخفی اور تمہارے یا اپنے شکار
دوران یا خبر در حضور فرزدیکان بے بصر دور۔ روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے
نہیں نکلا۔ جیہا تھ سے نکلا جائیگا اور جنس مولیٰ لیا جائیگی اور یہ گندکٹ جائیگا تب ترساں ترساں
پیشکاہ نادری میں تمہارے یہاں آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا میں نوں و دو جی ہو۔ والسلام

صبحم با ابوالبشہ گفتم
حیف باشد کہ از چمن سپرے
گفت حیفست از تو خوشتر
گنجان سخن حوالہ تست
پیش من ز رکب است جان پدر
گفتم ایک بہ بند پیمانی
سر زنبیل آن عمر عیتار
بختا زود و زربیز و بگوے
گفت بابا فسانہ بودہ است

پارہ زبدہ کہ زرداری
خاک رنگیں عزیز تر داری
کہ تو گنجینہ گہر داری
خود بہ میں تاجہ ای سپر داری
زبری ہرچہ در نظر داری
ز زمین مسد ہی اگر داری
گرز عیار لیش خبر داری
کہ ہمیں مدعا مگر داری
چہ فروریزم و چہ برداری

ایضاً یکم جنوری ۱۲۸۶ھ - علانی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا اجماع علی حسین
کی معرفت ملے ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال ہاں و ٹس میں سے تین کم کرنے کا خیال۔ متوسط دوا

مقیم ہوں۔ ایک کتے سے۔ سلمان بیلِ حزنہ یا حکام کے شاگرد پیشہ۔ باقی سرسہرہ ہندو و مغول بادشاہ کے فکرو
جو بقیۃ السیف میں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں۔ اناش میں سبجو پزیر ہیں ہر کشتیاں اور چرا
کبیاں۔ اُمرے اسلام میں سے اموات گنو۔ حسن علی خاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سورہہ روزگار کا پیشدار ہے۔
مہینے کا روزینہ دار بنکر نامہ دانہ بن گیا۔ میرزا الدین بابا کی طرف سے پزیرا۔ نانا اور نانی کی طرف سے امیر زادہ
مطلوم مارا گیا۔ آغا سلطان۔ بخشی محمد علی خاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیچارہ نہ وہ نہ غذا انجام
مر گیا۔ تھارے چچا کی سرکار سے ہجرت و تکفین ہوئی۔ اجا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی مقتول
میں آگیا اسکے پاس ایک پیسا نہیں۔ ٹکے کی آمد نہیں۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے مگر دیکھے چھٹا رہے
یا ضبط ہو جائے۔ بڑے صاحب ساری املاک بیکر نوش جاں کر کے بیک بینی و دو گوش بھرت پور چلے گئے
ضیاء الدولہ کے پانور پیو کر ایہ کی املاک داگزشت ہو کر پھر فرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہاں بڑا ہوا
دیکھے کیا ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ قلعہ اور چھراور بہاؤ گڑھ اور تلب گڑھ اور قریخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپے
کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی لٹائیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی بیاں کیوں پایا جاؤ جو حکما کا
حال لکھا ہے وہ بیان واقع ہے۔ صلحا اور زماؤ کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اسکو بھی سچ جانو
اپنے والد جد کی طرف سے خاطر چچ و کھو سحر۔ آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو ہمتاں ایسا جاتے
بعد بالکل بچتے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ عافیت کا طالب غالب
ایضاً۔ اسی مولانا علانی نواب صاحبہ و مہینے تک کی اجازت دے چکے اور یہ میں خبر ترشی نہیں کرتا
مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤ الدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم
شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک کی تم کو نصرت ہے۔ پھر تم کیوں نہ آئے خدا نے
دعا۔ خداوند نے ہمد عاقبول کی۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حال
کی حکایت چھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علی خاں عزیز تمہارے بھلاے ہوئے اور

ایضاً بہت مرگ لے بڑا دگمان تو نیست۔ مگر لکچکا ہوں کہ قصیدہ کا سودہ میں نہیں کھا کر لکچکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کوس سی رباعیاں مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج قصیدہ بھیج۔ معنی اسکے کہ تو جھوٹا ہی ایک تو مقرر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ تورات کی قسم۔ زبور کی قسم۔ تہود کے چار سید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ تہذیب کی قسم۔ پازند کی قسم۔ استاد کی قسم۔ گرو کے قسم۔ گزشتہ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات کے باب میں جو عرض کہ چکا ہوں۔ بہت ہائیم کہ بہتیم وہاں خواہد بود بہ جبین دشن بندہ جلدیں منگا لوں گا ایک بھائی کو اور ایک تم کو اور خاں بھیجوں گا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھو میں اودہ اخبار کا مطبع مالک اس کا نشی نو لکھو شہو جتنی جلدیں چاہیں لکھو سے منگا لیں۔ میں ہر حال دو جلدیں جوت متع ہوگا بھیج دوں گا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء

نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء ہنگام نیم روز۔ صاحب کل تھارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا آج جبکہ بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدنیاں اور بھائی شہاب الدنیاں بھی وہیں تھے۔ مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے۔ حکم محمود خاں کے طور پر مجالسہ قرار پایا ہو یعنی انہوں نے نسخہ لکھ دیا ہو سو اس کے موافق جو بے بنگلی ہیں نقوح کی دوائیں آج اگر بھگیں گی کل جو بے اوپر نقوح پیا جائیگا مگر اندازہ اودا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور ان کے ہوا خواہوں کی رہے قصد میں علاج کا مذہب ہو۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول سے ہیں استاد میر جان بھی تھے نیم نام معقول مرزا اسدیگ بھی تھے۔ سب طرح خیر ہے۔ کل تھارے خط میں دوبار یہ لکھ کر قوم بھائی کی بڑا شہر ہو ہر قسم آدمی وہاں بہت ہونگے ای میری جان یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہو وہ دلی نہیں ہے جس میں تم شبان بگی کے حلی میں مجھ سے ٹپٹنے آتے تھو وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آجاتا ہوں وہ دلی نہیں ہے جس میں کیا دن برس

بہت ہائیم کہ بہتیم وہاں خواہد بود بہ جبین دشن بندہ جلدیں منگا لوں گا ایک بھائی کو اور ایک تم کو اور خاں بھیجوں گا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھو میں اودہ اخبار کا مطبع مالک اس کا نشی نو لکھو شہو جتنی جلدیں چاہیں لکھو سے منگا لیں۔ میں ہر حال دو جلدیں جوت متع ہوگا بھیج دوں گا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء

مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہندوی دشوار ہے۔ خراب جس طرح ہوگا حصار پر ہندوی
 لکھو اگر تم کو بھیجوں گا۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگو اور تجھ کو خدا چاہے تو دو سو روپیہ تھلے پاس
 پہنچ جائے۔ استاد میر جان صاحب کو قدیموس کہکر محکو فرعون بنا پڑا۔ دو بائی خدا کی اب ایسا تم
 کرو لگا میرا سلام بلکہ دعا انکو کہدینا۔ پرسوں مولوی صاحب لکھنیاں صاحب کو خط لکھ کر گیا یہ دعا
 رہ گیا ہر زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے میں بلایا ہوں
 جاہیں سکتا جو ان کو دیکھ آتا اس سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھا گیا
 کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو۔

ایضاً آج بدھ کے دن ۲۲ رمضان کو پیر دن چڑھے جو وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاکٹر
 بخارا خاں اور شہباز لدین خاں کا خط ملا لایا۔ مضمون دونوں کا ایک۔ دام کیا مضمون ان دونوں
 کہ سب طرح و عذاب فراہم ہیں ایک مرغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا۔ سبحان اللہ میں نے اس کی صورت بھی
 نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ مسمی یا اب حلت کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تم کو جیتار کھے اور
 نعم ابدل عطا کرے۔ میاں اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے عاجز ہوں لوگوں کے مادیات
 دیئے ہوئے نظم کرو تیا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لجر ہوا کرتا ہے
 چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ درخ دیوانہ نکالا پھر اس میں سے آہے کے عدد گھٹانے
 تمام دوپہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تھا کھائے ہوئے دونوں کو تاکا کیا کہ کسی
 طرح سات اپہر ٹبھاؤں بارے ایک قطرہ درست ہوا مگر تھاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہی پانچ شعر
 میں تین شعر زائد و موضع عالمین میں نہیں جانتا کہ تعجیب چاہی یا برا ہے ہاں اخلاق تو البتہ ہے
 سائل سے سمجھ میں آتا ہے اور شاید لوح فرار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو قطعہ

دگر یہ اگر دعویٰ ہنچشمی ماکرد	بینی کہ شود ابر بہاری مجلس از ما
-------------------------------	----------------------------------

ہندی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قابل کے ساتھ کل روانہ لو مار ہوئے ہیں
 شنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۸ء - نجات کا طالب - غالب *

ایضاً - میانجی عالی ان سطور کی تحریر سے یہ ہر کہ اگر کل کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھ جائیں گے
 صفنا ذکر ایک دہر کا کھا جاتا ہے - جو تم نے اس مہر کے صفات کچھ سب سچ ہیں - حق - غیث نفس -
 حاسد - طبیعت بڑی - سمجھ بڑی - قسمت بڑی - ایک بار میں نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں - ایک بار
 بنارس کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا - میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے تمہیں
 کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہدیا ہو یا کہا جا رہے ہو کہ اسکو بازار میں ہجرت کریں - یہ خلاف شیوہ
 مومنین ہے خلاصہ یہ قصہ نہ کرنا یہ مؤید اس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصوف
 کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں - غالب *

ایضاً مولانا علانی - واللہ علی حسین خاں کا بیان بقصفا سے محبت تھا - ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا
 کہ حق بجانب اُن کے ہر نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ تکرار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و شبے شعلی اور
 جی کو نہ گھبرائے خفقان کیوں نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج جو تھا یا بھی شاید بھول گیا ہوں
 پانچواں دن ہو کہ منشی نو لکھنوی باری ڈاک رہ گئے لکھنؤ ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں
 آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخواستہ بالینیاں
 بھی تھامیں نے ناقہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیا دار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں
 تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کار و روزیہ دار ہوں ساڑھے باٹھ روپے یعنی لماٹ سال سرکار اگر میری
 سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال راپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان ہمارا ج سے - تو صبح یہ کہ
 دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجھ کو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اڑتالیس
 ٹکٹ میں سطح میں پہنچا دیا کرتا ہوں عیسے جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں

میں تاشانی محض ہو گا۔ اگر جہانی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے تو بھلی کہو بھلا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرمائے
ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزار ہا تنویلات و خیالات دکھلائی دیتے ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر سری
طبیعت کو طرح کیا ہو اور دیر سمجھتے ہیں کہ جس طرح میں بتلائے و سادس ڈاواہم ہوں اور لوگ بھی یہ طرح
بخارات مراقی میں گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ نہ بخیل صادق۔ یہاں لا موجود الا اللہ
کی بادۂ نابا رطل گراں چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و ہمار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں
کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر و سوائے اللہ واللہ ما فی الوجود عین بر وزن دُر گر ان لغت عربی ہے نہ
مغرب۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہی یا نہیں اس کی تحقیقات لازم دئے
الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا فارسی غیر
فصحی امر و زفلانے سہل گرفت دہ دست آمدن مواد خوب برآمد فارسی فصیح امر و زفلانی پگاہ
واروے سہل آشا میدا شام بار نشست یادہ بار بستر رخ رفت یادہ بار بیت الخمار رفت مادہ فاسد
چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم ہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہل پارس کے رز و قرہ میں
عموماً نشستیں ستارہ ہریدن کا چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ صفہان میں ایک امیر نے شعر کی
دعوت اپنے بلغم میں کی۔ مرزا صاحب اور اُس عصر کے کئی شعرا حج ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اسکا
نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اکوئل تھا مگر عمدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب
بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازہ باغ کو مقفل کر کے سب سو رہا
اُس مرد اکوئل فضول نے رات بھر میں سارا باغ بگ بھرا۔ نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اس کیاری میں اور کبھی
اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے۔ کبھی اُس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر غایت شرم و جفا
دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کوؤ کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو ادھر ادھر دھونڈھا
کہیں نہ پایا اگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یا راں شہا چہ قادیان

ناچار بگریہ شبِ روز کہ زیرِ سیل	یاشد کہ بزد کا لہر آب و گل ازما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکشِ غم	خود کرد بر آورد غم جاں گسل ازما
بیجی شند و از شعلہ سوز غم ہجرش	چوں شمع دود و دود بستر متصل ازما
غم دیدہ نسیمے پئے تیارِ رخِ دفاتش	بنوشت کہ در داغِ سپر سوخت دل ازما

ما کے عدد ۴۱۔ دل کے عدد ۳۴۔ مائیں سے دل گیا۔ گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے۔

باقی رہے۔ سات وہ داغ پس پر پڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔ *

ایضاً۔ سبحان اللہ ہزار برس تک پیام بھیجنا نہ خطا لکھنا اور پھر لکھنا تو سر اسر غلط لکھنا مجھ سے کتابِ تبار مانگتے ہو یا دکر وہ تم کو کھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں از انجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمانِ حرز جان ہے۔ اشعار تازہ مانگو ہو کہاں سے لاؤں۔ عاشقانہ اشعار سے مجھ کو وہ لہجہ ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف۔ بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح۔ ہزل و جو میرا ائین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھے پہلوان کسے بیچ تبا نے کورہ گیا ہوں اکثر اطراف و جواب سے اشعار آجاتے ہیں صلاح پا جاتے ہیں۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا۔ تمہارے یکھنے کو دل بہت چاہتا اور دیکھنا تمہارا موقوف ہے کہ تم یہاں آؤ کا ش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور جگہ دیکھ جاتے اور وہاں کے دیوانِ اہم سے لایا ہوں اور وہ اگرہ گیا ہے وہاں منطیع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے گا جو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو وہ مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو جو مرقومہ روز و شب نہ ہر جولائی ۱۲۳۳ء

ایضاً صاحبِ میرزا اور عابد اور عطاء اللہ ماجد اب تھا ہے ارر وے عقلِ عادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ رہا وہم اسکی دو القمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ و مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہو اور آئندہ جو کچھ لکھو کے میری طرف سے وہی جواب ہو گا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی

چپ ہوا مگر تمھاری خاطر خاطر جمع رہے کہ اسبابِ رحمت و خوفِ خطرات نہ رہے۔ منہ کھل گیا ہر مکان کے مالکوں کی طرف سے مد و شروع ہو گئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہوتے ہیں بے آرام ہوں۔ اٹھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر میخ پیش نظر۔ دو گھڑی کے ترکے نہ رہ جلد گر۔ ادھر جانور نہ بولے۔ ادھر شرق سے نہ ہرہ نکلی جھٹھکی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم۔ ۳۰ ماہ گشت ۱۲۶۰

ایضاً صبح شنبہ نہم ستمبر ۱۲۶۰ء۔ جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش کے مجذوب کیوں بنتے وہ تو خود سالک ہر گریاں چلا جڑو سداوند رضوان ہوا اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم بطخ اور آپ کا ہم ماند ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہیر کیا مقرر ہوا۔ اثناعشری ایک تم ہو تھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ شہرہ کی اولیت پر مار ہے۔ بت تمھارا خلاف قاعدہ اہل سنت جماعت عشرہ ذی قعدہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکہ انا وہ تو نثلثہ کا دم بھرتا تھا۔ تہوڑا خالص صاحب کیا ہیں بندہ جو اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے انکا ارادہ کہ ہر کا رہیں۔ رضوان کو دغا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علانی کی صحبت مبارک ہو۔ پیر جی سے جیت چھٹا۔ تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں پوچھتا ہوں کس کا قودہ فراتے ہیں تمنا علی بیگ کا ابن اور کسی کا نام تم کیوں نہیں میتے دیکھو یوسف علی خاں بیٹھے ہیں۔ ہر سنگ موجود ہے۔ واہ صاحب میں کیا خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں۔ میراثہ حفظ العیب ہے۔ غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔

ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضو دار میں اس میں کیا ریب ہے۔

ایضاً۔ جانا عایشا نا خط پہنچا۔ خط اٹھا۔ تمھاری آشفۃ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں۔ قبائل والی شہزاد سازگار انجام کار ناپائدار۔ ایک دال اور سو آزار۔ اللہ تمھارا اور علی تمھارا مددگار۔ جس پادشاہ کا بلکہ محل در آتش۔ کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا جواب آگیا روہیلا چھوڑے چھنسی میں تپتا ہے خدا اسکو صحت و شمشاد علی بیگ کہاں اللہ بیٹھا اور طرح

کہ میگویند ظاہر باغ نیست سے بنیم کہ مخدوم بہرین باغ چند چاشتہ پہنچے ہر رمضان و عید مارچ۔
سال و شایخہ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا۔ یہ یوں نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی رباعی

پیدا از کلاہ تو شکوہ دہیم
بروائی جدیداً قطع قدیم

اے کردہ بہر زرفشا فی تعلیم
بادا تو فرزندہ زین الدین کریم

ایضا مولانا علانی نے مجھے خوفِ مرگ نہ دعویٰ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدر یہ جبر ہے
تم نے میا بچی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں۔ ہم اسی عجیلی میں
تاقیامت میں۔ اس ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے جھوٹا لڑکا ڈرنے
لگا اُسکی دادی بھی گھبرائی۔ مجھ کو خلوت خانہ کا دروازہ خوب رُویہ اور اُسکے آگے ایک جھوٹا سادہ یاد تھا
جب تمہارے پاؤں میں چوٹ لگی سے تو میں اُسی دروازہ سے نکل کر دیکھنے آیا تھا یہ سمجھ کر خلوت خانہ کو مجلسر بنایا
چاہتا تھا کہ گاڑی ڈھولی تو بڑی تھیل کا چھن تیلن تنولن کہا رہی سپہاری۔ ان فرقوں کا مرد دروازہ
رہ گیا۔ میری اور میرے بچوں کی آمد و رفت دیوان خانہ میں سے رہیگی۔ عیاداً باللہ وہ لوگ دیوان خانہ میں
آئیں جائیں اپنے بیگانے کو ہر وقت بھپلپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے
ہیں۔ اب تمہاری بھوپنی نے انھیں وفاداریک بنا دیا ہو باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائیں گی مگر غلطی او
لہذا میں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطراف نہر کی
سبز رنگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کے پاس ہوں سے باتیں کر نیکی۔ ممکن نہیں کہ بھول نہ توڑیں اور بیانی
کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ بھول تمہاری چچا کے بیٹے کی کافی کے اس طرح۔ تمہارے چچا کے
بیٹے کی کیاری کے ہیں۔ ہنر پنجر۔ ایسے عالیشان دیوان خانہ کی یہ قیمت اور مجھ سے تازک مزاج دیوانے
کی یہ شامت مہذا اس سہ دری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے کتب کے بیٹے ہرگز کافی نہ جانا
تھو اور کتو تر اور تہنہ اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عرفہ ربی فیض العزائم پڑا اور

رکھ لئے ہیں دو سطرین کچھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تھکے خط کا جواب ضرور لو سنتی جا
 مزا شمشاد علی بیگ کے تھار خط پڑھا دیا۔ انھوں نے کہا کہ غلام حسن خان کی حیت پر کیا موقوف ہے
 مجھے آج سواری مل جائے کل چل نکلوں۔ اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹوٹا کا موسم نہیں گاڑی کی تیسیر
 ہو جائے بس بچا بس بس کی بات ہو کہ الہی بخش خاں مرحوم نے ایک میں نئی نکالی میں نے حکم
 غزل لکھی بیت العزل یہ ۵۰ پلا دے اوکے ساتی جو ہم سے نفرت ہو ۶۰ پایا کہ گر نہیں دیتا
 نہ دے شراب تو دے ۷۰ مقطع یہ ہو ۸۰ اسد خوشی سے مرے ماتھ پاؤں بھول گئے ۹۰
 کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ۱۰۰ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے
 لکھ کر اس مقطع اور اس بیت العزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنائی ہے اور اسکو لوگ گاتی ہیں
 مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی لڑکے جیسا عری کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام
 مسخ کر دیں تو کیا بعید ہو کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا
 مغربی کا ہے اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں ۱۰۰
 دامانِ نگہ نگار گل حسن تو بیاں گلچین بہار تو زو اماں گلہ دار دی ۱۰۰
 یہ دونوں شعر قدسی کہ میں۔ مغربی قدما میں اور عرفا میں ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقیق و حقیق
 تصوف سے لبریز۔ قدوسی شاہجہانی شرایں صاحبِ کلیم کا ہم عصر اور ہمچشم۔ ان کا کلام شور و گینز
 ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحبِ زمانہ
 نہیں کہو متھرا داس سے قرض لیا لہو ہر دباری مل کو مارا۔ ادھر خوب چند جین سکھ کی کوٹھی چالوٹی
 ہر ایک پاتس تک مہری موجود۔ ہند لگا جاؤ۔ نہ مول نہ سو اس سے بڑھ کر یہ بات کہ دینی کلچر بالکل بھول گیا
 کے سربانہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی اور سے کچھ دلوا دیا۔ کبھی ماں نے کچھ اگرہ سے بھیج دیا
 اب میں اور باٹھ روپے آٹھ آنے۔ کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک مختار کار

شریہا الدینیاں سے بل کر بھی نہ گیا خبر سے رموز مصلحت خویش خسرواں مانند یہاں جشن کے وہ سال
 ہو رہے ہیں کہ مجید اگر دیکھتا تو حیران ہوتا شہر سے دو کوس پر آغا پوز نامی ایک تہی ہوا ٹم دس دن سے
 دواں خیام پر پاتھے برسوں صاحب کشن بہادر بیل مع چند صاحبوں اور بیہوش کے آئے اور بیویوں میں اُس سے
 کچھ کم سو صاحب و یم جمع ہوئے سب سرکار امپور کے بہان کل شنبہ دروہم حضور پوز بڑے محل سے
 آغا پوز شریف لگئے بارہ پروں بچے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خان خاں سال
 خود ہی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں دو پہر لڑھکیے کم نہ شمار ہوا ہو گا۔ آج صاحب
 عالیشان کی دعوت ہی پڑن شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ روشنی آتش بازی کی وہ فراط کہ رات دن کا
 سامنا کر لگی۔ طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا جاسیے۔ کوئی کہتا ہے کہ
 صاحب کشن بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائیں گے کوئی کہتا ہے برسوں۔ رئیس کی تقصیر
 کھینچتا ہوں قد۔ رنگ۔ شکل۔ شامل بعینہ بھائی ضیاء الدینیاں عمر کا فرق اور کچھ چہرہ اور لہجہ
 تفاوت۔ حلیم و خلیق۔ باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشع۔ متوجع۔ شعر فہم۔ سینکڑوں شعرا و نظم کمری طرف توجہ
 نہیں شکر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالائی طباطبائی کی طرز پر تھے ہیں شگفتہ جبین ایسے کہ
 آنکھ دیکھنے سے غم کو سوں بھاگ جائے فصیح بیان ایسے کہ انہی تقریر نہ کر ایک اور نئی روح لب
 میں آئے اللہم وام اقبالہ و زوا جلالہ بعد اختتام محافل طالبِ خصت ہو گا بعد حصول خصت دلی جاؤ
 بھائی صاحب کی خدمت میں بشرط رسائی و تاب گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو
 معلوم ہوئی ہے وہ مجھ کو لکھنا۔ ۲۰ دسمبر شمس کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بج چاہتی ہیں۔ کاتب
 کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے۔ ۴

ایضاً صبح یکشنبہ ۱۲ جولائی ۱۲۹۲ء۔ میری جان سن چشمنہ پشبنہ جمعہ ۹ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ
 ایک ٹرہ برہمزدن منہ نہیں تھا اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ رنگینٹی میں کوئے دہکا کر پائے

سمجھتا ہوں اگرچہ جو دین میں ڈالیں گے تو میرا جانا مقصود نہ ہوگا بلکہ میں دین کا ایذا نہ ہو گا اور دین کی آج کو تیر کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین بتوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں سنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کرے اور کہاں حق کو گناہ جانے لگے تو البتہ ٹکویا ہوگا اور کہو گے کہ ہاں یا مہر جن روزوں میں تم علاؤ الدین خاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کے بیٹے کو طلبہ مارے ہیں تو اب میں الدین خاں ان دنوں میں لو بارو ہیں۔ علاؤ الدین خاں کی والدہ تم کو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا تم باچشم برآب میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آئندہ یہ حرکت نہ کرنا تم ناماد ہوئے اب نہ کتب نشین طفل سے گزر کر پیرنقاہ سالہ کے و غلبہ بنے تنے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہو۔ چوں پیرشدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ اس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند نہ چند ہے۔ مجموعہ شریفا گانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ اور ہر شعر اس کے مخالف ہیں۔

صوفی یہ کہ آئینہ صاف بہت جام را	تا بگری صفائے عے لعل خام را
شراب بنو و رومیہ جینیاں ہیں	خلاف ذہبیاں جال نیاں ہیں
ترسم کہ صرفہ نیر و روز بازخواست	ناب حلال شیخ ز آب حرام نا
ساتی مگر وظیفہ حافظ زیادہ داد	کاشغہ گشت طرہ دوستار مولوی

میں میں بڑی مصیبت میں ہوں مجلس کی دیواریں گر گئی ہیں پانچا نہ ڈوہ گیا چھتیں چکے ہی ہوں تمہاری چو بھی کہتی ہیں اے ذبی ہائے مری۔ دیوانخانہ کا حال مجلس سے بدتر ہے۔ میں کہتا ہوں نہیں ڈرتا۔ فقہان راحت سے گھر گیا ہوں۔ چھت چھلنی ہے ابرو گھٹنے پر سے توجہت چار گھنٹے کی ہے مالک اگر چاہو کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے۔ میں گھٹنے تو سب کچھ ہوا اور پھر آٹا سے مرمت ہو۔

نہ سو ماہ بیاہ لیا چاہو مول میں قسط اسکو دینی پڑے انکم کس جدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جدا۔ مول حاکم۔
 بی بی جدا شپے جدا۔ شاگرد پیشہ جدا۔ آدمی ایک سو باسٹھ تنگ گیا۔ گزرا مشکل ہو گیا و ذرہ کا
 بند رہنے لگا۔ سو پنا کیا کردں کہاں سے گنجائش نکالوں۔ تہر درویش ربحان درویش۔
 صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب گلاب موقوف۔ بین بائیں رو پینہ
 بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیو گے کہا گیا کہ جب تک نہ پیا
 پوچھا کہ نہ پیو گے تو کس طرح جو گے جواب دیا کہ جس طرح وہ چلائیں گے۔ بدرے مہینا پورا نہیں گزرا
 تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقررہ اور روپیہ آگیا قرض مقسط ادا ہو گیا متفرق رہا خیر ہو صبح کی
 تبرید سات کی شراب جاری ہو گئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بجالی
 پوچھی تھی ان کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا اے اے پیغمبر زلالت شرع نام
 دیکھا ہکو یوں پاتے ہیں۔ دیکھے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل البوصیفہ
 دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ و وحدہ وجود
 کو اپنے دلشین کرنا اور ہے مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب ممکن میں مشترک جانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو
 سبیلہ کو بہت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نو مسلموں کو ابوالامیہ کا
 ہمسرانتے ہیں ورنہ ان لوگوں کی واسطے ہو۔ میں وحدہ خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے
 لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیاء
 سب علیہم السلام اور اپنے وقت میں سب مفرض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ
 خاتم المرسلین اور رحمۃ اللہ علیہ ہیں قطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ اللہ ہے
 اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تاجہدی موعود علیہ السلام ہے برین تم
 ہم برین مگر ہم ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباعت اور زندہ کو مردود اور شراب کج حرام اور اپنے کو عاصی

باسم ازجہل محاض شدنا منفعلی

کہ گرش جو کلمہ میں بودش مع عظیم

یہ سالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ثاقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس رسالے سے
میرا مدعا یہ ہے کہ اس کے معائنہ کیوقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت
عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو۔ اور از روئے انصاف حکم بنو۔ بے حیف و میل اس نے جو مجھے
کالیاں دی ہیں اس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی شدت اطباء مل کی صورت سوال دیگر جواب
دیگر ان باتوں کو مطمح نظر کرو بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ الگ کاغذ پر لکھو
اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ مجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا
خاکا اڑا رہا ہے۔ نیز رخشاں نے اسکو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ امہم کہ جو کچھ کار
والہ کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا یعنی قصہ چکا جانا اور دلی آنا اس کا براجہ فصل و شرح لکھ۔ دن تیار
اپنا نام آغاز کتاب میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط
ایضاً یہاں میں تھا ہے باپ کا تلخ تمھارا مطمح فرخ مرزا کا فرمانبردار گرا بھی اٹھا ہوں اپنے کو
نہیں سمجھا کہ میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقبہ پہنچ جائیگا۔ چہ جو تمھارے کہے ہوئے میر
مہدی حسین جیسا کہ دینے اور باقی دن چڑھو عیان مطمح جمع ہو لیں تو وہ اوراق بھی منگا دو لکھا۔ غالب
ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان و فروری وقت نماز نہر نیز اصغر بہر سخن سرا میں مولانا علانی کی خاطر نشان
و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور
ملا علی حسین خاں کو بھی لکھا۔ پھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب لدہ صاحبہ کے پاس گئے میں گھر آیا
کھانا کھایا۔ دوپہر کو کھانا ارا خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوا دیا۔ یہ عرض جو
بھائی کو ہے اس راہ سے کہ صحت ہو کہ وہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں میں تو بھول
گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی

جیسا اس طرح رہوں اگر تم سے ہونے کے تو برسات تک بھائی سے مجھ کو وہ جو ملی جس میں میر حسن پہنچتے
 ہن چوچی کے پہنے کو اور کو کھٹی میں سے وہ بالا خانہ مع والان زیریں جو آہی بخش خاں مرحوم کا کھنچا
 میر کے پہنے کو دوا دو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی۔ پھر صاحب ورمیم اور بابا لوگ اپنے قدیم مکین
 اور میں گئے۔ تمھارے والد کی اشیاء و عطا کے جہاں مجھ پرسان ہیں ایک یہ معرفت کا احسان میر کا بیان عمر
 میں اٹھ بھی سہی۔ غالب۔

ایضاً چار شنبہ مارٹی میں اربع بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی
 کہانی سن۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں ایک امر کی ابتدا بھی یہ جان لیا کہ ات امر مطابق اس پہنچا
 کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں اخلاط طبع کا وہ حال کہ آغاز منشوش انجام منشوش مبتا خبر سے بیگانہ۔ شرط
 خواہ سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین خان مع قبائل آئیں گے دل خوش ہوا کہ
 اپنے محبوب کی شکل مع اس کے نتائج کے دیکھو لگا۔ برسوں آخر بھائی پاس گیا اثنا سے اخلاط و ہنسا ط میں
 میں پوچھا کہ کھو بھی علاؤ الدین خان کیل میں گے جواب کچھ نہیں بے وہ قصہ تو طے ہو گیا ماں وہ تو روپیہ میں
 دے بھی دیا میں نے کہا نواب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید بھی آئے معلوم ہوا کہ خیر ٹھنکا جا جا
 نا چار روہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب ہ لکھ کر بھیجوں۔ برسوں تو شام ہو گئی تھی کل بنگلہ گھر ہوئی الوٹن و تم لینو دیا
 اس پر تہ کیہ ناقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکہ ہیں اب ضرور آؤ کہ گزارش تے عل سے پہلے تمھارے رفع ملک
 میں کلام کردوں بھائی تم میرے فرزند بلکہ باز فرزند ہو۔ اگر میر صلی بیٹا اس دیودانت و تحریر تقریر کا ہوتا
 میں کو اپنا یاد فادار اور ذریعہ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے پہنچنے کا گلہ غلط۔ تمھارا کوٹا خط آیا کہ
 اس کا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں اس نظر سے نہ کھے
 کہ اب تم آتے ہو زبان گفت و شنید ہو جائیگی ناقب نے چلتی گاڑی میں روڑا لٹکا دیا تب مجھے توطیہ
 تمھید میں ایک ورق لکھنا پڑا اور آغاز نگارش یہاں سے ہوتا۔ یا اسد اللہ غالب

ایضا اقبال نشان والا نشان صدرہ عزیز تراز جان مرزا علاؤ الدین خاں کو دعائے درویشا
غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے درستان فارسی کا تم کو حاشینہ خلیفہ
قرار دے کر ایک سہل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم استی برس کی عمر ہوئی اور جاناکہ میری زندگی برون
کیا بلکہ جہینوں کی نہ رہی۔ شاید بارہ جہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں اور جنہوں۔ ورنہ دو چار جہینے
پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حماس میں اپنے دستخط سے بتو قیغ
تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں نظماً و نثر اتم میرے جانشین ہو چاہیے کہ میرے جانحوالے
صیا حجو جانتے تھے ویسا لگو جانیں اور طبع مجکو ماتر تھے تمکو مانیں کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ
وَبَقِيَ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ الْإِکْرَامِ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ ہجری۔ ۱۲ جون ۱۸۶۸ء منقہ اولیٰ

بنام مرزا امیر الدین احمد خاں المدعو بہ فتح مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہاں بین غالب کی تپلی
چشم جہاں میں تمھارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر اور تپلی تم۔ آج میں نے تمھارا خط دیکھا۔ مجھکو
بہت پسند آیا۔ استاد کامل بن ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں
میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دُعَا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ
نہیں تو تمھارے باپ کی برابر علم و فضل اور تمھارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش
خاں بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔ یہاں تمھارے دادا دادا
امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تمھارا دلاوہ ہوں۔ خیر وارجمہ کو لہنی صورت مجھے دکھا
جایا کرو۔ واللہ عا۔ دیدار کا طالب غالب۔

بنام میر احمد حسین المتخلص میکیش

جانی میکیش آفریں۔ ہزار آفریں۔ تیار خچ نے مرزا دیا۔ خدا جانے وہ خڑے کس ہڑے کے

وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ فزون نہ تھے تفتیہ برتے فوراً اور یہ اسہال بعد چند روز عمل کیا
آیا۔ اب سن کہولت اسحاق فیون مزید علیہ وورہ جلد متواتر ہوا۔ منطرب ازاد محبت ہے ازروے
حکمت منطرب کی کوئی وجہ نہیں نظری میں بچا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک۔ عملی میں چالاک
حکیم احسن اللہ خاں وہ کردلی۔ ہر حکیم محمود خاں وہ ہمایہ دیوار دیوار حکیم غلام نجف خاں وہ دست
قدیم صادق الوالا۔ حکیم بٹانکے خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک
ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار معقومی حکام نامور
یا کوئی ایک آدھ بید منزوی اور گنام۔ بہر حال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ بچا
تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان
جبکہ محبت بھی کہتے ہیں بقدر پریشہ و مہر مور بھی نہیں سجالجہ حکماء کی راہ پر ہے گا۔ مذہبی اور
غخاری میں اگر قصور کروں تو گناہ نگار۔ میاں ایسے موقع میں راسے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا
ہے مرض شخص۔ دو معین۔ سود مزاج سافج نہیں مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب
سوائے تفتیہ کے کوئی تدبیر نہ سوچے گا۔ تفتیہ میں سوائے مخزجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا
تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تفتیہ خاص ہو اور ایارج کا سہل دیا جائے۔ اسما و آیات شفا بخش
مقرر ہیں۔ رد و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤں اور غرام خوانوں نے
نہ توڑ دی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بکھانتے ہیں۔ تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا
بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص ہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی دہاں
نہ جائے۔ یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و سائین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔
شہر میں سائین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز باخیر شام سلامت۔
نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔ *

کوئی منصب کوئی عہدہ دلوادو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے
بڑا احسان مند ہوں گا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳ سوال لکھ بھری ۔

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب بنیم جاں
کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تجھیں خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم
اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکانہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ
جایجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضای الولد تیرا بیہ حسن اخلاق میں
نواب فردوس آرام گاہ کو برابر بلکہ بعض شبوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں بجز و مسند نشینی
کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خان ماں کو تیس ہزار روپیہ بابت
مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا
سُنو صاحب میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دینا دار نہیں۔ مکار نہیں۔ خوشامیر اشا
ہیں۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے
مجھے سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمھارے باب میں میرا عقیدہ
یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلی بیٹا ایسا ہوتا جسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف
جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ توشع و زہد و تقویٰ کے
حاوی۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی نے سبائے کج جو مدایج کئے ہیں وہ سب تم میں
پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عجز طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے
زیادہ دے۔ ان شاء اللہ کہ بچپن خواہد بود ۔ غالب ۔

ہوں گے۔ جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب سے قلندر ہرچ گویہ دیدہ گوید + تاریخ دیکھی اسکی
تعریف کے خرمے کھائیں گے۔ اُس کی تعریف کریں گے۔ کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے
کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو۔ ابھی رقعہ لے کر
آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
اگر بغرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے
بجھاؤ گے تو ہم بھی کہیں گے تازہ شے بہتر۔ بارہ سے بہتر +

ایضاً۔ میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم میرے دیکھنے
کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو وہ قدم رنجہ کہاں سے کر دسرا پار رنجہ ہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
یہ تعطیل کے دن کیا ناغوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میرسر فراز حسین سے تمہارا
حال سن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا
دے۔ خواہش ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ واللہ عا ہمد

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خانصاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب دردمند کا سلام خوب یاد
کیجئے۔ کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا
سائل ہوں حال ہذا المکتوب ہڈت بے زاین میرا خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ان
بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکاری مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ
رکھتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوے نوکری میں پٹالے آتے ہیں۔
آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے

صوت کے تم اچھے۔ سیرت کے تم اچھے۔ شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ اگر میرا صلیبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اُسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمرو دولت و اقبال جاہ و جلال عطا کرے۔ یہاں تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق میں اس سے نور چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے انتقال حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انکاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں۔ شعر خوب لکھتے ہیں۔ صاحب استعداد ہیں۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نور چشم مولوی نصیر الدین لومیری دُعا کہنا۔ محرمہ ۳۰ چاندی ۱۲۶۵ ع ۴

بنام منشی جواہر سنگہ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگہ کو بعد دُعا سے دوام عمرو دولت معلوم ہو۔ خط تمہارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول میں جو کوشش میرا سنگہ نے کی ہے۔ میں تم کو کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں۔ روپیہ صرف کیا مسئلہ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کئے پانچ پانچ اور چار چار اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لئے اور ہوائے۔ خرید میں روپیہ جدا دیے اور مزا نے میں روپیہ جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب

بنام جناب باسٹریا کلال صاحب

شفیق کرم بابو پیارے لال صاحب کسلام۔ کل قہر مع مسودہ بابو چندو لال صاحب کے پاس پہنچایا
 یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جلدی
 نہیں آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھئے۔ جب صاف ہو جائے گا۔ مجھے دیجئے گا۔ میں
 اپنی جہر کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ
 کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شیلے کو تشریف لے جائیں گے
 بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل میں آپ
 دوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء
 ایضاً کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ مانا بھی چھوڑا۔ خیر میری تفصیل معاف کرو
 اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تا کہ
 میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ برخوردار ہیر سنگھ تمھارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمھارا
 دست گرفتہ ہے۔ رہتک میں تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہاں کی صورت
 بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش میں سخت دلتنگ۔ تمھیں
 دستگیری کرو۔ تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائے گا
 والسلام۔ غایت کا طالب غالب۔

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو باسٹریا پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا
 پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے تم
 نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں تمھارا عاشق ہوں اور کیونکر عاشق ہوں

بارے تمام ہوا آب جاڑوں کے بون آرام سے کاٹو۔ گجراؤ نہیں۔ سال بھر پڑ جائے جاؤ۔ جب لڑکا
شد و بڑے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار
ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکثر اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو
نوکر نہیں ہو جو ابو پیارے لال کو تنہا بدلی کا اختیار ہو۔ زہار میں اس باب میں بابو صاحب
نہ کہوں گا۔ اور نہ یہ خط تمہارا منشی جو ہر سنگ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق الجھو کیوں۔ اس الجھنے سے
فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو کہ رحم کر نہ کند مدعی خدا بکندہ میں دیسا ہی ہوں جیسا تم سمجھ
گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب - ۱۴ جنوری ۱۹۰۷ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص شتیاق

سعادتمند بالکمال منشی بہاری لال کو یمن تاثیر و عاے غالبیتہ حال عمر و دولت و اقبال فراوان
ہو۔ منشی من بجا و ن لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس بہر
و جاوہ فنا سے میری ملاقات تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے حُرّتی رہ جانے کا میں نے
بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶ فروری ۱۹۰۷ء
ایضاً بر خودار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہو اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ تمہارے
خال فرخ خاں منشی مکند لال میر پڑ پڑائے یار میں خوش خوش ہو۔ شگفتہ رو۔ بذلہ گو۔ دوسرے
تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو و نظم و نثر میں تمہاری طبع کی رونق
اور تمہاری قلم کی گل نشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اجزاء
کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بر تقلید اور انشا پردازیوں کے تمہاری جدت
میں بھی الما کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو

دور رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی
ہاتھ آئے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمھارے پاس بھیج دے گا
مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہوں لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین۔ پندرہ
روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت
روپیہ لئے جب سب قطعہ تمھارے پاس پہنچیں گے تب اُس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا
کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن ہوئے جب تم نے
لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ واللہ عا۔ اسد اللہ۔ ۴

ایضاً بر خوردار کامگار سادات و اقبال نشان منشی جاہر سنگھ جو ہر کو بلب گڈہ کی تحصیلدار
مبارک ہو۔ پیپلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈہ گئے اب بلب گڈہ سے دلی آو گے
انشاء اللہ۔ منو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمھارے علاقہ
تحصیلداری میں بصبینہ لہا بہت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے پیاس
برس کے دوست ہیں میں اُن کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان
میرے بھتیجے اور تمھارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یکدل و یک رنگ اور اُن کے
مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصبینہ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی
نہ ہوگی۔ صرف ہی امر میں کوشش ہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان ہے
حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۶۲ء

بنام منشی ہیر سنگھ صاحب

نوح چشم غالب غمدیدہ منشی ہیر سنگھ کو دُعا پہنچے تہا راجہ خط مرثیہ الرجزوی پہنچا۔ دورہ کا سفر

شہسوار عرصہ نکتہ دانی کی تاز میدان جادو بیانی فرما نرواے کشور نازک خیالی۔
 زینت افزاے اورنگ بيمثال ناثر نثری رفت ریشا عشقی رتبت چمن آراے گلستان
 فصاحت - حدیقہ پیراے خیابان بلاغت - غروب غم آفرینش - نور ویدہ بنیش - استاد
 یگانہ مسلم الثبوت زمانہ - رشک عرفی وغیرت طالب جناب استاد یحیٰ الدین
 دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب۔
 کی زبان معجز بیان پر آیا ہوا درخامہ پردیس افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینہ
 بے نظیر و مجموعہ دلپذیر جس کا ہر حرف باعث نظارت چشم نگار گیاں اور ہر لفظ سبب
 تازگی دیدہ مشتاقان ہے۔ ہر سطر کو دریاے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار
 رنگیں بیانی کہنا چاہیے۔ عبارت سے تسبیح کی سلاست پیدا مضامین سے آب کو
 کی لطافت ہویدا۔ کمند انداز رسامیں گردن معانی شکار شیرینی ادا پر اداسے شیریں لب
 نثار۔ غور کیجئے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا
 کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف ارزانی و شایقین کو مذاق سخن کی
 فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ آں سے سلک اندو گئیں کیا
 شکریہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ و ہنگام مانم عام ہے ۵

سُکرم ہون از تہ دل باگرستن
 ناخوش گوار چشم مرا ناگرستن
 باید بچرخ خضر و سیاح گرستن

باید چشع در دل شبہا گرستن
 ناسازگار جسم مرا ناگداختن
 این ست اگر تراوش سر چشمہ حیات

ہنوز یہ نامہ لاویز تمام کمال اشرف طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہرے چہرے تیار بخ و ذوق
 شہسوار بحری جامہ حیات جناب منور و مرحوم کو چاک کیا ہو بخ آفتاب علم و کمال کو

اطلا کی غلطی کا ملکہ بالکل فاضل ہو جائے۔ مگر بہاری لال اس نو بہال بلوغ دولت عیسوی حکیم غلام رضا خاں کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یادری سمجھو۔ یہ دشمن ستودہ خود بہرہ منور ہو گیا اور مراتب علی کو پہنچنے والا ہے۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی رشتگی ہونے والی ہے۔

بیاد امان صاحب دے لے گیر کہ مرد از صاحب دولت شود پیر
میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطالع اجل المطالع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجھو خان روزگار ہیں نکو خوے اور نیکو کردار ہیں۔ میر فتح الدین آزاد منش اور سعادتمند تو جوان ہیں کم گفتار اور مرغ و مرغیان ہیں تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و دلا کے چار عنصر ہوں جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطالع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب، رحون شمع

خاتمہ کتاب اردو کے معنی ریختہ کلک بلاغت انما سخندان بہتال
معنی سنج نازک خیال شاعر نغمہ گوے دلا و زربان ناثر جادو و طراز و
شیریں ہاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا عالم حوم
شیدائیان شاید لفریب سخن ہر وقت اس کے خریدار اور شفیق کان جن معانی ہر دم اس کے خوشگوار رہتے ہیں کہ
اچھا کلام جو مطبوع طبع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواہر شایقین درست اندیشہ ہو میر آئے
صاحب نظران دیدہ و برجکی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں یہ شاہد
ماہ پیکر اہل ہر متثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور نگین مشاں نکتہ پرور جلی دماغ میں
کلمستان سخن کی بوبھر جاتی ہے۔ ریاحین بارغ ارم کے سونگھتے کو نہیں جاتے۔
اور چہرہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر خنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری



ریخ خوف دکھایا۔ ماتہاب فضل و ہنر کو صد کسوف میں گھسایا۔
 اس تمکار سے کوئی پوچھے ماتہ اس واقعہ سے کیسا آیا۔
 یہ مہرجا کہ عالم میں تاریکی چھائیگی زمانہ کو کشمکش اتھ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بقیار برس کے گرس
 نیش عقرب نہ از پئے لیکن ہست - مقتضائے طبیعتش این ست +
 اپنی عادت سے ناچار ہے۔ شمنی اہل کمال اس کا شمار ہے۔ کوئی بتلائے آفت ہو۔ خواہ گناہ صیبت ہو
 اسکو اپنی گردش کار نکد کھانا کسی نہ کسی پکاؤنہ آفاق کو نقش ہستی صفحہ روزگار سے مٹانا۔
 سخن آراے لوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کھجی نالہ پُرورد اور کھجی آہ سرد
 لب پر ہے۔ کہئے جب یہ بارگر ان اندوہ دل پر آئے۔ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے
 کیسی تاریخ خاتمہ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قسط لکھتا ہوں قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	لب پہ نالوں کا اثر و حام ہوا
صدہ مرگ حضرت غالب	سبب ریخ خاص و عام ہوا
یہی سال طبع سال وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصہ اول اردوئے معلیٰ
 طبغرا و منشی جواہر شاہ صاحب جوہر تخلص

(۱۱۲)

چو اردوئے معلیٰ گشت تالیف	ہانا یک جہاں گردید طالب
پئے سال مسیحائی طبعش	بگو جوہر خجہ اردوئے غالب

کاپی رائٹ محفوظ ہے

اعلان

المجلد سید عبدالسلام ابن سید محمد معظم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلی



Central Archaeological Library,
NEW DELHI.

14843.

Call No. 928.91431/ Gha

Author—Asadul-lah—Khan
(Ghalib)

Title—Urdu-i-mualla.
A Collection of Urdu letters

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return

“A book that is shut is but a block”

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI.

Please help us to keep the book
clean and moving.